



# برگ گل

سیدیںِ نفسِ محمدی

جمع و ترتیب  
سید اظہار احمد کیلانی

ناشر

سید احمد شہید اکادمی  
نفیس منزل

۳/۱۷۷ کریم پارک ○ لاہور

# برگ گل

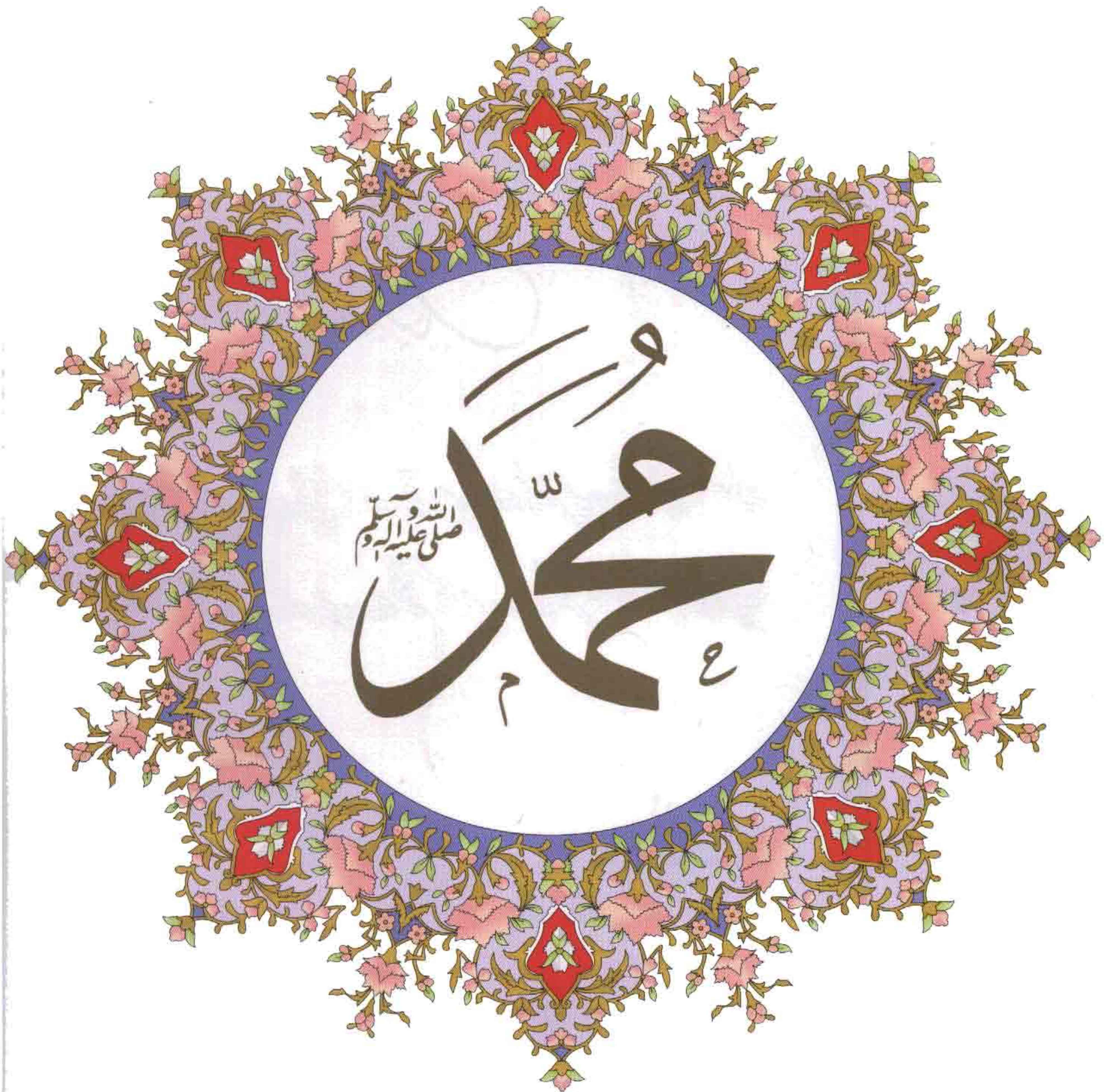
۲۰۰۲ء	:	اشاعت اول
۲۰۰۳ء	:	اشاعت دوم
۲۰۰۶ء	:	اشاعت سوم
سید نفیس الحسینی	:	مختصر
سید اظہار احمد گیلانی	:	جمع و تدوین
حافظ سید انیس الحسن حسینی رحمہ اللہ	:	خطاطی سرورق
محمد جمیل حسن، سید جمیل الرحمن	:	خطاطی برگ گل
سید حسن شعیب	:	ترتیب
افتخار احمد	:	کمپیوٹر کمپوزنگ
شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور	:	طباعت
شاہ زید و شاہ بلال	:	ناشر
سید احمد شہید اکیڈمی	:	
نفیس منزل، کریم پارک، لاہور	:	
روپے	:	قیمت

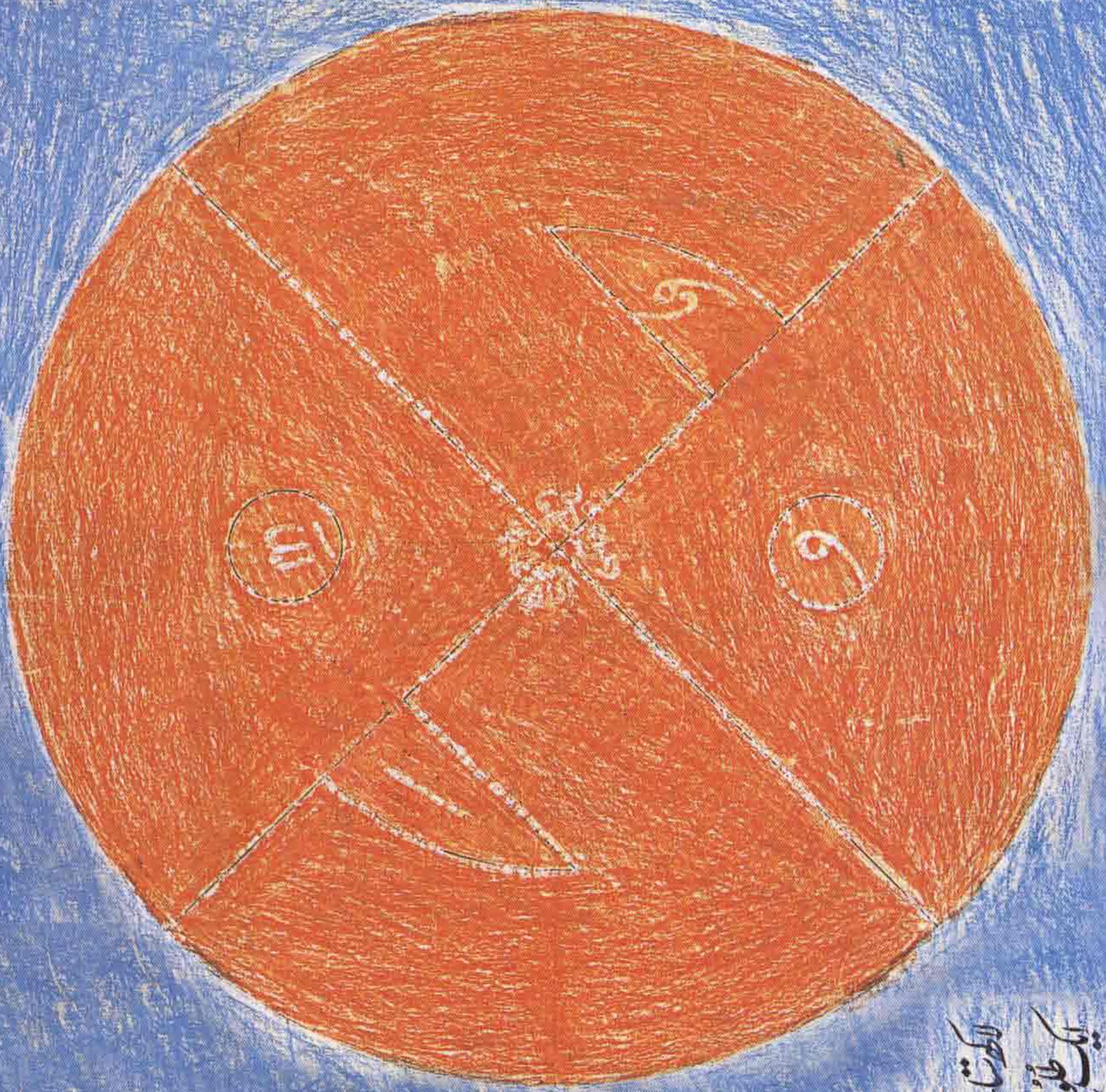
واضح رہے کہ برگ گل کی اشاعت اول میں "جملہ حقوق محفوظ" کا ایک فقرہ لکھا گیا تھا جو راقم سطور کے ذوق و مزاج اور ایاء و منشاء کے بالکل خلاف ہے۔ جملہ احباب کو کھلی اجازت ہے بشرطیکہ برگ گل کے معیار کو ملحوظ رکھا جائے

# برگ گل بہارِ ارمغانِ نفیس

سید نفیس حسین







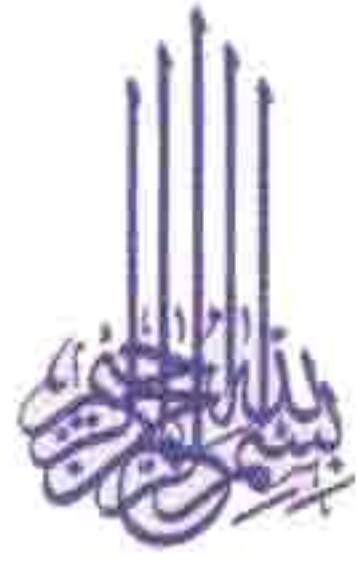
محمّد

محمد بن عبد اللہ

لکھتے ہر طرف ظلمت شب جہاں ہاں  
یک طلوع آفتاب درشت و چمن سخن

چکڑو

افغانیہ  
نیوکلر و آغا شریفی  
۱۳۰۱ھ



اللَّهُمَّ

صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ

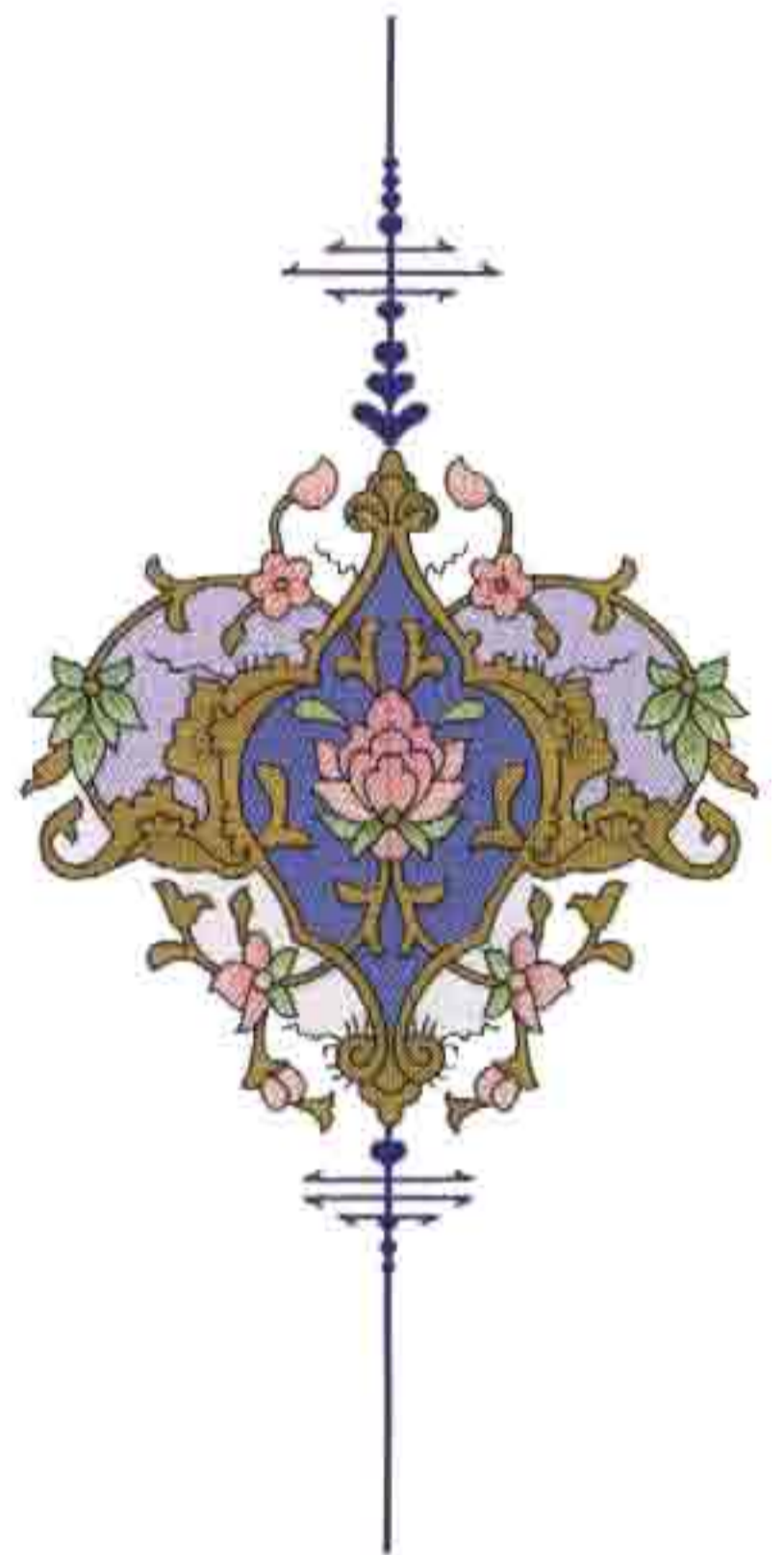
إِنَّكَ لَمِنكَ مُبْنِيكَ

اللَّهُمَّ

بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّكَ لَمِنكَ مُبْنِيكَ



# ترتیب

تقریظ : جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی  
 ”برگ گل“، ایک تاثراتی مطالعہ: سید اظہار احمد گیلانی

حمد باری

دریا جو بہ رہا ہے

نفایس النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بمضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سہراپائے اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

بمضور ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم

محمد موتی صلی اللہ علیہ وسلم

چھارہ بی بے گھٹا دینے کی

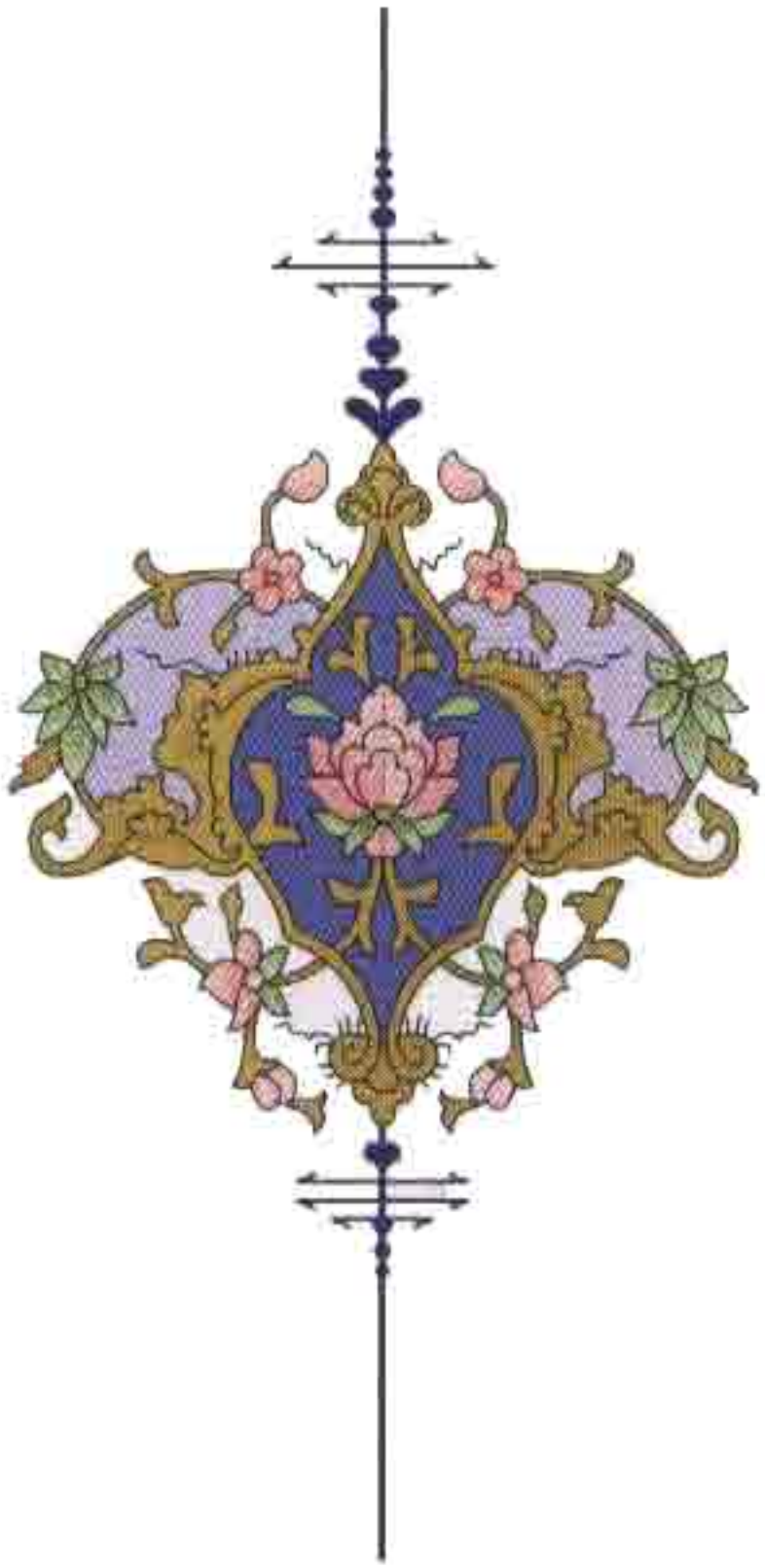
لب پر درود

سلام، بمضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

لاکھوں سلام

اداس راہیں

گھر گھر اجالا



۱۷

۲۴

۶۱

۶۲

۶۳

۶۵

۶۷

۶۹

۷۲

۷۳

۷۴

۷۵

۷۷

۸۰

۸۲



۸۳

ارمغانِ مدینہ

۸۵

صحنِ حرم میں

۸۷

انوارِ مدینہ

۸۹

میں تو اس قابل نہ تھا

۹۲

پیامِ آبی گیا

۹۴

یادِ مدینہ

۹۶

حسرت

۹۷

آرزو

۹۸

محمدؐ را بجانِ خویش دارم

**مناقب**

۹۹

بو بکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم

۱۰۱

کر بلا کے بعد

۱۰۳

ذکرِ حسنین رضی اللہ عنہما

۱۰۴

أسوۃ شہید رضی اللہ عنہ

۱۰۵

خواجہ جمیریؒ

۱۰۶

قطب صاحبؒ

۱۰۷

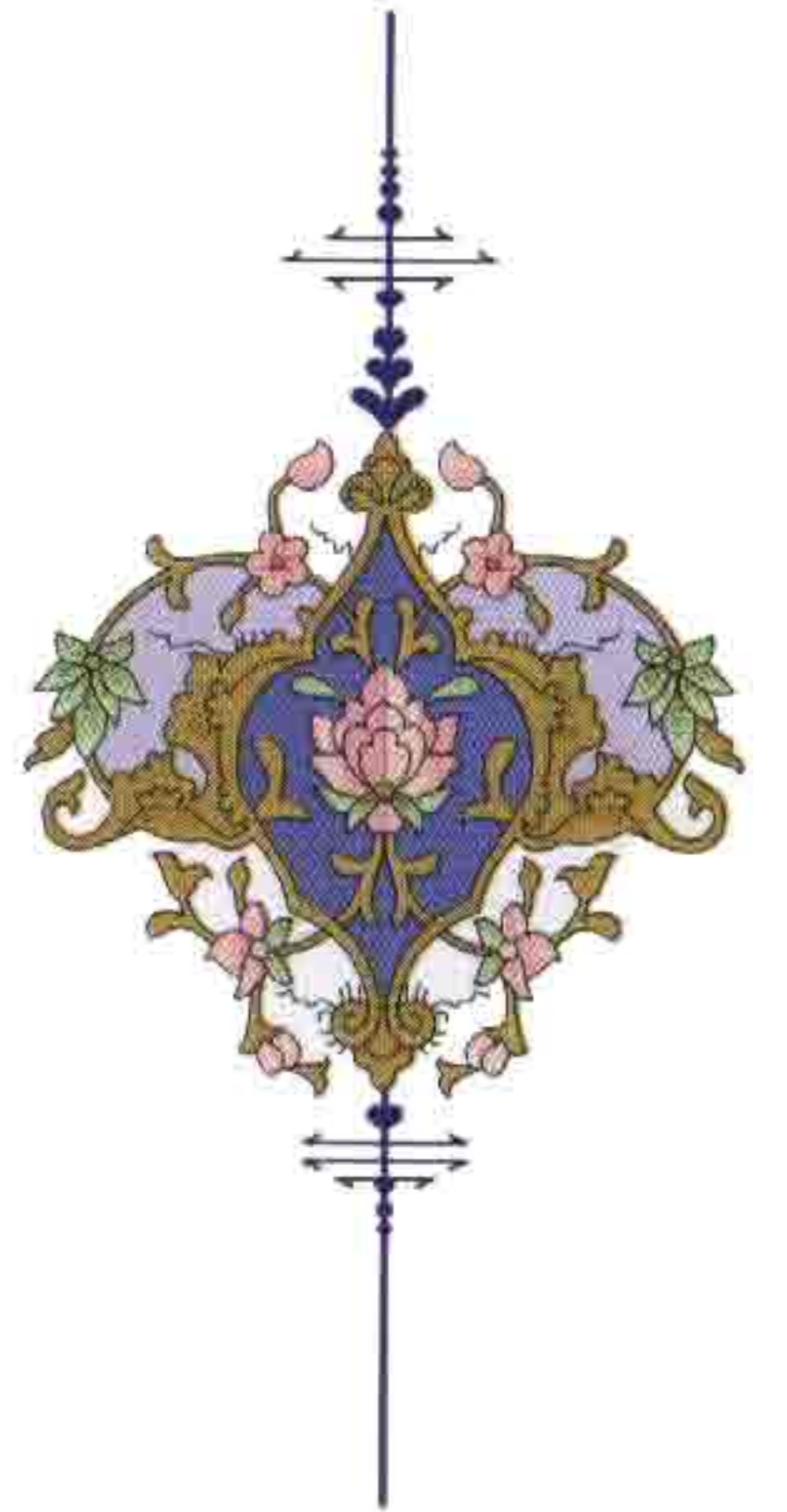
بابا فریدؒ

۱۰۸

سلطان جیؒ

۱۰۹

چراغِ دہلیؒ



۱۱۰

بمضورِ خواجہ گیسو درازؒ

۱۱۲

حضرت سید اکبر حسینیؒ

۱۱۴

برمزارِ قطبِ الارشادؒ

### شِعْرُ الْفِرَاقِ

۱۱۹

آہِ قطبِ الارشادِ گزشت

۱۲۳

حضرت مولانا احمد علیؒ

۱۲۶

مولانا محمد کثیرؒ

۱۲۸

بیادِ رئیسِ لتبلیغِ مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

۱۲۹

جناب شاہ حسین خیر بندہ نوازیؒ

۱۳۱

حکیم سید محمد عالم شاہؒ

۱۳۳

حکیم سید نیک عالم شاہؒ

۱۳۴

غروبِ آفتاب

۱۳۶

والدہِ مرحومہ کی رحلت پر

۱۳۹

بیادِ والدِ بزرگوارمؒ

۱۴۱

رخصت!

۱۴۳

یقین نہیں آتا

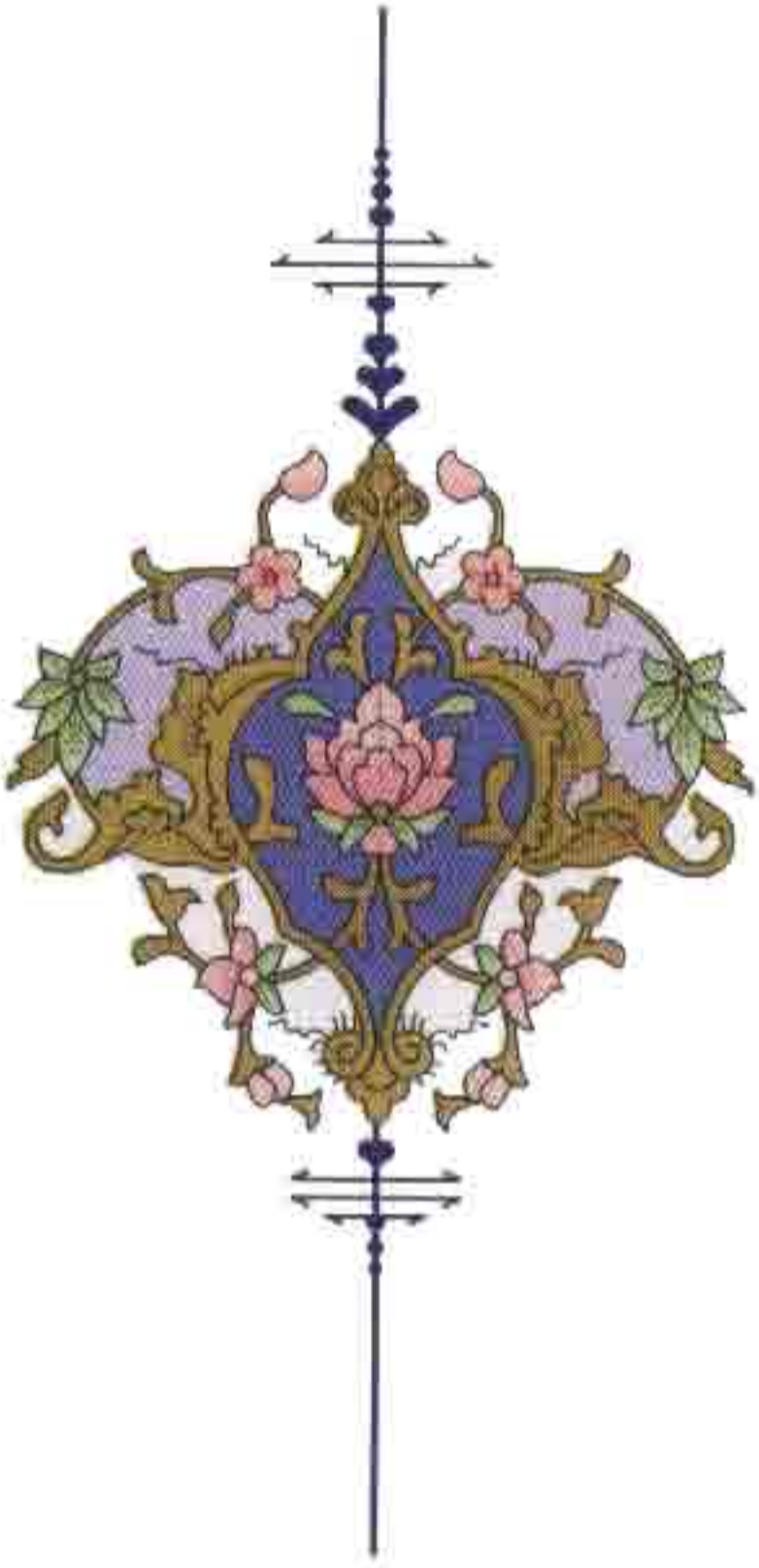
۱۴۴

حافظ سید انیس الحسن غفر اللہ لہ

### اِذَانِ جِهَادِ

۱۴۷

انتم الاعلون



۱۵۰

شہیدانِ بالاکوٹ

۱۵۲

حق کا بول بالا ہونے والا ہے

۱۵۵

تاقیامت رہے آبروئے ہرات

۱۵۹

بُوئے وطن

۱۵۹

ہرات

۱۶۰

الفراق

۱۶۱

جہاں میں پرچمِ اسلام لہرانے کا وقت آیا

## بینائے غزل

۱۶۵

تصور

۱۶۷

نقشِ محبت

۱۶۹

ارمغانِ گلبرگہ

۱۷۲

جس تصوف میں خود نمائی ہے

۱۷۵

وہ دل کہ دیر سے تھا پریشانِ آرزو

۱۷۷

ہم ہیں اور شوقِ بزمِ آرائی

۱۷۹

بیمار ہو گئے بڑے بیتاب ہو گئے

۱۸۱

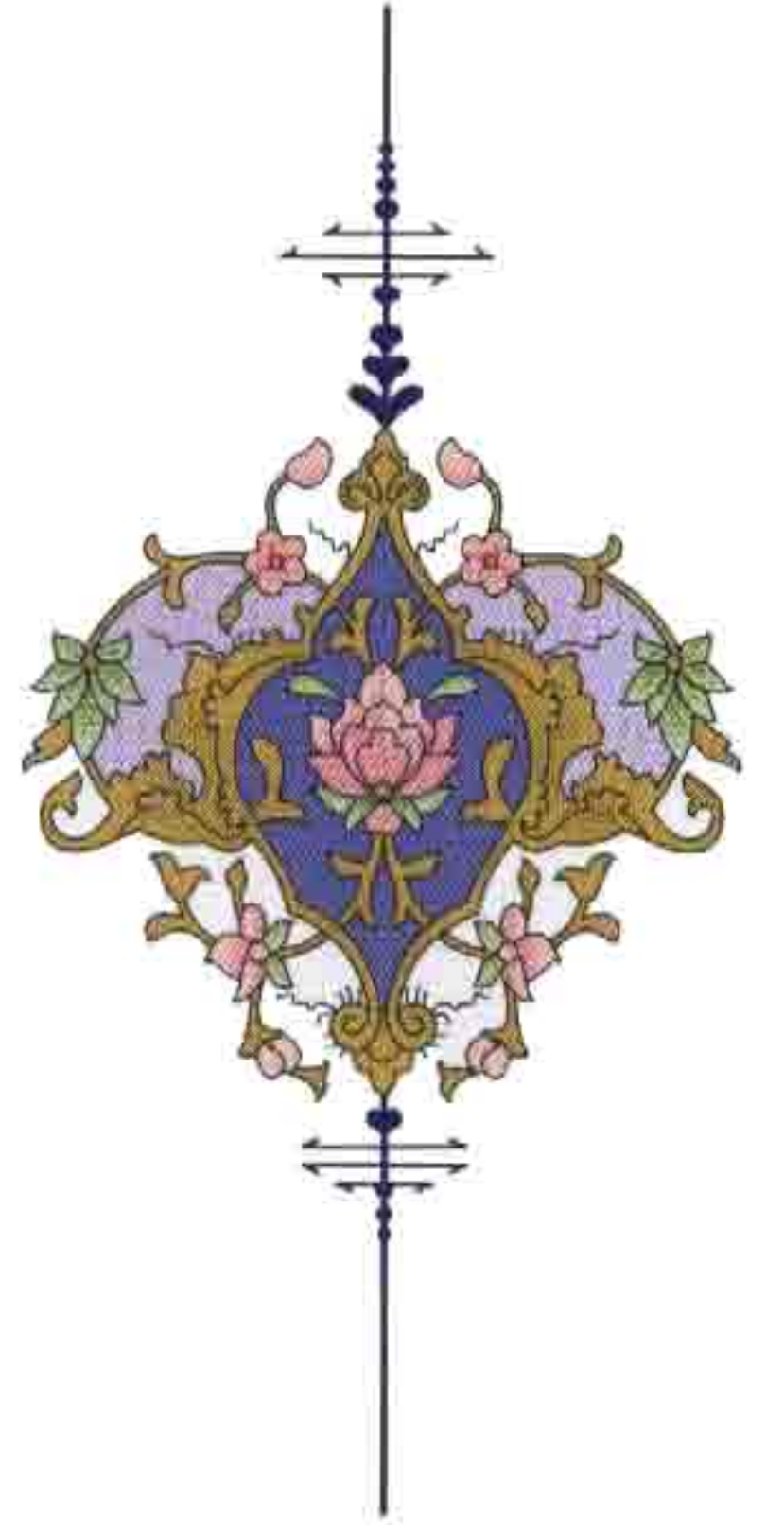
کیوں شکوہِ غم اے دلِ ناشاد کرے ہے

۱۸۳

اے دوست جب سے وقفِ خرابات ہو گئی

۱۸۵

آج روزِ سعید ہے ساقی



## نفا ئیس

- ۱۸۹ آرزو ہے کہ خاک ہو جاؤں
- ۱۸۹ سکر دو کے دشت و جبال اللہ اللہ!
- ۱۹۰ تکملہ شجرہ قادر پہ قمیصیہ رحیمیہ امدادیہ
- ۱۹۱ برطانیہ اچھا نہ فرنگی بہتر
- ۱۹۱ ”مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ“
- ۱۹۲ ”ظالم بُش“
- ۱۹۳ بُش درندہ
- ۱۹۴ نمی دارند جز ذوقِ محبت عاشقاں درِ دل
- ۱۹۴ کہاں دنیا کے فرزانے گئے ہیں
- ۱۹۵ کبھی نہ بھولیں گی
- ۱۹۶ شہِ بغداد
- ۱۹۶ سیدِ بجویر
- ۱۹۷ مُجددِ الفِ ثانی
- ۱۹۸ ارمغانِ نفیس

## صریرِ قلم

۲۱۶-۱۹۹



الحمد لله  
 الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده -  
 برادر دینی جناب سید اظہار احمد سیدی نے برکاتِ گل کی حجج و ترتیب اور پھر  
 طباعت و اشاعت کا کام نہایت سلیقے سے انجام دیا -  
 عزیز عزیز حافظ سید امین الحسن رحمہ نے بیماری کے عالم میں اپنی زندگی کا آخری  
 موقوف تحریر کیا -

محمد جمیل حسن نے پورے ذوق و شوق سے برکاتِ گل کا سفید تیار کیا -  
 سید جمیل الرحمن نے بی بی انے قلم سے کلام کو سوارا - کچھ کمپیوٹرنگ بھی کیا -  
 افتخار احمد نے بھی کچھ سفید کمپیوٹرنگ کی -  
 سید حسن شیب نے برکاتِ گل کی کہ ترمیم و آرائش کی -  
 محمد عاشق نے کاپی پیسٹ کی -  
 قدیم دوست جناب منہاج الدین اصلاتی کے شرکت پر شاہد پریم لہور کے  
 عمدہ طباعت ہوئی - زیر صلب، عثمان صاحب، جبران صاحب اور پریم کے  
 عملہ نے خدماتِ معاونت کی -

ناچیز راقم مسطور ان سب نیکوں احباب کا تیر دل سے شکر گزار ہے  
 اللہ تعالیٰ جزا و خیر سے نوازے -

احقر نقیصہ الحسنی  
 نقیصہ منزل - کیمیم باؤر لہور

۲۰ ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ  
 (۲۱ فروری ۲۰۰۲ء)



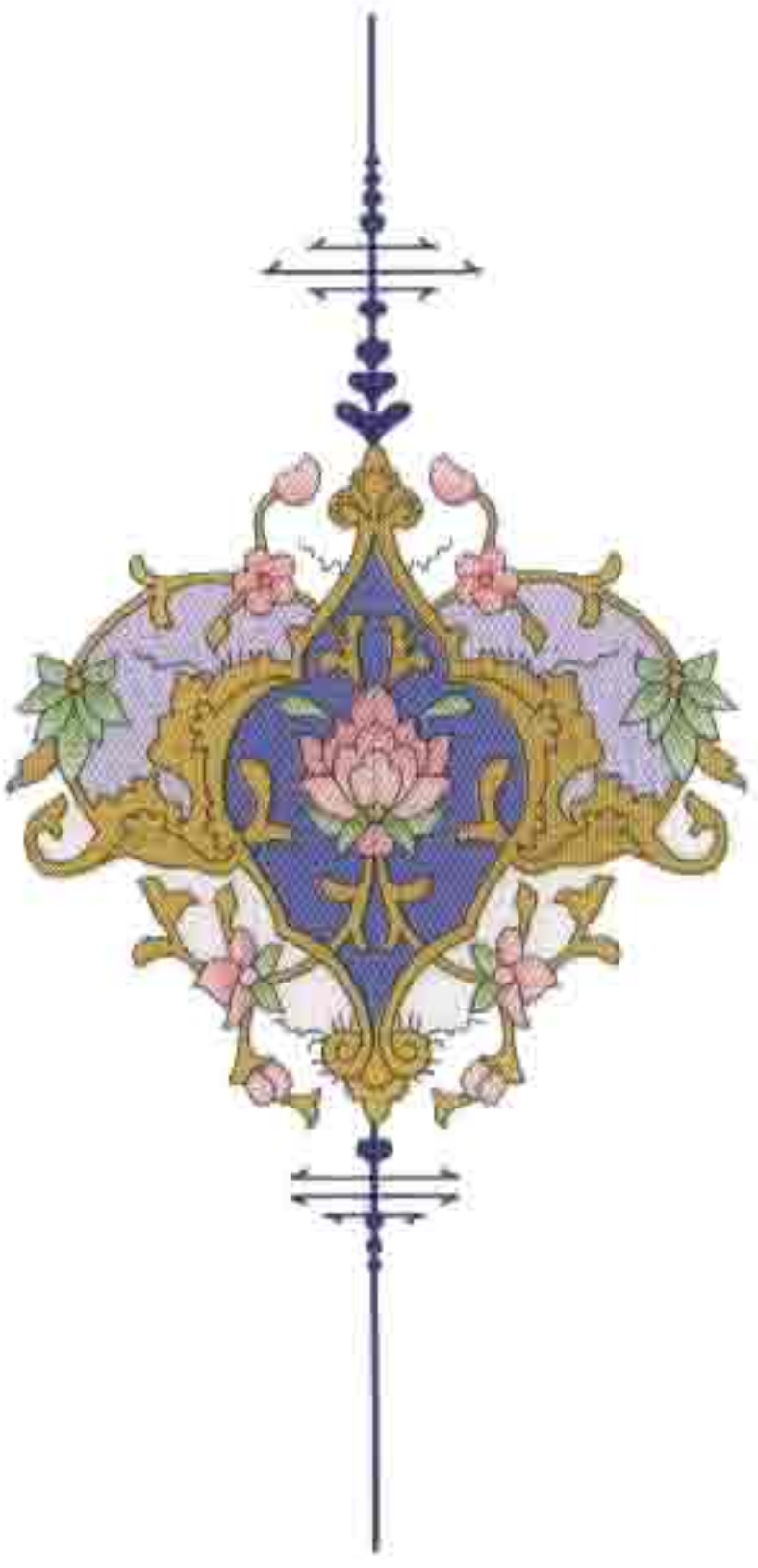


# تقریظ

جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى

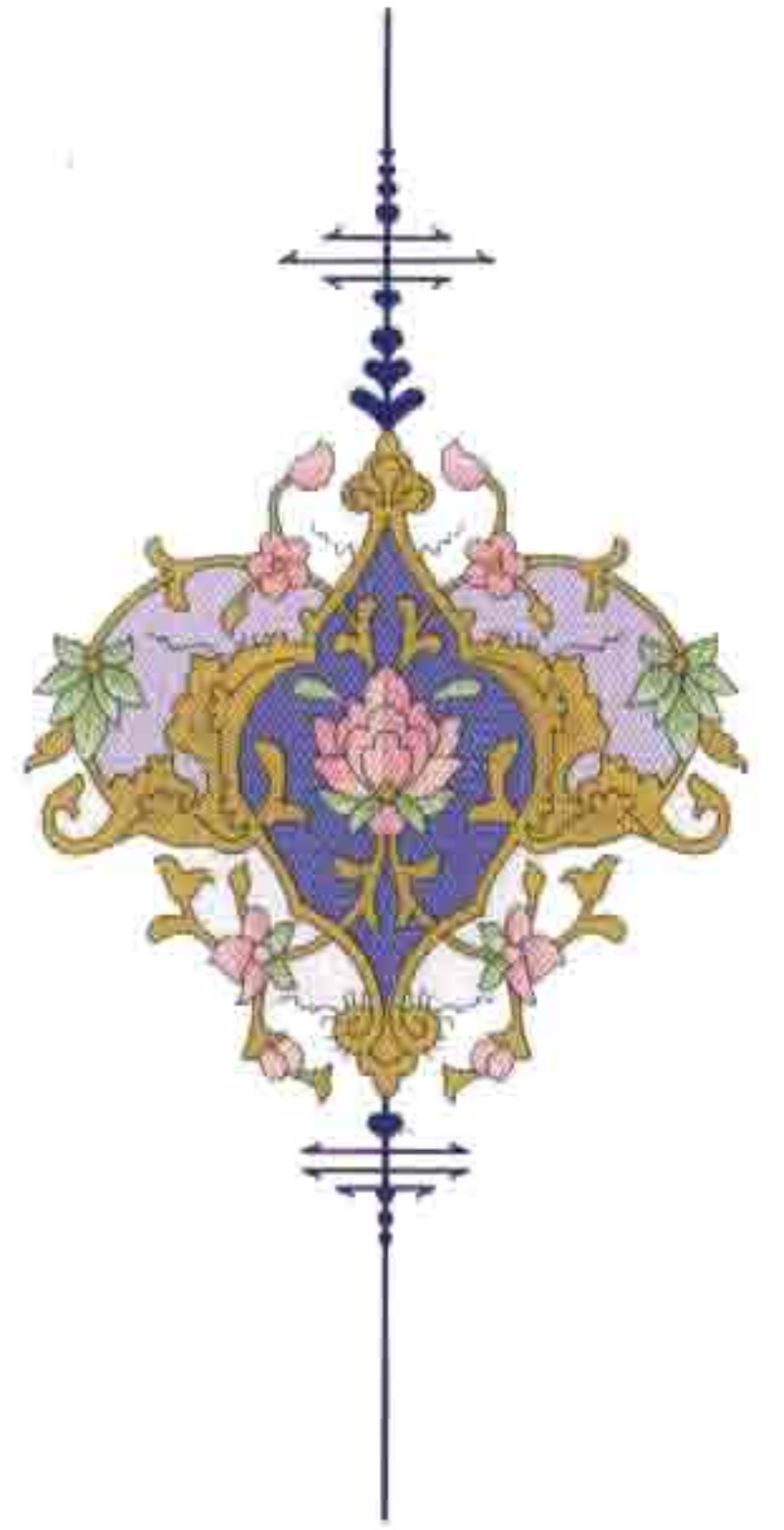
ہمارے مخدوم بزرگ حضرت سید انور حسین نفیس الحسینی (نفیس رقم) جو محبت کرنے والوں کے درمیان حضرت نفیس شاہ صاحب کے نام سے زیادہ معروف ہیں، اُن اصحابِ کمال میں سے ہیں جن کی نظیریں کسی زمانے میں خال خال ہی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فنِ خطاطی میں جو مرتبہ عطا فرمایا ہے، اور ان کے قلم سے خوشنویسی کے جو شاہکار وجود میں آئے ہیں، وہ ملک و ملت کے لئے قابلِ فخر ہیں، اور خطاطی کی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن بڑی بات یہ ہے کہ اُن کی کتابت کی طرح ان کی شخصیت بھی حُسن و جمال کا مرقع ہے، اُن کے ہاتھوں سے پھول کھلتے اور باتوں سے پھول جھڑتے ہیں۔ اپنے فن اور مہنر میں بامِ عروج تک پہنچنے کے باوجود اُن کی ادا ادا میں تواضع، مسکنت اور سادگی رچی ہوئی ہے، اور اُن کا پورا وجود حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہ کے اس فیضِ صحبت کی زندہ کرامت ہے جس نے انہیں سراپا عشق (حقیقی) بنا دیا ہے۔



عشق اور شاعری کا چولی دامن کا ساتھ ہے، جب دل میں عشق کی آگ  
 سلگتی ہے، تو اس کا دھواں شعر کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ حضرت نفیس  
 شاہ صاحب مدظلہم کی شاعری درحقیقت اسی عشق کے دھوئیں سے عبارت ہے،  
 لیکن عشق اگر مجازی ہو تو اس کے دھوئیں میں نہ جانے کتنی کثافتیں شامل ہو  
 جاتی ہیں۔

وہ عشق جس کی آگ بجھا دے اجل کی پھونک  
 اس میں مزا نہیں تپشِ انتظار کا

حضرت نفیس شاہ صاحب کا عشق چونکہ حقیقی ہے، اس لئے اس کا  
 دھواں ان کثافتوں سے پاک اور لطافتوں کا وہ دلآویز مجموعہ ہے جس کی پاکبازی  
 کی قسم کھائی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بلندیِ خیال اور سوز و گداز کے  
 ساتھ حسنِ اظہار کا وہ سلیقہ بھی عنایت فرمایا ہے۔ جسے کہنے والوں نے  
 ”سحر حلال“ سے تعبیر کیا ہے۔ وانّ من البیان لسحرا۔ یہ پاکیزہ شاعری  
 جس کی نیو عشقِ حقیقی پر اٹھتی ہے، اُس میں حمد، نعت، غزل یا نظم، اظہار کے  
 مختلف اسالیب کے نام ہیں۔ ورنہ حمد ہو یا نعت، غزل ہو یا نظم سب کا  
 منہائے مقصود ایک ہی ہوتا ہے۔ یعنی عشقِ حقیقی، اور اس لحاظ سے حمد و نعت  
 کی پاکیزگی غزل میں بھی پوری طرح جلوہ افروز نظر آتی ہے۔





اب ذرا حضرتِ نفیس کی غزل کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے:

کیوں شکوہِ غم اے دلِ ناشاد کرے ہے  
اک غم ہی تو ہے جو تجھے آباد کرے ہے

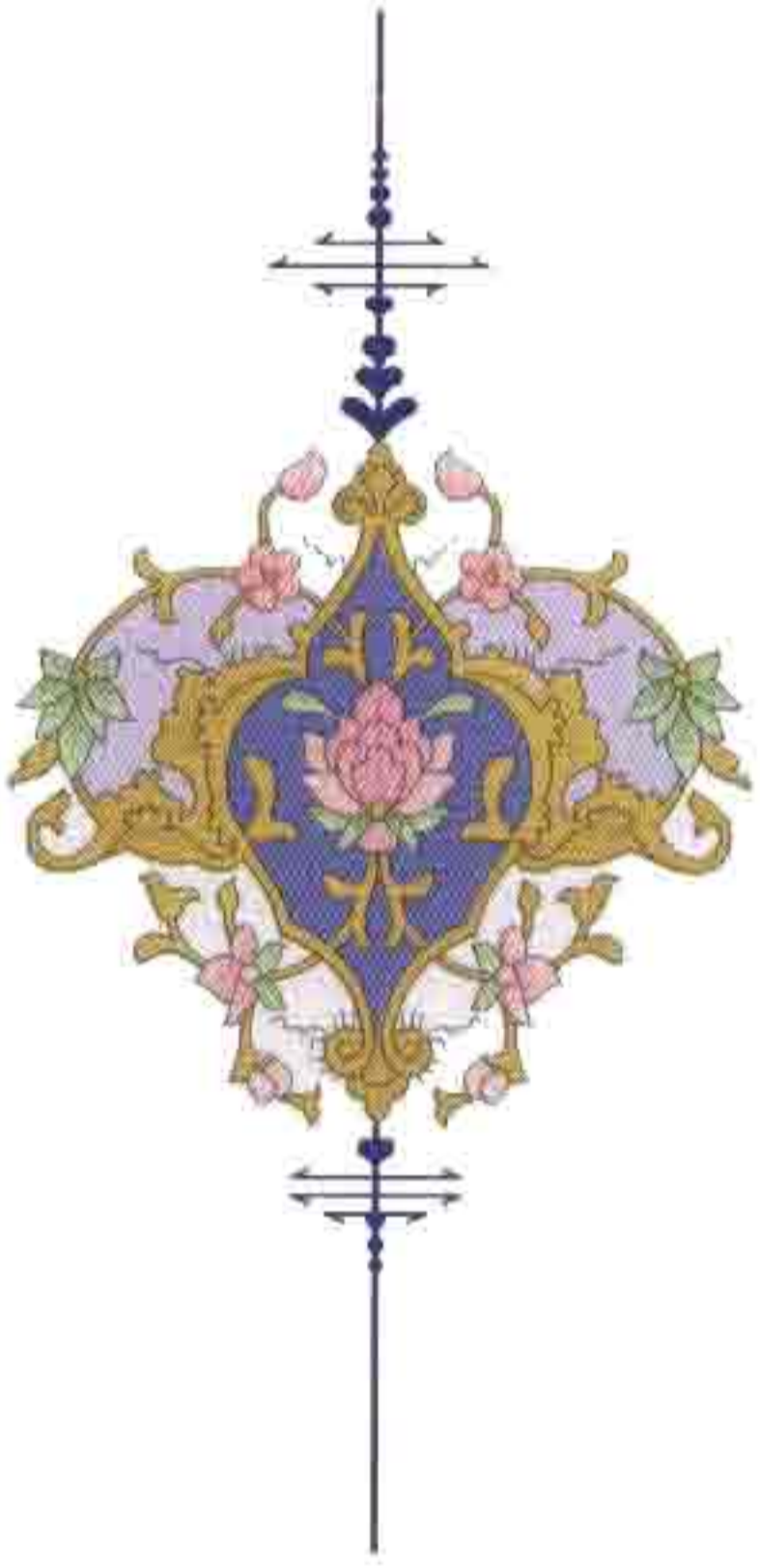
دلِ محوِ محبت ہے اسے کچھ نہیں پروا  
آباد کرے کوئی کہ برباد کرے ہے

پاؤں سے وہی عشقِ سرِ افرازیءِ عالم  
جس عشق پہ وہ حسنِ ازلِ صاد کرے ہے

ہاں ساقیِ کوثر سے صبا عرض یہ کرنا  
اک رندِ سیہ مست بہت یاد کرے ہے

کچھ جو میری سمجھ میں آئی ہے  
زندگی موت کی دُبائی ہے

روزِ اول سے جانتا ہوں انہیں  
اُن سے دیرینہ آشنائی ہے



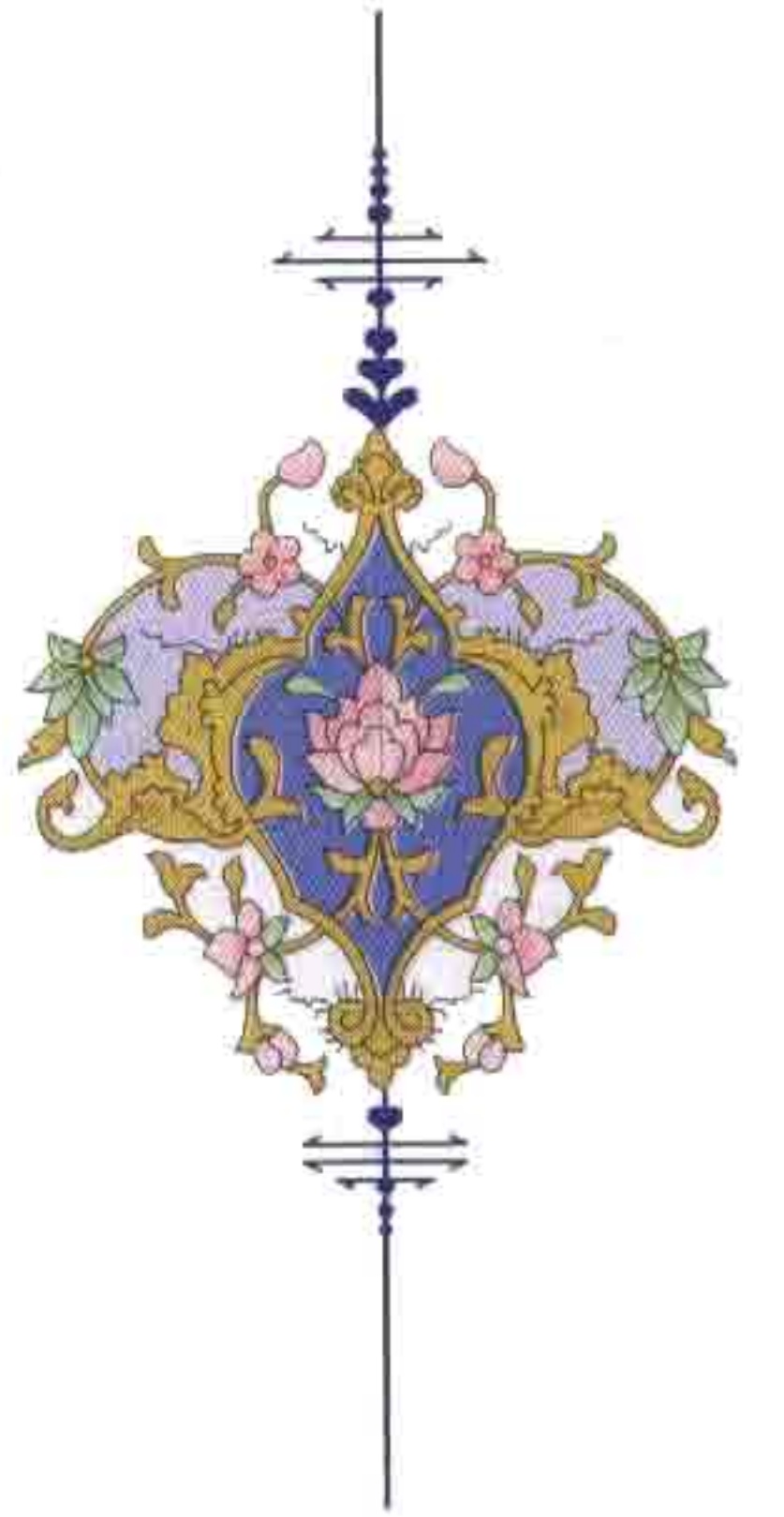
غم وہ تحریر ہے محبت کی  
 خونِ دل جس کی روشنائی ہے  
 دل کے ساغر سے پی رہا ہوں نفیس  
 وہ جو یثرب سے کھینچ کے آئی ہے

جب اس پاکیزہ کلام کے گلہائے رنگ رنگ بہ نفسِ نفیس آپ کے  
 سامنے ہیں تو میرے انتخاب کے واسطے کی ذرا بھی حاجت نہیں، لیکن میں کیا  
 کروں کہ یہ سطور لکھتے وقت حضرت نفیس کے چند اشعار یہاں نقل کئے بغیر  
 بھی رہا نہیں جاتا:

اللہ اللہ محمدؐ، ترا نام اے ساقی  
 آن گیت تجھ پہ درود اور سلام اے ساقی

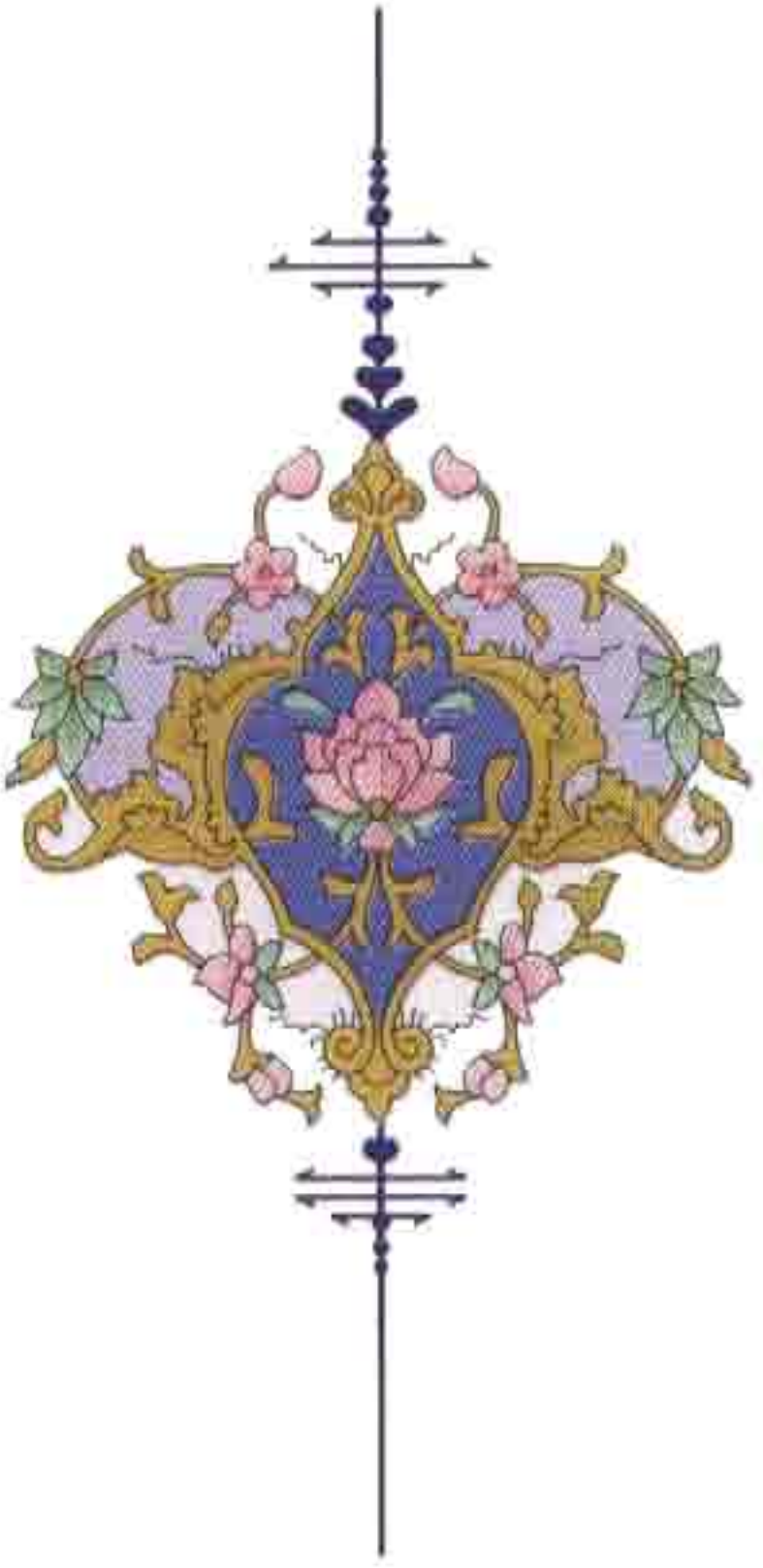
کبھی تنہائی میں محسوس کیا کرتا ہوں  
 صحنِ دل میں ترا آہستہ خرام اے ساقی

دلِ مرا ڈوب رہا ہے کہ تھی دامن ہوں  
 ہونے والی ہے اُدھر زیت کی شام اے ساقی



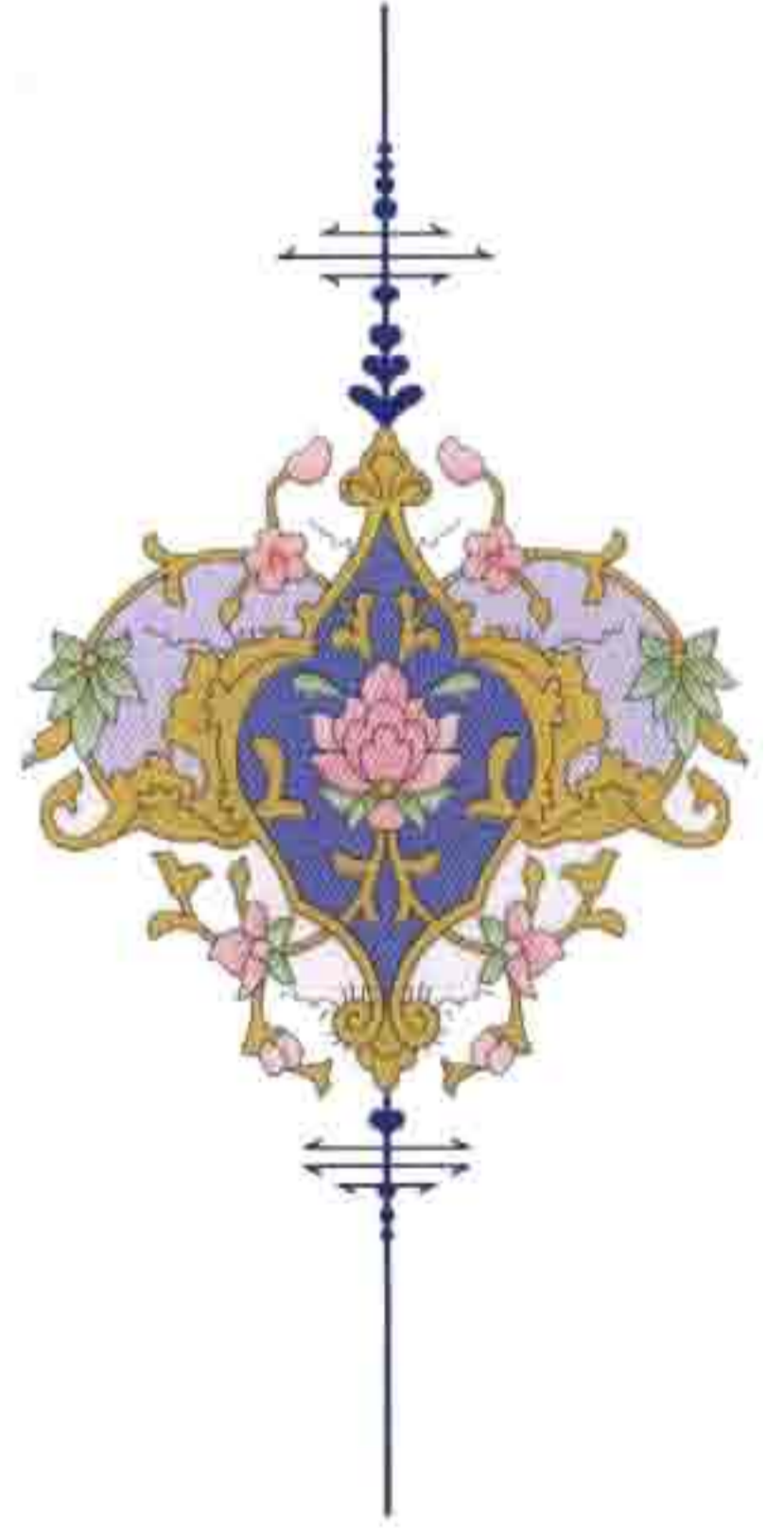
ایک امیدِ شفاعت ہے، فقط زادِ سفر  
 جس سے ہمت سی ہے کچھ کام بہ کام اے ساقی  
 لاج رکھنا کہ ترے رحم و کرم پر ہے نفیس  
 ہے ترے در کا غلام ابنِ غلام اے ساقی

ملائک ساتھ ہیں دامن سنبھالے  
 حرا سے آرہے ہیں کھلی والے  
 اُڈ آئے ہیں بادل کالے کالے  
 مرا ایمان ساقی کے حوالے  
 تجھے اے وحشتِ دل دینے والے  
 دعائیں دے رہے ہیں دل کے چھالے  
 زکوٰۃ حسنِ جاناں بٹ رہی ہے  
 گدائے عشق! قسمت آزمائے  
 بہار آئی ہے، غنچے کھل رہے ہیں  
 مرے دل! تو بھی دو دن مسکرائے



اور حضرت رائے پوریؒ کے فیض پر یہ اشعار:

ساقی، تری نظر پہ مری زندگی نثار  
تیرے فیوض رُوکشِ پنجاب ہو گئے  
تابِ جبیں سے بہ گئے سیلابِ نور میں  
تیری نظر سے غرقِ مئے ناب ہو گئے  
صحرا جو راستے میں پڑے، گرد ہو گئے  
دریا جو آئے سامنے، پایاب ہو گئے  
ضرب المثل تھیں جن کی بلا نوشیاں نفیس  
ساقی کے دردِ جام سے سیراب ہو گئے



حضرت نفیس کا کلام ایک بار پہلے بھی بعض اہلِ محبت نے از خود  
مرتب کر کے شائع کیا تھا، لیکن اس میں بہت سی اہم چیزیں رہ گئی تھیں۔  
اب بفضلہ تعالیٰ یہ کلام اپنی مکمل صورت میں شائع ہو رہا ہے جو انشا اللہ  
اصحابِ ذوق کے لئے ایک گرانقدر تحفہ ثابت ہو گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت نفیس کا  
سایہ رحمت ہم پر تادیر سلامت رکھیں۔ آمین

دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

۱۲ صفر ۱۴۲۲ھ

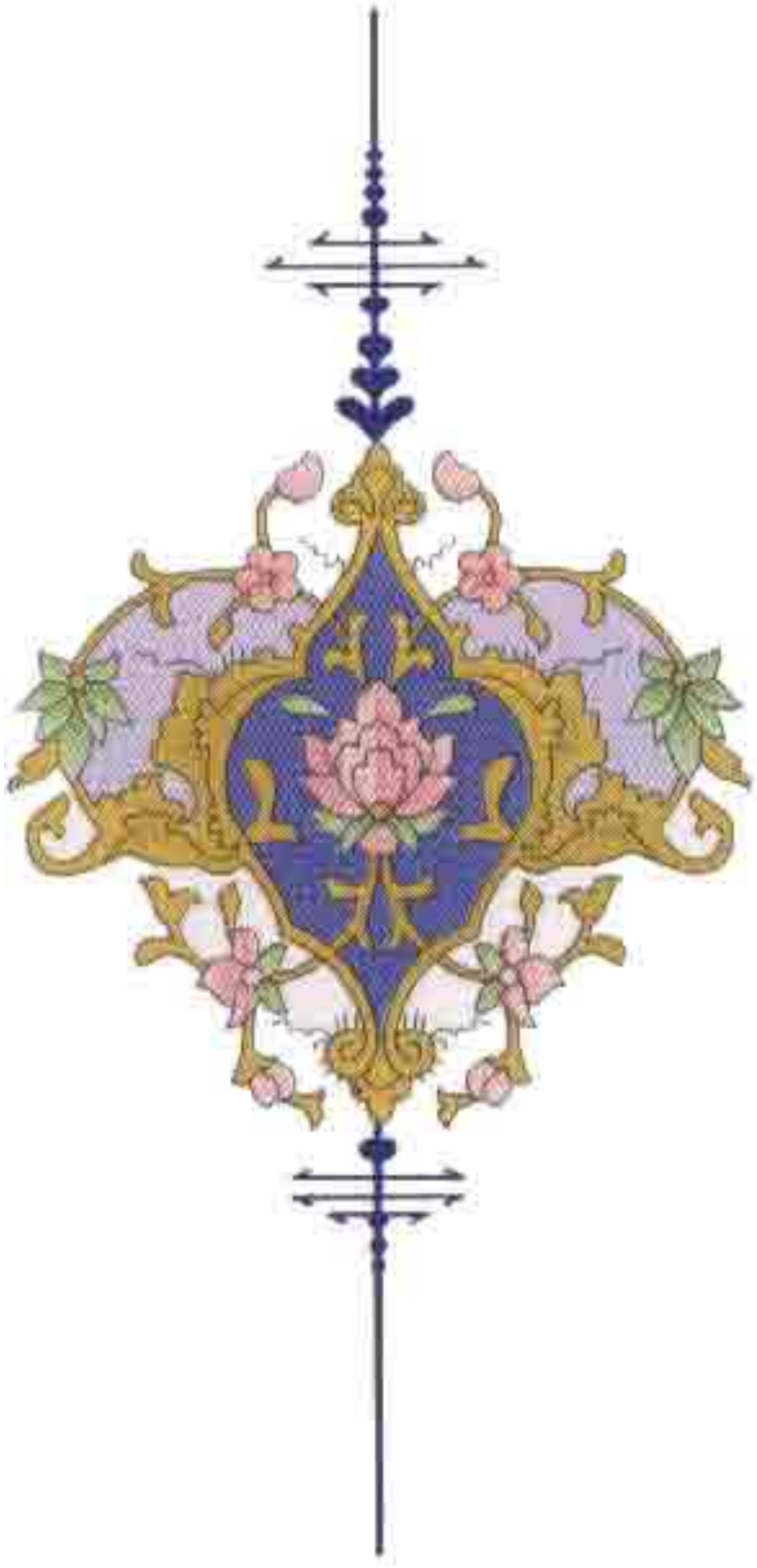
محمد تقی عثمانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ”برگ گل“

### ایک تاثراتی مطالعہ

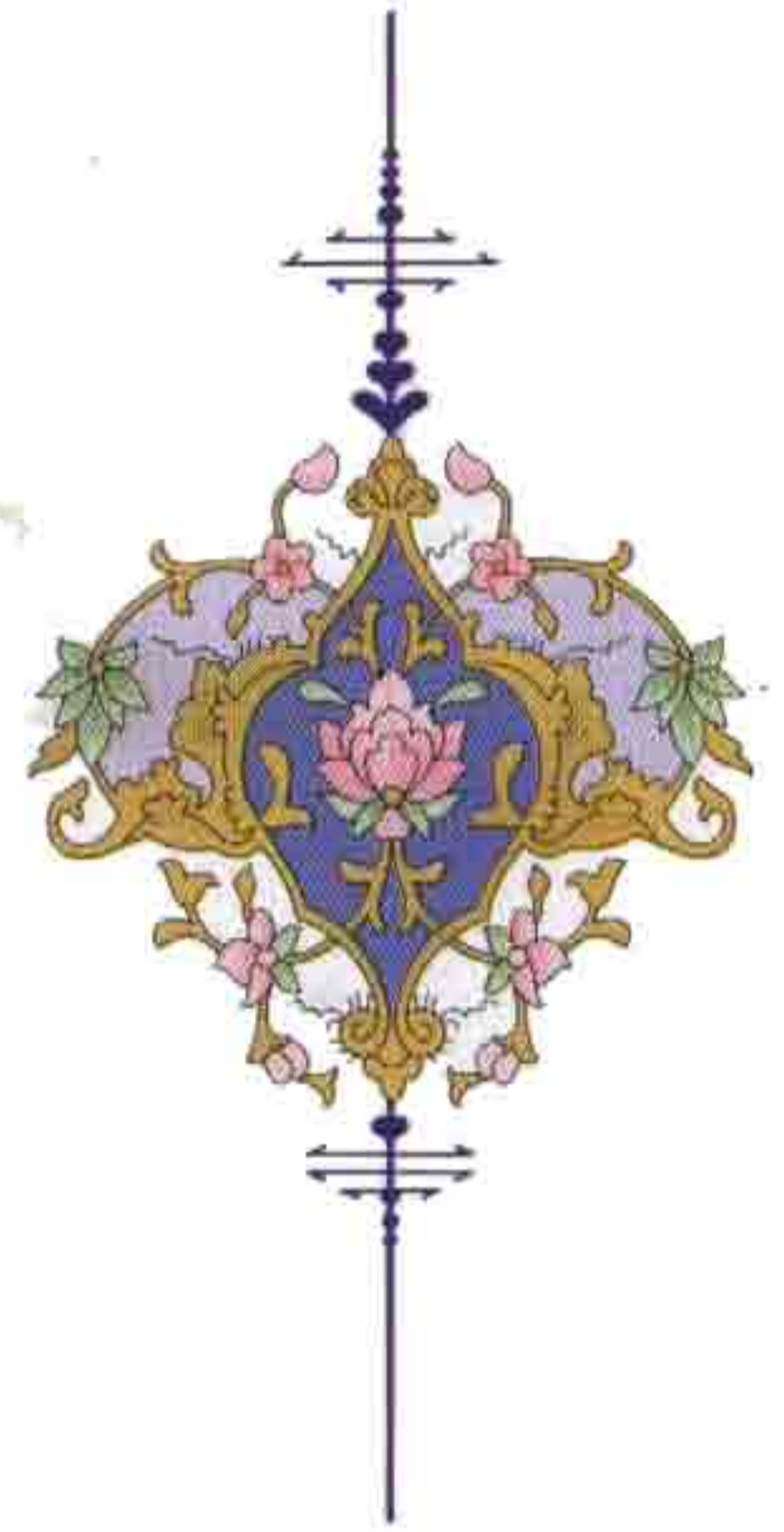
جناب سید نفیس الحسینی کو بین الاقوامی سطح پر اور بالخصوص مسلم دنیا میں خطاط کی حیثیت سے اکثر صاحبانِ علم و فن اور عوام جانتے ہیں۔ پاکستان و ہند میں آپ جادہ طریقت کے سلسلہ قادریہ کے نامور شیخ و راہنما، فاضل ادیب و محقق، متعدد دینی مدارس کے سرپرست اور تاریخِ اسلامی کے سکالر کے طور پر بھی معروف ہیں مگر ایک خوش کلام و خوش گلو شاعر کی حیثیت سے آپ اپنے ادب دوست، باذوق اور بے تکلف یارانِ محفل کے مخصوص حلقے کی جان ہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ سید مخدوم نے اپنے مشائخ طریقت کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی انا کو انکساری اور خود شکنی سے روند کر جہاں اپنی دیگر بے شمار شخصی خوبیوں اور صفات پر میچ میدانی اور اخفاء کا پردہ ڈال رکھا



ہے۔ وہاں آپ نے مشاعروں اور عام محفلوں میں کبھی اپنا کلام نہیں سنایا اور یوں عوامی حلقوں میں بطور شاعر مشہور ہونا پسند نہیں فرمایا۔ اسی طرح آپ نے اپنا کلام معروف ادبی پرچوں میں بغرض اشاعت نہیں بھجوا یا۔ شہرت پسندی آپ کا شیوہ نہیں۔

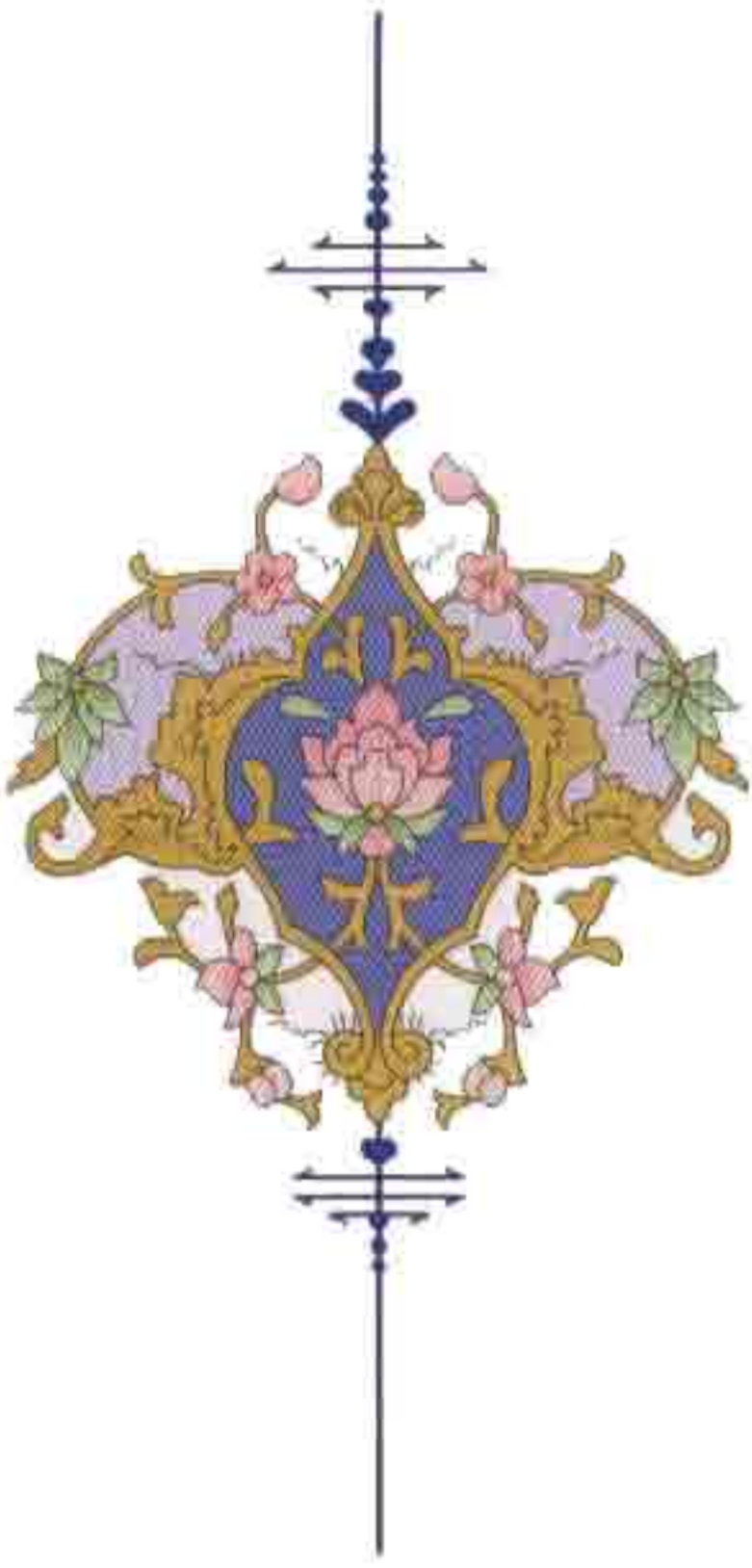
سید نفیس الحسینی شاہ صاحب کی ہمہ جہت شخصیت کے مختلف شاندار اور تابناک پہلوؤں کا احاطہ کرنے کے لیے ایک مستقل تصنیف درکار ہے زیر نظر خود منتخبہ کلام کے ابلاغ کی مناسبت سے ہم اپنے مطالعہ کو آپ کی شاعرانہ شخصیت کے ارتقاء، افکار عالیہ، اور کلام کی پرکشش اور نمایاں ادبی خصوصیات تک محدود رکھیں گے۔

جناب سید نفیس الحسینی محض ایک مرجعِ خلائق شیخ طریقت ہی نہیں بلکہ ایک نہایت خلیق و ملنسار انسان بھی ہیں وہ غمزدہ دلوں اور حاجتمندوں کے بے حد غمگسار، ہمدرد اور ہمہ وقت ان کی مدد اور خلقِ خدا کی خدمت پر کمر بستہ رہتے ہیں۔ شانِ استغناء اور غیرت و حمیت رکھنے والے درویشِ خدا مست اور صاحبِ قلم ہونے کے ساتھ وہ صاحبِ سیف بھی ہیں کیونکہ اپنے آباؤ اجداد کی پیروی میں جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر افغانستان و کشمیر کے مجاہدین کے سرپرست اور شیخ طریقت کے طور پر جہادِ اسلامی میں عملاً شریک ہیں۔ وہ تین



مرتبہ افغانستان کے جہاد کے زمانہ میں اگلے مورچوں میں ٹھہر کر مجاہدین کی حوصلہ افزائی اور ان کے لیے دعائے فتح و نصرت فرمانے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہ ولی کامل ہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔

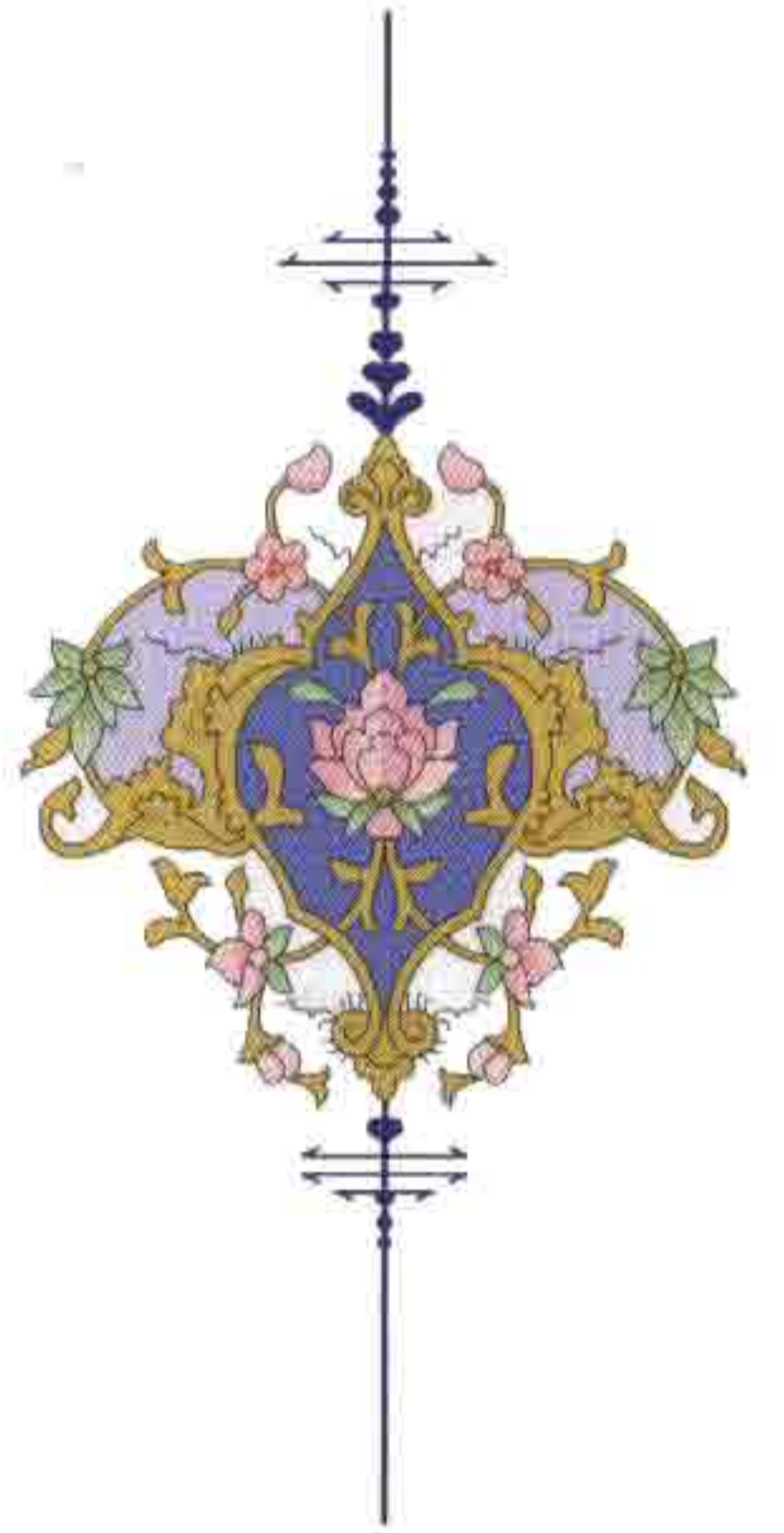
مذکورہ صفات و خصوصیات کے علاوہ مجھ سمیت بے شمار خدام اور ان کے گرویدہ و فریفتہ مداحین کو ان کی شخصیت کے جس پہلو نے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ ان کے اخلاق حسنہ کے لحاظ سے ان کا ایک عظیم انسان ہونا ہے اس ایک جملے میں ان کے تمام کمالات، اوصاف اور محاسن مجتمع ہیں۔ کبھی سوچتا ہوں کہ سید نفیس ایک کامل شیخ طریقت ہیں؟ اس دور کے عظیم ترین خطاط ہیں؟ یا ان کی شاعری اور علمیت انہیں عظمت، عبقریت اور رفعت کے اعلیٰ مقام پر متمکن کرتی ہے؟ دل و دماغ بالآخر فیصلہ دیتے ہیں کہ ان کی خطاطی بھی شاعرانہ صفات و کمالات کی مظہر ہے۔ وہ اگر نفیس مزاج شاعر نہ ہوتے۔ تو اتنے اعلیٰ اور منفرد صاحب طرز خطاط اور آرٹسٹ بھی نہ ہوتے اور اگر جناب سید نفیس اپنے اخلاق کریمانہ کے طفیل مجھے یہ گستاخانہ جملہ کہنے کی اجازت دیں تو عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ وہ اتنے بلند پایہ شیخ طریقت اور بلند اخلاق انسان بھی شاید اپنی فطرت کے بنیادی شاعرانہ جوہر اور فطری مذاق کی بنا پر



بِسْمِ اللّٰهِ التَّعَالٰی نَے انھیں یہ خصوصیت یعنی ادبی ذوق عطا فرما کر ان کے دیگر کمالات اور اوصاف کو مزید نکھار دیا ہے اور انہیں ایسے نمایاں اور بلند و بالا مقام پر متمکن فرمایا ہے جہاں سے وہ اپنے فیضانِ علمی و روحانی کی ضیاء پاشیوں سے مختلف میدان ہائے عمل میں خلقِ خدا کو منور فرما رہے ہیں۔

زمانہ ماضی یا حال کے عظیم المرتبت اور گراں قدر مشاہیر کی شخصیات کو جاننے اور سمجھنے کے لئے ان کی عمر بھر کی جدوجہد، کامرانیوں اور خدماتِ جلیلہ کے ساتھ ان کے افکار و خیالات کا معلوم کرنا بھی ناگزیر ہے جو اکثر و بیشتر ان کے خطبات و مضامین، شاعرانہ کلام یا ان کے مکاتیب کے براہِ راست مطالعہ ہی سے واضح ہوتے ہیں۔ اسی طرح مشہور و معروف مدبرین، خطباء، شعراء اور ادباء کے کلام کی کماحقہ، تفہیم و تحسین کے لیے ہمیں اولاً ان حالات و واقعات، ماحول اور ان شخصیات کا علم ہونا بھی ضروری ہے جو ان کے خیالات و احساسات، طرزِ عمل اور ان کی زندگی کی سرگرمیوں پر اثر انداز ہوئے ہمیں مذکورہ عوامل کے تناظر میں ان شخصیاتِ عظیم کی جہدِ مسلسل، تب و تاب اور محسوسات کا جائزینا ہوتا ہے۔

اسی نہج پر زیرِ نظر مطالعہ درحقیقت سید نفیس الحسینی مدظلہ العالی کے شاعرانہ کلام کو اولاً سمجھنے پھر اس سے لطف اندوز ہونے اور اس کے بعد اس



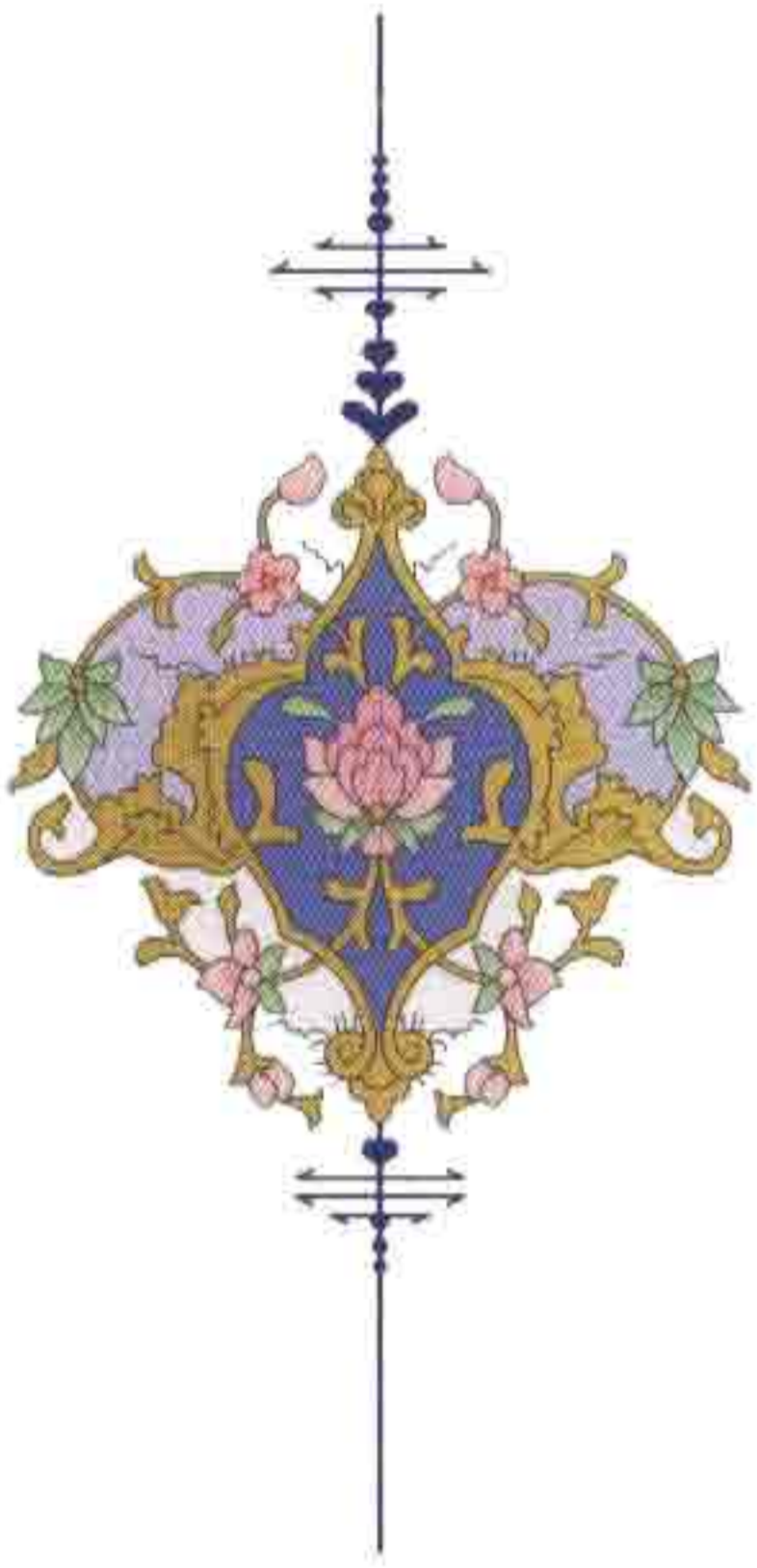


ذریعے (سیر بین) سے آپ کی دلاویز شخصیت کو قریب سے دیکھنے کی ایک طالب علمانہ کوشش ہے۔

شاہِ نفیس کا کلام منظوم اصنافِ سخن کے لحاظ سے گو زیادہ تر نظموں، غزلیات اور قطعات و رباعیات پر مشتمل ہے مگر موضوعات کے تنوع اور افکار و خیالات کی گہرائی اور وسعت کے نقطہ نگاہ سے وہ ایک ہمہ جہت سخن ور ہیں اگرچہ ان کی غزلیات میں مشاہدہ حق کی گفتگو اور عارفانہ نکات کے بیان کے لئے بادہ و ساغر کی روایت کی پاسداری موجود ہے مگر زیرِ نظر مجموعہ کلام میں بیشتر موضوعاتِ سخن حمد و نعت، قومی و ملی جذبات، جہادِ اسلامی اور اکابرینِ دین و ملت کی شاندار خدمات خصوصی طور پر نمایاں ہیں۔

## نام و نسب

آپ کا خاندانی نام انور حسین ہے۔ نفیس الحسینی قلمی نام ہے۔ سلسلہٴ نسب چودہ واسطے سے خواجہ دکن حضرت سید محمد گیسو دراز قدس سرہ (م ۸۲۵ھ) تک پہنچتا ہے۔ پنجاب میں سادات گیسو دراز کے مورثِ اعلیٰ حضرت شاہ حفیظ اللہ حسینی گلبرگوی قدس سرہ خاندانی روایت کے مطابق ۱۱۳۳ھ میں دکن سے تشریف لائے۔ مسکن و مدفن نواحِ سیالکوٹ ہے۔



## ولادت

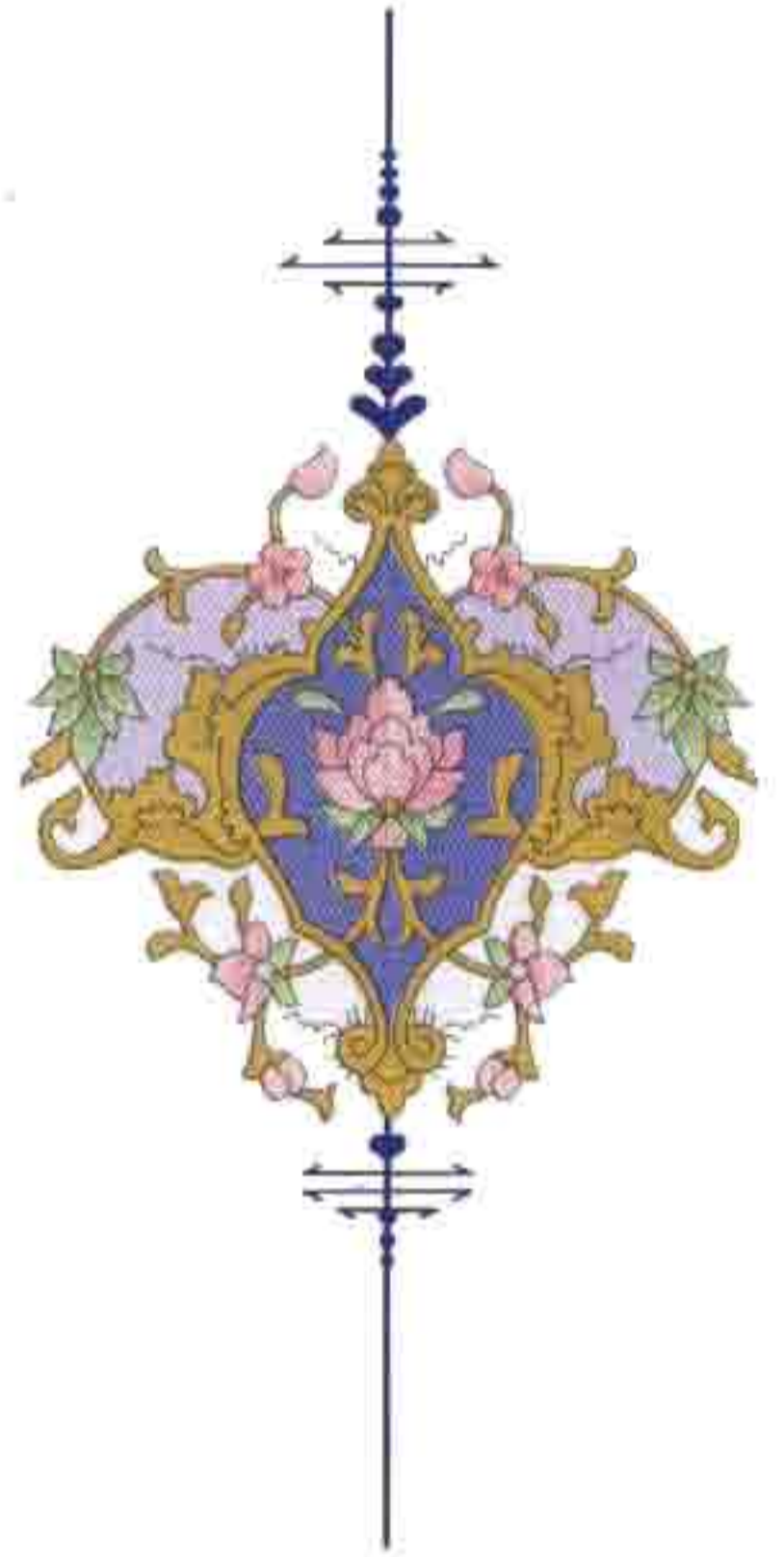
آپ کی پیدائش ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۵۱ھ (۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء) کو  
گھوڑیالہ (ضلع سیالکوٹ) میں ہوئی۔

## تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم قریبی قصبہ بھوپالوالہ کے ہائی سکول میں  
پائی۔ ۱۹۴۷ء میں اپنے خالِ مکرم حضرت مولانا سید محمد اسلم (فاضل دیوبند)  
کے پاس لائل پور (موجودہ فیصل آباد) چلے گئے۔ قیام پاکستان کے دن لائل پور  
میں تھے۔ مولانا سید محمد اسلم صاحب کو خاتم المحدثین حضرت مولانا محمد انور  
شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ ان سے کچھ علمی استفادہ  
کیا۔ گورنمنٹ کالج لائل پور سے بھی انٹر میڈیٹ تک تعلیم پائی۔ فن خطاطی  
آپ نے اپنے والد ماجد خطاط القرآن سید محمد اشرف علی سے حاصل کیا۔  
۱۹۴۸ء میں ان کے زیر سایہ باقاعدہ فنِ کتابت کا آغاز کیا۔

## ذوقِ شعر و سخن

موزونی طبع یوں تو ابتدائے شعور ہی سے ودیعت تھی، قیام لائلپور کے  
زمانہ میں شعر و سخن کا ذوق بھی نشوونما پاتا رہا۔ ۱۹۴۹ء میں حضور نبی



کریم ﷺ کی خدمت میں پہلا اور غائبانہ سلام عرض کیا۔ گورنمنٹ کالج لائل پور کے سال اول کے طالب علم سید انور زیدی کے نام سے ان کی نعتیہ نظم کالج کے ادبی میگزین میں شائع ہوئی پندرہ سال کی عمر میں کھی گئی اس نظم "سلام" کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔ یہ ان کی فطرت میں موجود پوشیدہ شاعرانہ جوہر کو نمایاں کر رہے ہیں اور مستقبل کے صاحبِ طرز ادیب و شاعر کے اندازِ فکر اور جذبات کی غمازی کر رہے ہیں۔

سلام اے شمعِ روشن، چشمِ عبداللہ کی بینائی  
 زمانہ تجھ پہ قرباں ہے، فرشتے تیرے شیدائی

”تری آمد سے رونق آگئی گلزار ہستی میں“  
 عنادل چہما اٹھے ”بہار آئی، بہار آئی“

ترے در سے کوئی سائل تھی دامن نہیں لوٹا  
 تری رحمت کے دامن کی ہے لا محدود پہنائی

نوجواں شاعر سید انور زیدی کے زمانہ طالب علمی اور اس سے متصل دور کی شعری کاوشیں بیشتر غزلیات پر مشتمل ہیں اگرچہ انہوں نے بہت عمدہ نظمیں

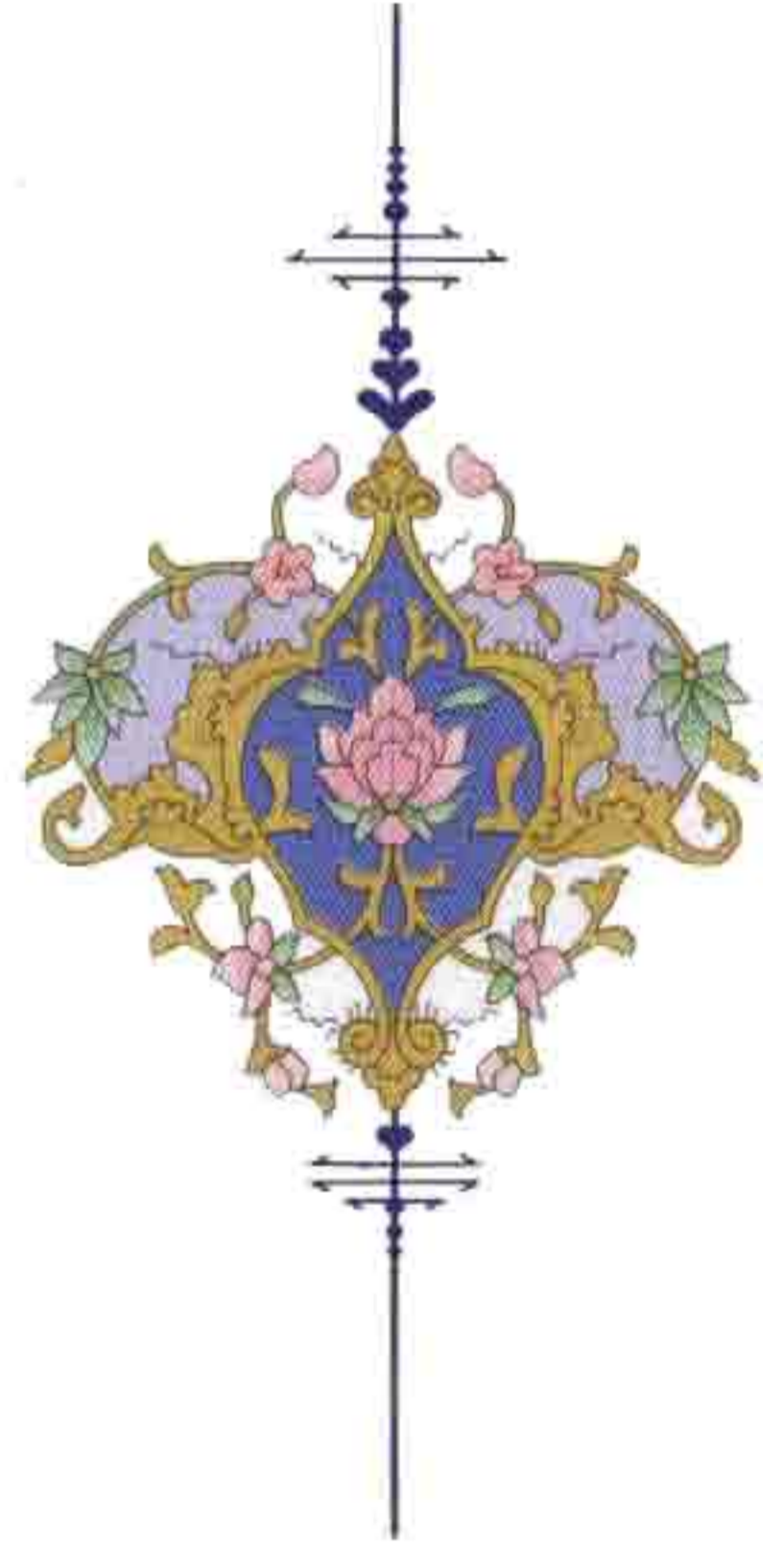


بھی کھی ہیں۔ ان غزلیات کا اکثر حصہ انہوں نے پیش نظر مجموعہ انتخاب میں شامل نہیں کیا۔ اس زمانے کی غزلیات سے محض چند ایک ہی اس مجموعہ کلام کے لئے منتخب کی گئی ہیں۔ اس کی وجہ سید نفیس نے، جگر مرحوم کے الفاظ میں، یوں بیان فرمائی:

شباب میں اے جگر، غزل تو حقیقتاً ہی غزل تھی لیکن  
غزل میں یہ وسعتیں کہاں تھیں شعورِ فکر و نظر سے پہلے

جہاں تک اپنی فہم کا تعلق ہے یہ "ادبی خود احتسابی" ان کے موجودہ مقامِ رشد و ہدایت پر فائز ہونے، عالمانہ تقدس اور شعورِ فکر و نظر کا فطری تقاضہ ہو سکتی ہے مگر ان کی شاعری کے اولین دور کا جائزہ لینے والے صاحبِ نظر نقاد کے لئے ان خوبصورت غزلیات کو یکسر نظر انداز کرنا مشکل ہوگا۔ لیکن اس زمانے کی غزلیات کے نقد و نظر کے لئے ایک علیحدہ مطالعہ درکار ہے۔

لائل پور (فیصل آباد) کے زمانہ قیام میں انہوں نے بہت عمدہ نظمیں بھی کھی ہیں مثلاً "دعوتِ عمل" ان کی ایک پر جوش قومی و ملی جذبات سے بھر پور نظم ہے۔ یہ لاہور منتقل ہونے سے دو تین روز قبل ۱۸ ستمبر ۱۹۵۱ء کو کھی گئی اور ماہنامہ "حکیم مشرق" لائلپور کے شمارہ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں سید انور زیدی کے نام سے ان کے اپنے سوادِ خط میں شائع ہوئی گو کہ یہ نظم زیرِ نظر



مجموعہ میں شامل نہیں تاہم ان کے اُس وقت کے قومی جذبے، جوشِ جہاد،  
اور قوتِ عمل کی بھرپور عکاسی کرتی ہے:-

دلوں میں حکمتِ قرآن لیے ہوئے اٹھو  
جلالِ بوذرؑ و سلماںؑ لیے ہوئے اٹھو

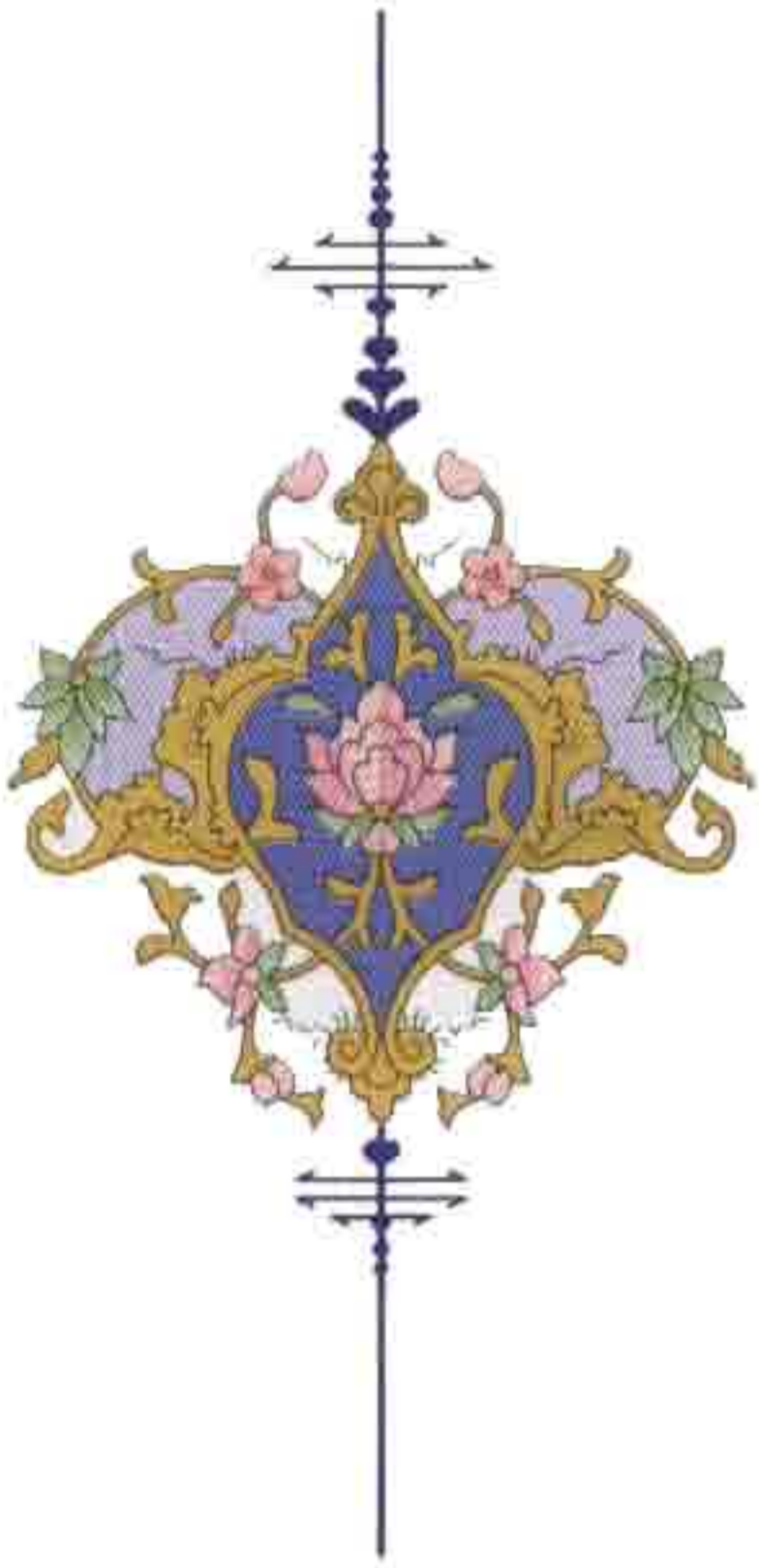
وہ ہند دعوتِ یلغار دے رہا ہے تمہیں  
رگوں میں خونِ شہیداں لیے ہوئے اٹھو

پکارتی ہے تمہیں آج وادیِ کشمیر!  
دلوں میں جوش کا طوفاں لیے ہوئے اٹھو

تمہارے مدِ مقابل ہیں کفر کے لشکر!  
علیؑ کی قوتِ ایماں لیے ہوئے اٹھو

تمہارے دین کی عظمت ہے چوٹ کھائے ہوئے  
جگر پہ داغِ نمایاں لیے ہوئے اٹھو

اٹھو اور اٹھ کے زمانے کو اپنے زیرِ کرو  
یہ کام ایسا نہیں ہے کہ اس میں دیر کرو



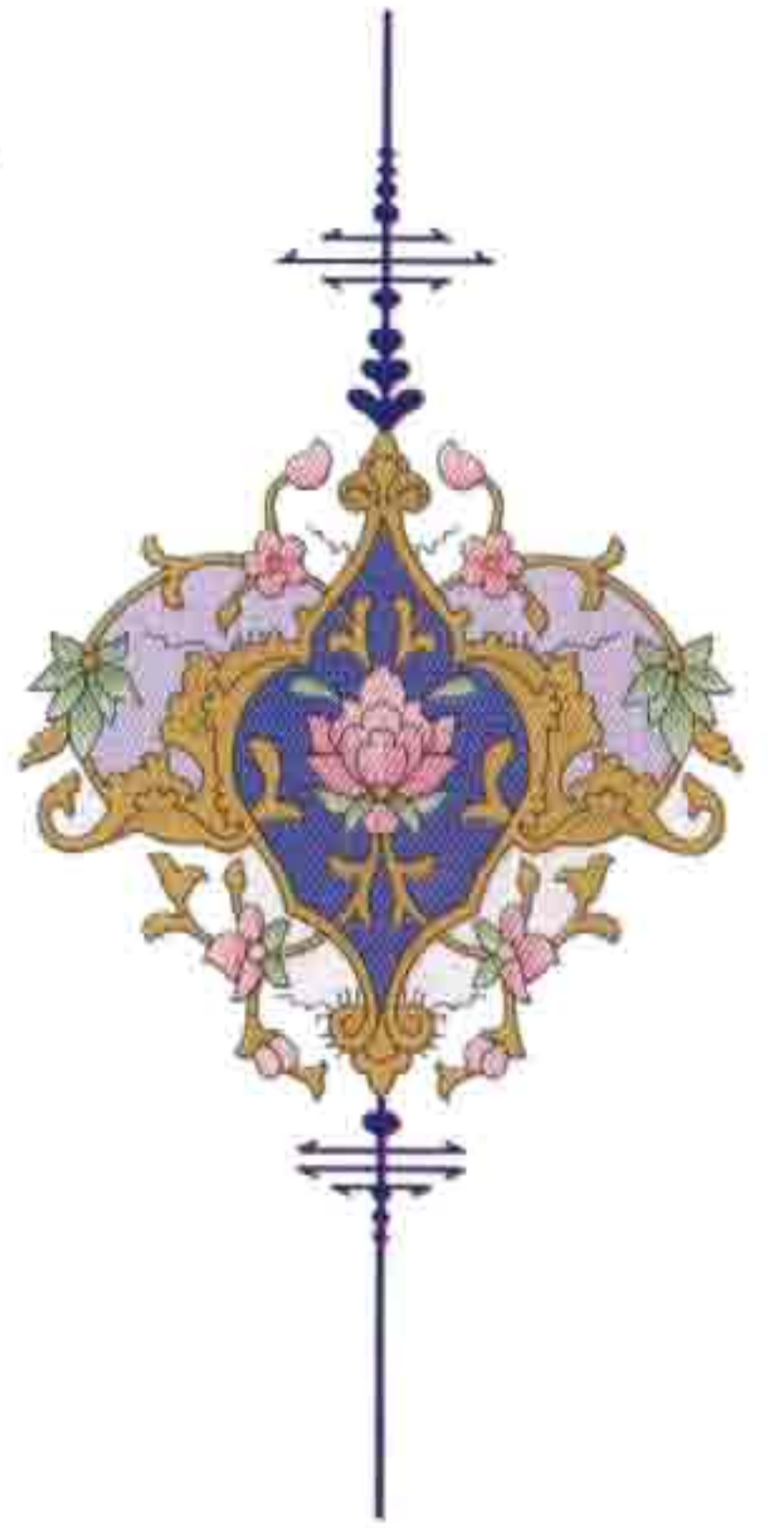
## سکونت لاہور

سید نفیس الحسینی ۲۳ ستمبر ۱۹۵۱ء کو لائلپور سے لاہور منتقل ہو گئے، لاہور پہنچ کر پہلے چند ماہ روزنامہ احسان اور پھر نوائے وقت میں بحیثیت خطاط سرخی نویس پانچ برس کام کیا۔ اس دوران میں بھی ذوقِ سخن قائم رہا۔ اس دور (۱۹۵۰-۱۹۵۳ء) کے کلام کا بیشتر حصہ لاہور کے رور ناموں نوائے وقت، نوائے پاکستان، احسان، آواز وغیرہ میں شائع ہوتا رہا لیکن جیسا گذشتہ سطور میں بیان ہوا انہوں نے اپنا کلام کبھی مشاعروں میں سنایا اور نہ کسی مخصوص حلقہ ادب سے وابستہ ہوئے۔ بقول خود یہ ان کا مزاج ہی نہیں ہے۔

## انور زیدی سے نفیس الحسینی تک

ہم دیکھ چکے ہیں کہ اپنی شاعری کے آغاز میں انہوں نے بعض غزلوں میں اپنا تخلص انور بھی کیا۔ خطاطی کے لیے چونکہ نام ”نفیس رقم“ بہت پہلے لکھنا شروع کر دیا تھا اس لئے شاعری میں ”نفیس“ اور نثر کے لیے ”نفیس الحسینی“ لکھنے لگے۔ ”حسینی“ کو اپنے نام کا جزو بنانے کی وجہ آپ نے ایک مرتبہ یوں بیان فرمائی:

”اگرچہ شروع ہی سے مذہبی رجحانات کا غلبہ تھا لیکن (۱۹۵۳-۵۴ء)

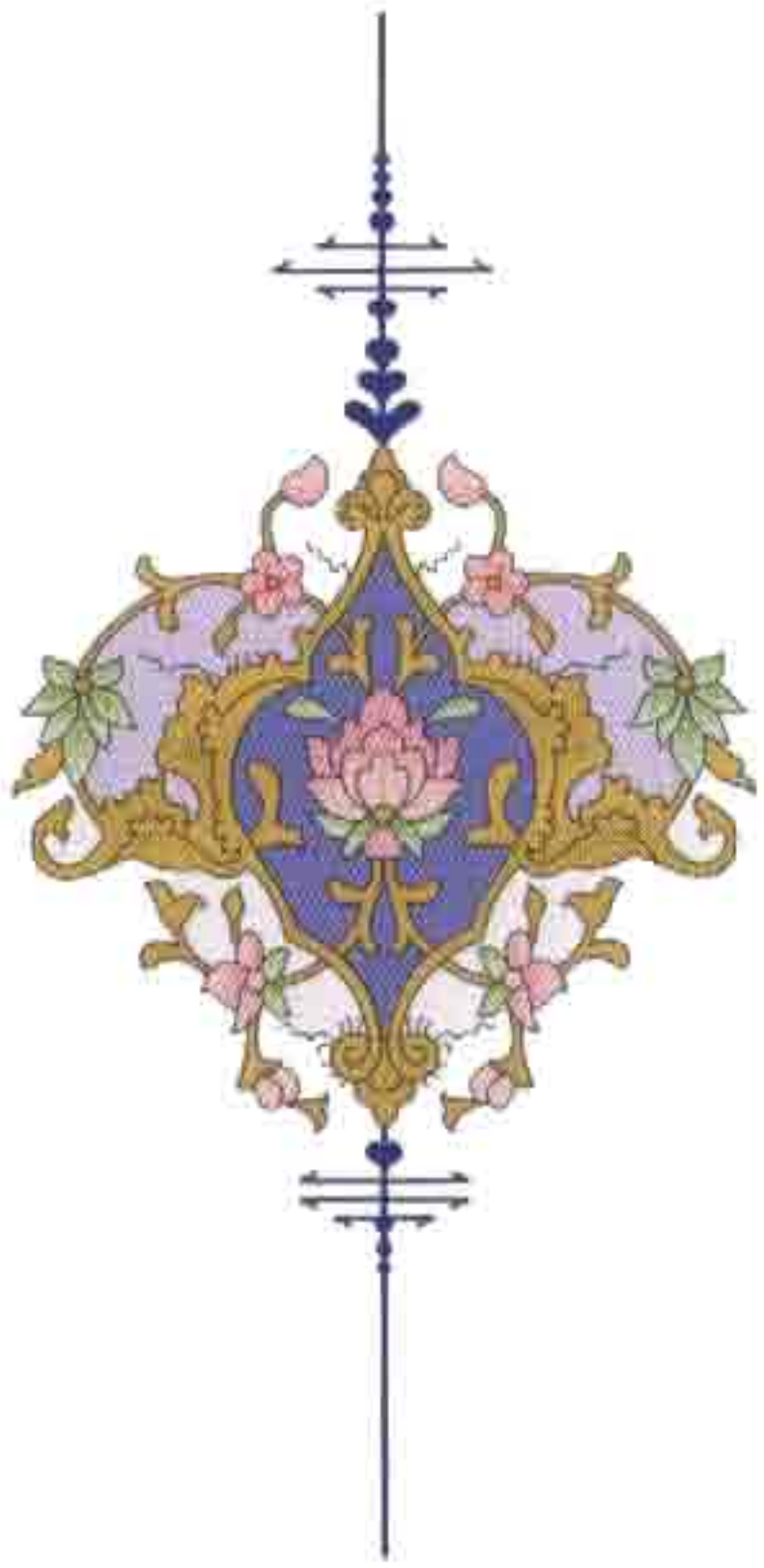


میں طبیعت تمام تر تصوف کی طرف مائل ہو گئی۔ میں تصوف میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کے شدید جذبے کے زیر اثر داخل ہوا۔ ان ہی کی محبت نے مجھے دین اسلام کا پر عزیزت راستہ دکھایا اور طریقت کی طرف مائل کیا۔

اپنے اللہ کا صد شکر ادا کرتا ہوں  
جس نے وابستہ کیا دامنِ شبیر کے ساتھ

اپنے مورثِ اعلیٰ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عزیزت، بے مثال قربانی، صبر و استقامت، اور علو شان کے مقابلے میں اپنی در ماندہ زندگی کے حالات سے شرمندہ ہو کر انفعالی کیفیت میں دیر تک آبدیدہ رہا کرتا تھا۔ اسی طرح میرے جد امجد حضرت خواجہ گیسو دراز سے فطری محبت کے باعث آپ کے نام ”محمد الحسینی“ کے جزو آخر نے بھی ترغیب دلائی چنانچہ اسی خاندانی نسبت کے زیر اثر نفیس کے ساتھ ”الحسینی“ لکھنا شروع کر دیا بالآخر عنایاتِ خداوندی نے شیخ وقت قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راسپوری قدس سرہ (م ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء) کی خدمت مبارک میں پہنچا دیا۔ گویا سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت و عقیدت میرے راہ سلوک و طریقت اختیار کرنے کا مقدمہ اور پیش خیمہ بنی۔“

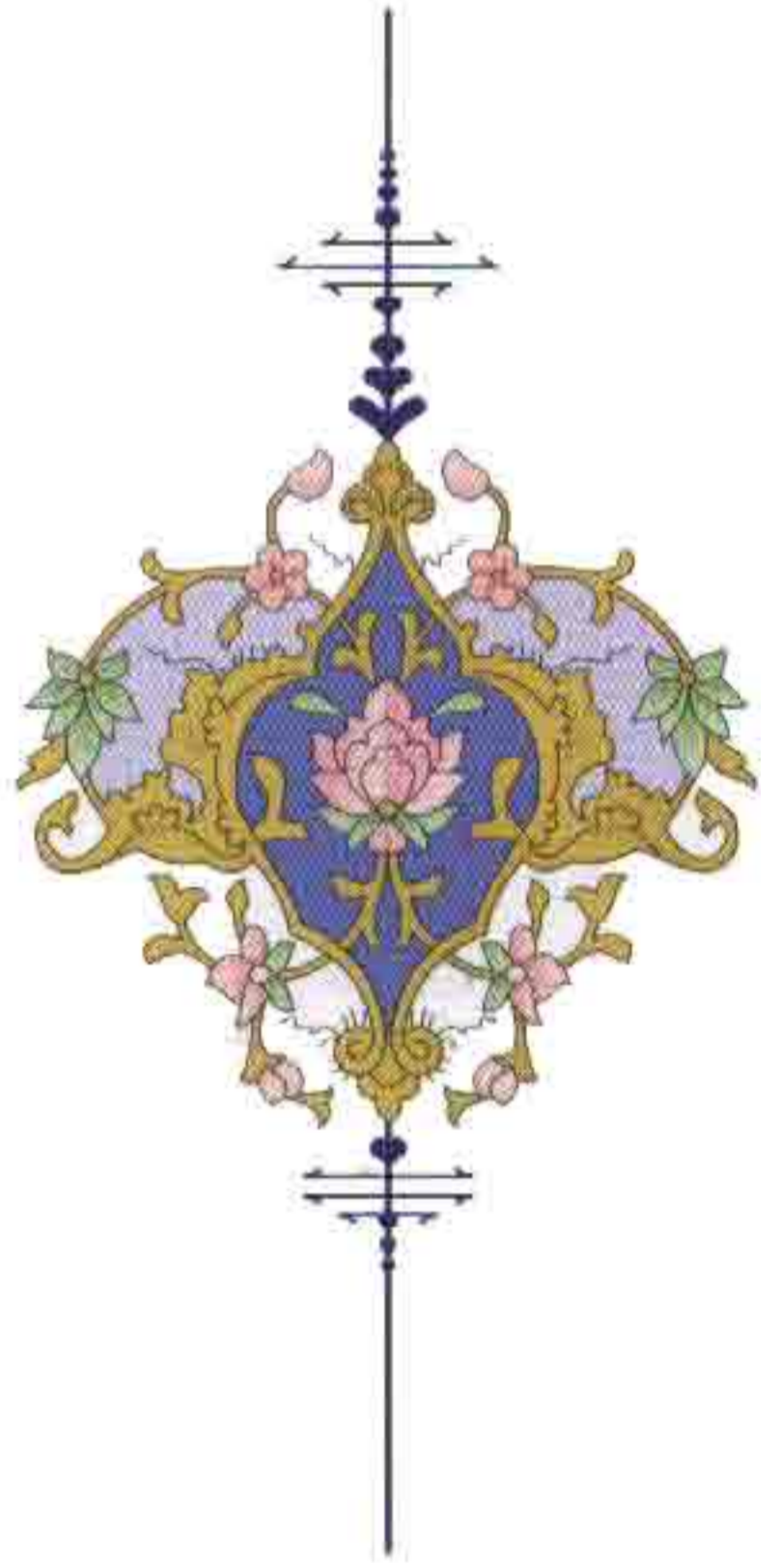
۵۱-۱۹۵۲ء ہی میں اپنے خاندان کے محترم بزرگ صوفی مقبول



احمد شاہ صاحب کے سفر حج کے موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ اقدس پر  
پیش کرنے کے لئے اپنی ایک نعت "بِحضور امام الانبیاء سید المرسلین ﷺ  
انہیں لکھ کر دی اور ان کی وساطت سے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں اپنی  
عقیدت و محبت کا نذرانہ اشعار میں پیش کیا ہے

میں ہر آستاں چھوڑ کر آگیا ہوں      مواجہ پہ با چشمِ تر آگیا ہوں  
رسالت پناہا ، نبوت کلابا،      اک امید وارِ نظر آگیا ہوں  
محبت کے سگے عقیدت کی نقدی      یہی لے کے زادِ سفر آگیا ہوں  
مجھے لوگ کہتے ہیں مقبولِ احمد      اس ارماں اس امید پر آگیا ہوں  
یہ اشعار اردو زبان کے مطلعِ ادب پر ایک اُبھرتے ہوئے نوجوان شاعر کے  
جذبِ دروں، اُن کی طبیعت کے سوز و گداز اور سلامتی فکر کے آئینہ دار ہیں جو  
اُن کی آئندہ شاعری کی مستقل بنیاد بنے۔

اسی زمانہ میں ”اُسوہ شہیر“، ”گر بلا کے بعد“، ”ذکر حسنین رضی اللہ  
عنہما“، ”انتم الاعلون“ اور چند غزلیات مثلاً ”وہ سزاوارِ پارسائی ہے“، ”وہ  
دل کہ دید سے تھا پریشانِ آرزو“، ”آرزو ہے کہ خاک ہو جاؤں“ کھی گئیں۔  
ان نظموں اور غزلوں میں ہمیں نوجوان شاعر سید نفیس حُبِ وطن اور  
جوشِ جہاد کے جذبات سے سرشار اور اپنے اسلاف سے نسبی تعلق رکھنے پر





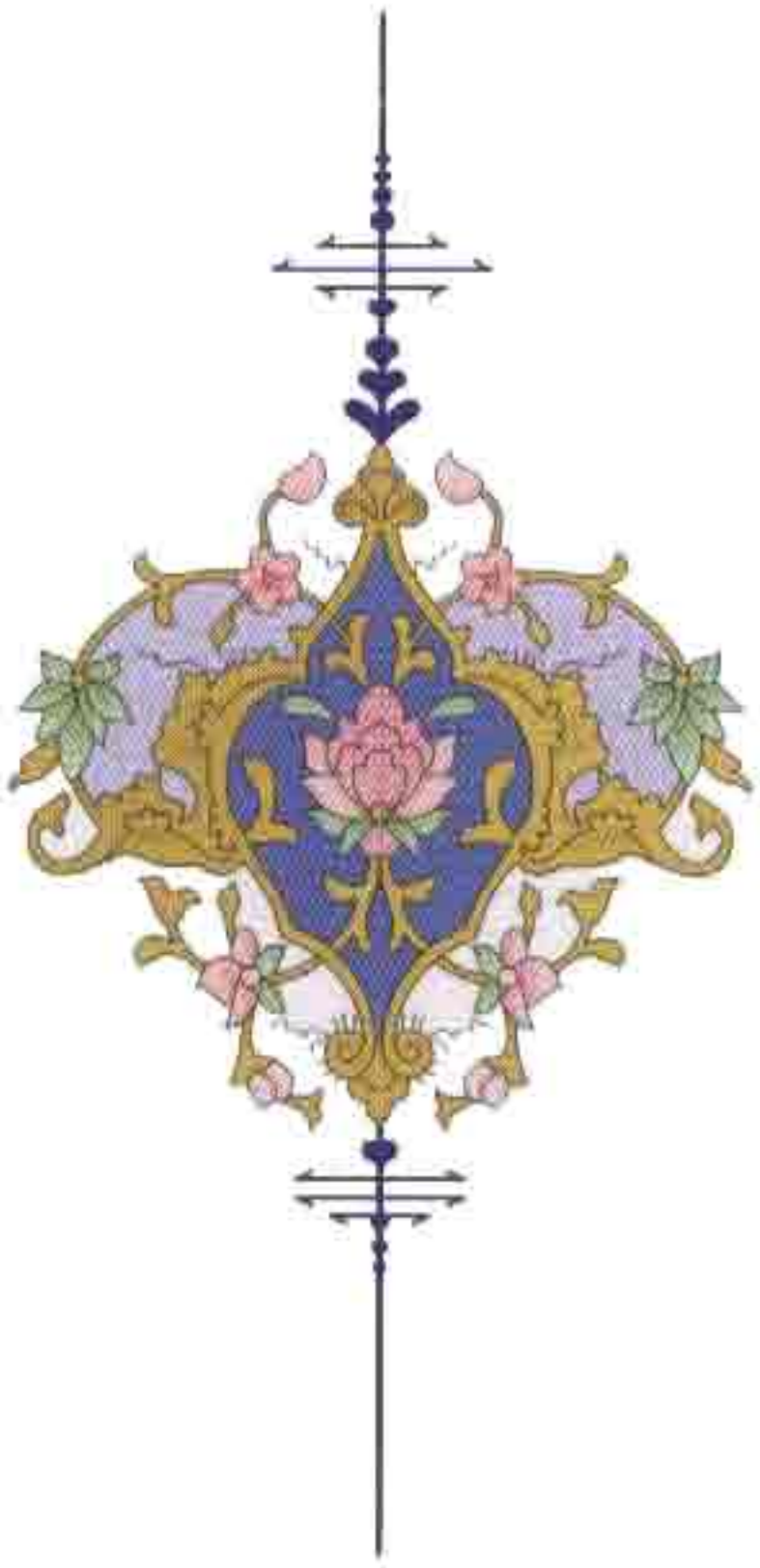
بے حد مسرور نظر آتے ہیں مگر اپنی ذات کو اُن اکابر سے نہایت درجہ فروتر سمجھتے ہیں۔

اللہ اللہ! یہ نسب مرتضائی ہے مصطفائی ہے  
 ننگِ اسلاف ہوں! معاذ اللہ توبہ توبہ! یہ بے وفائی ہے  
 جو برائی ہے میری اپنی ہے اُن کا صدقہ ہے جو بھلائی ہے

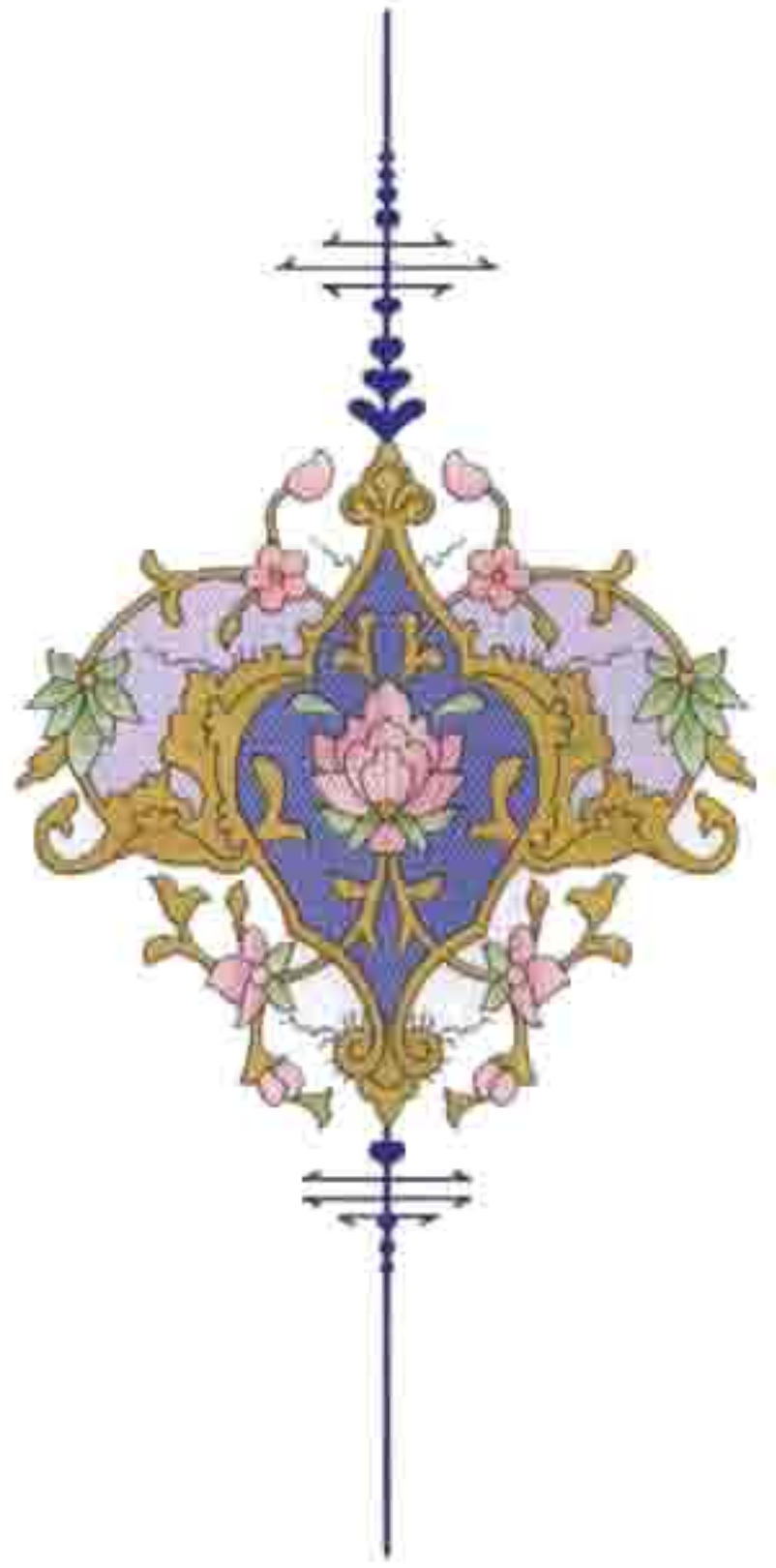
### ارتقائے فکری و روحانی

سید نفیس الحسینی کا گھرانہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آغاز ہی سے دینِ اسلام کی عالمگیر حقانیت اور اس کی روحانیت کے علم برداروں کا خاندان ہے۔ آپ کے جدِ امجد قطب الاقطاب خواجہ دکن حضرت سید محمد حسینی گیسودرہ کا مزار مبارک گلبرگہ شریف (جنوبی ہندوستان) میں آج بھی مرجعِ خلافت ہے آپ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے جانشین حضرت خواجہ نصیر الدین چراغِ دہلی کے روحانی فرزند اور خلیفہ اعظم ہیں۔

حضرت سید محمد حسینی رحمہ اللہ اور اپنے خاندانی پس منظر کے بارے میں سید نفیس اپنی تالیف ”شمامہ سید محمد گیسودرہ“ میں فرماتے ہیں۔ ”آپ کا خاندان عالیشان مدینہ منورہ سے عراق اور پھر عراق سے خراسان منتقل ہوا۔ آپ کے آباؤ اجداد میں حضرت سید ابوالحسن زید الجندی پہلے بزرگ ہیں جنہوں



نے برصغیر پاک و ہند کو اپنے قدمِ میمنت لزوم سے مشرف سے فرمایا۔  
 حضرت زید الجندی اپنے آبا سے کرام کی سنتِ جہاد کے علمبردار تھے  
 آپ سرفروش مجاہدین کی ایک جماعت کے ہمراہ خراسان سے علمِ جہاد بلند کیے  
 ہوئے فتحِ دہلی کے لیے کسی بار تشریف لائے۔ ایک معرکہ عظیم میں  
 دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہادت کی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔ حضرت  
 خواجہ گیسودراڑ کے ملفوظات "جوامع الکلم" میں حضرت زید الجندی کا ذکر خیر  
 آیا ہے۔



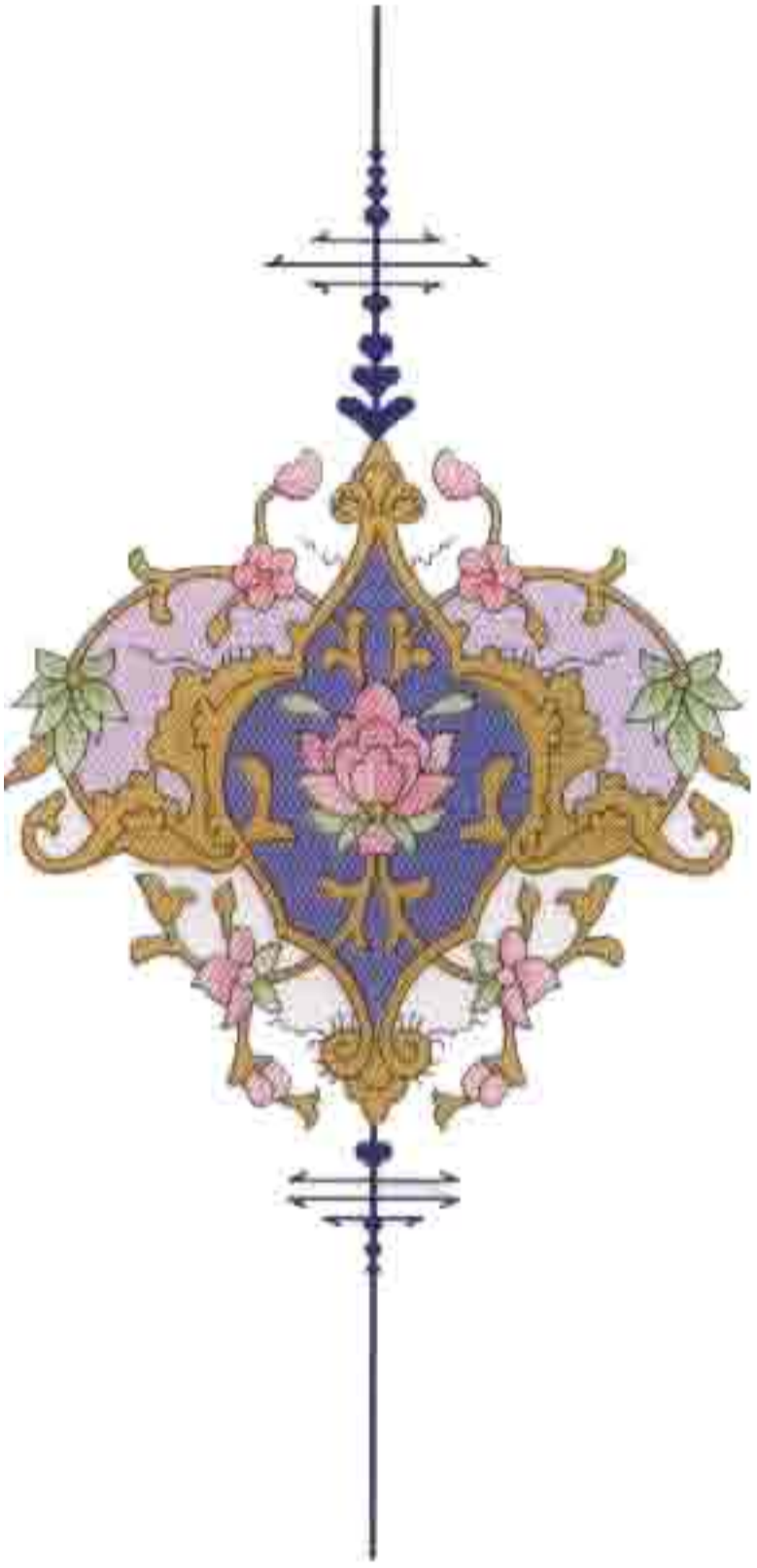
حضرت زید الجندی کی شہادت کے بعد ان کی اولاد و احفاد اپنے وطن  
 خراسان ہی میں نشوونما پاتی رہی۔ پھر ایک مدت کے بعد اس خاندان کے کوئی  
 بزرگ برصغیر پاک و ہند میں وارد ہوئے بعض کا خیال ہے کہ حضرت خواجہ  
 گیسودراڑ قدس سرہ کے دادا بزرگوار سید علی الحسینی رحمہ اللہ ہرات سے  
 تشریف لائے اور دہلی میں فروکش ہوئے لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ حضرت  
 خواجہ گیسودراڑ کے والد گرامی سید یوسف "سید راجا" اور والدہ ماجدہ "بی بی  
 رانی" کے لقب سے معروف تھے غیر ملک سے آئے ہوئے کسی خاندان میں  
 مقامی عرفی نام اتنی جلد رائج نہیں ہو پاتے۔

حضرت زید الجندی کا مزار مبارک حضرت خواجہ گیسودراڑ کے زمانے

تک معروف تھا البتہ آج کل اس کے صحیح آثار دریافت طلب ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔“

سید نفیس کے نانا حضرت عبدالغنی شاہ رحمہ اللہ (م ۱۳۵۹ھ) سلسلہ قادریہ نقشبندیہ کے باکرامت شیخ تھے۔ اس لئے سید نفیس کی فطرت کا خمیر ہی شریعت، روحانیت، نفاست اور محبت کے عناصرِ اربعہ سے گوندا گیا ہے۔ طبیعت چونکہ فطرۃً تصوف کی طرف مائل تھی اور اللہ نے ذوقِ جمالیات کے ساتھ حساس و درد مند دل کی نعمت سے نوازا تھا اس لئے مرشدِ کامل تک پہنچنے کے لئے اضطراب و تشنگی روز بروز بڑھتی ہی رہی۔ آپ اپنے ایک مضمون ”سیرِ گلبرگہ“ میں اس زمانے کی کیفیت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

”ادھر ایک عرصہ سے میرے دل کا یہ حال تھا کہ اندر ہی اندر خدا طلبی کی آگ سلگ رہی تھی، بزرگوں کے تذکرے اکثر میرے زیرِ مطالعہ رہتے تھے۔ اس طرح اپنے اس ذوق کو تسکین دیتا رہا، لیکن یہ پیاس کتابوں سے کہاں بجھنے والی تھی بلکہ یہ تو کسی ”پیرِ مغان“ کے انتظار میں تھی جو صراحیِ دل سے کچھ اس طرح پلاے کہ ہونٹوں کو خبر تک نہ ہو اور پیمانہ قلب لبریز ہو جائے۔ آخر کار مشیتِ خداوندی نے مرشد المشائخ، قطب الارشاد، حضرت اقدس مولانا شاہ

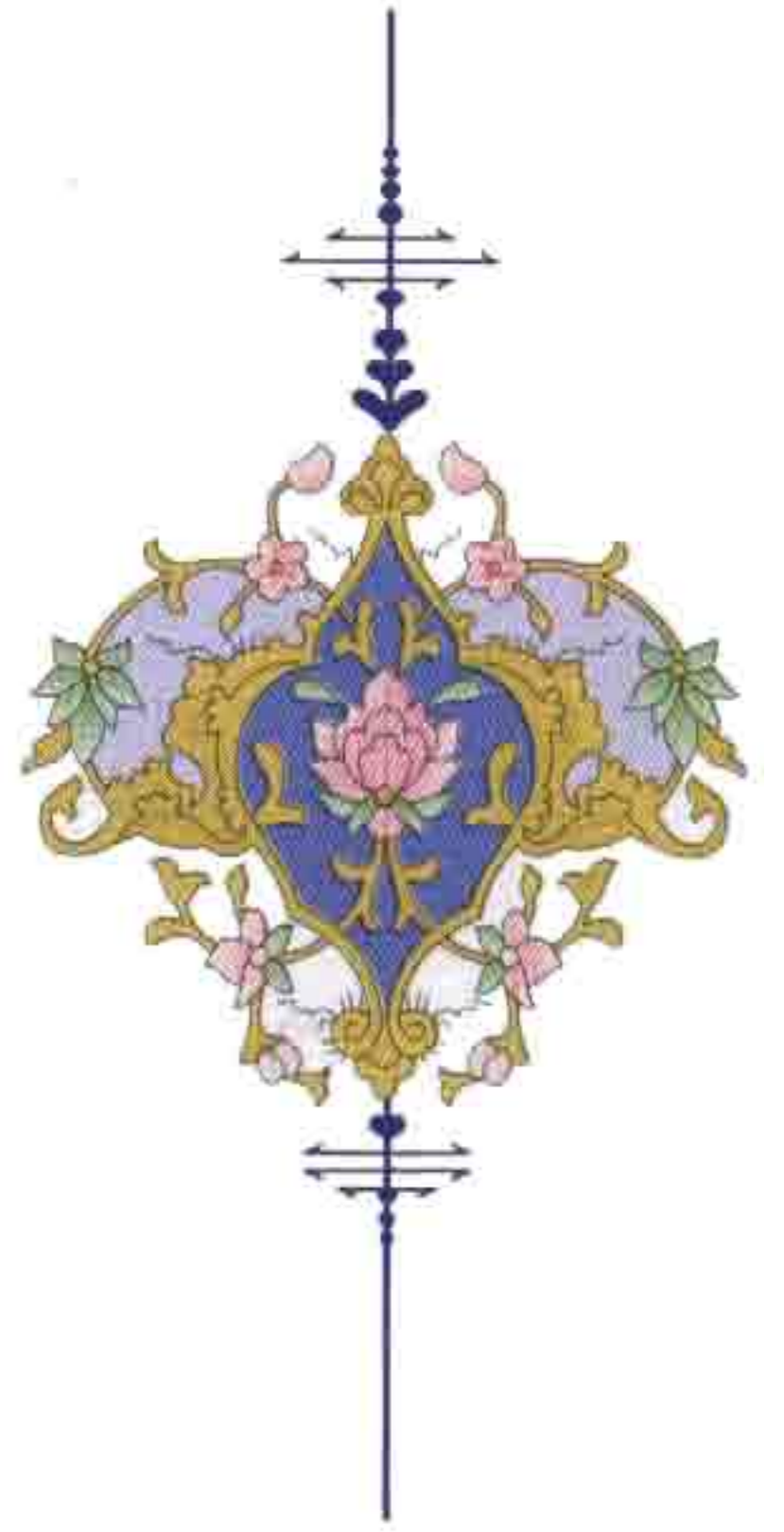


عبدالقادر رائپوری نور اللہ مرقدہ کی خدمتِ بابرکت میں پہنچا دیا۔“

## درِ پیرِ مغال پر

حضرت رائپوری رحمہ اللہ کی پہلی زیارت ۱۳۷۵ھ (۱۹۵۶ء) میں ہوئی، دوسری اگلے ہی سال ۱۱ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ (مطابق ۴ دسمبر ۱۹۵۷ء) کو ہوئی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ مرنگ چونگی لاہور میں صوفی عبدالحمید صاحب کے بنگلہ میں قیام فرماتے ایک زبردست کشش اور جذبہ صادق انہیں گوہر مقصود تک لے گیا اور یہ حضرت رائپوری رحمہ اللہ کے دامنِ ارادت سے وابستہ ہو گئے۔ آپ نے انہیں سلیم الفطرت، باصلاحیت و با استعداد سالکِ راہِ طریقت پا کر قریباً ایک سال کے عرصہ میں نعمتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

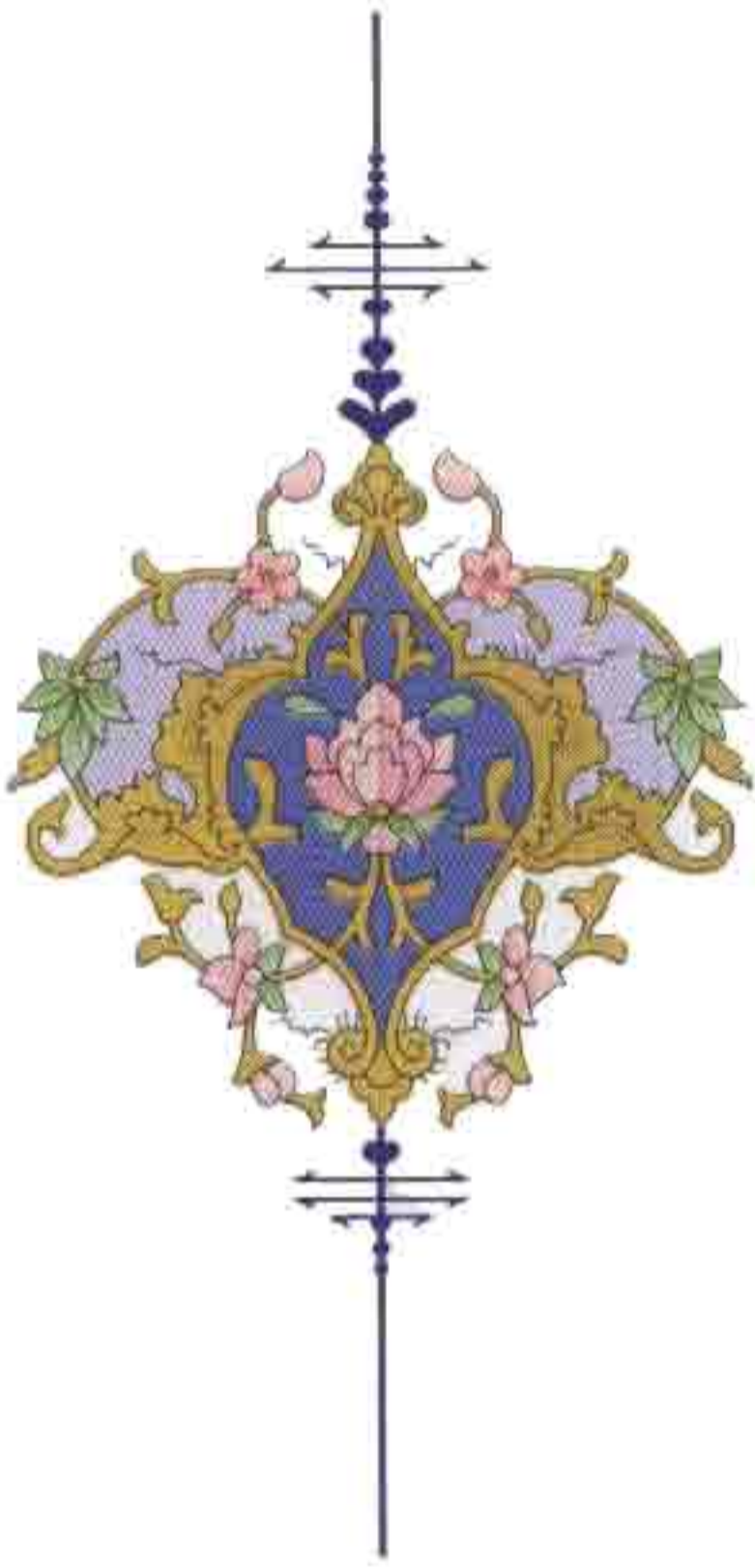
ایک بار حضرت رائپوری رحمہ اللہ نے سیدِ نفیس سے دریافت فرمایا: ”شعر کا ذوق بھی ہے؟“ انہوں نے عرض کیا ”حضرت بہت زیادہ ذوق و شوق ہے“ حضرت رائپوری نے فرمایا ”جب کسی کی شادی ہوتی ہے تو اس کا جی چاہتا ہے کہ خوب رونق اور چہل پہل ہو مگر جب وصال کا لمحہ آپہنچتا ہے تو اپنے اور محبوب کے درمیان کسی غیر کا وجود برداشت نہیں کر سکتا۔“ سیدِ نفیس نے اپنے ذوقِ شعر گوئی کے بارے میں فرمایا، ”مرشدی و مولائی حضرت



راپوری رحمہ اللہ کے اس بلیغ جملہ میں اک جہانِ معنی پوشیدہ تھا۔ یہ عارفانہ جملہ آپ کی زبانِ فیضِ ترجمان سے سننے کے بعد سے میری ذہنی کیفیت ہی بدل گئی، طبیعت میں وہ پہلے سا جوش و خروش نہ رہا، چنانچہ کبھی کبھی کوئی شعر ہوتا تھا۔ اب شعر گوئی کا ”ذوق“ تو باقی رہ گیا ہے مگر ”شوق“ بالکل جاتا رہا، اور شاذ ہی کوئی نعت یا نظم موزوں ہوتی ہے۔“

اپنے شیخِ طریقت کے سایہِ محبت و عافیت میں ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۱ء کا درمیانی عرصہ سیدِ نفیس کی روحانی تربیت اور مدارجِ سلوک کا زمانہ ہے چنانچہ اس دوران میں انہوں نے شعر گوئی کی جانب زیادہ توجہ نہ فرمائی۔ اس تبدیلیِ مزاج کے بعد سیدِ نفیس کی شاعری کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ آپ نے روایتی غزل کی بجائے نظم کہنے کی طرف خود کو مائل پایا۔ آئندہ زمانے کی غزلیں بھی نظم یا نعت کا رنگ اور مزاج لئے ہوئے ہیں پیشِ نظر مجموعہ کلام بیشتر اسی مزاج اور ذوق کی صدائے بازگشت ہے۔

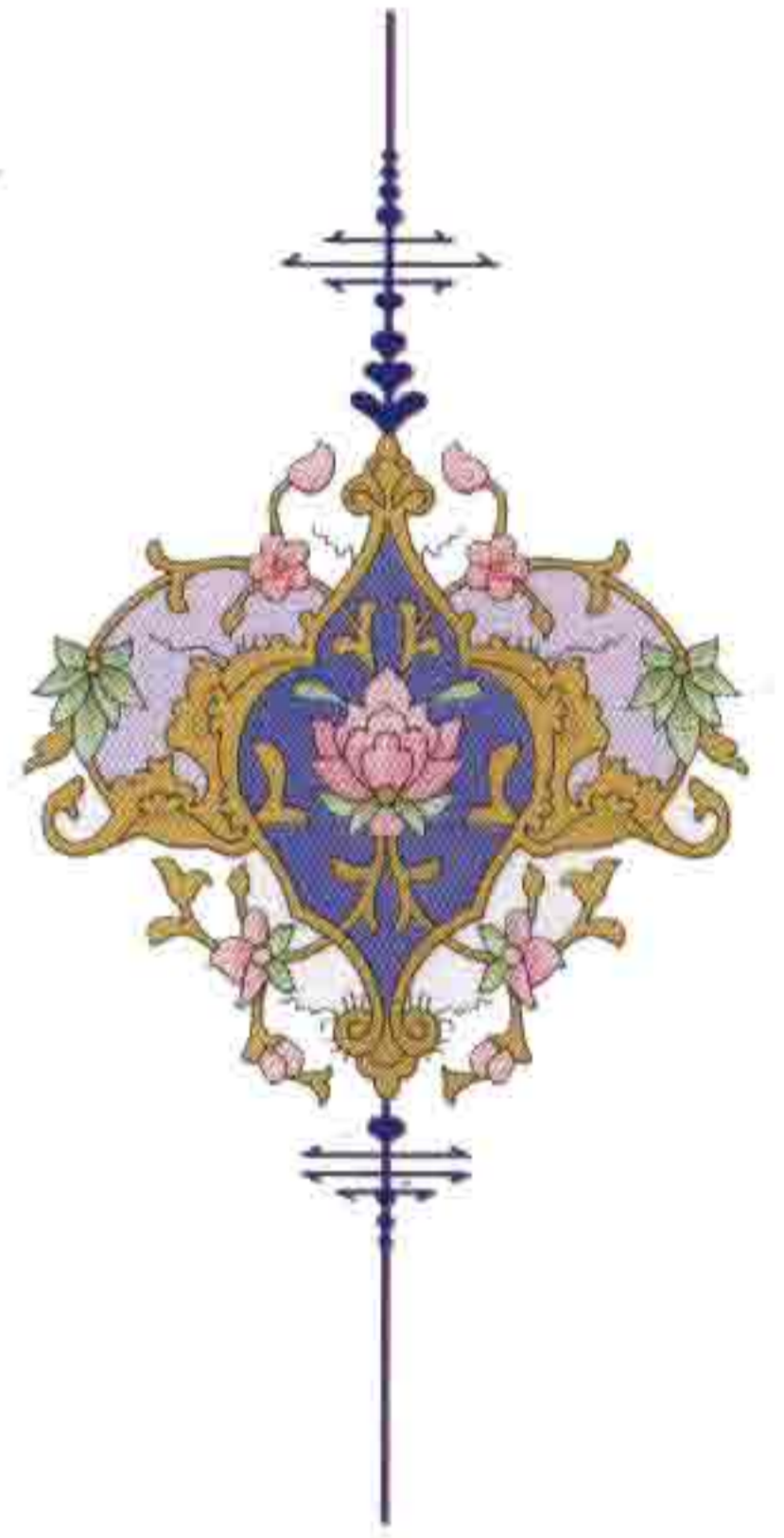
۱۹۵۸ء اور ۱۹۷۰ء کے درمیانی عرصہ میں بہت سی خوبصورت نظمیں بھی گئیں۔ اپنے شعری محاسن، ندرتِ خیال اور بلند می فکر کے لحاظ سے یہ منظومات اعلیٰ معیار کی حامل ہیں۔ ان میں شاعر کا ربوارِ فکر ان کی آسیدیل شخصیات مثلاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت خواجہ گیسودراز رحمہ اللہ،



حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی اور قطب الارشاد حضرت شاہ عبد القادر رانی پوری رحمہ اللہ کے اوصاف حمیدہ کا طواف کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اور شاعر کی زبان ان عظیم ہستیوں کی محبت میں نغمہ زن ہے۔ سید نفیس کو اپنے مرشد روحانی شاہ عبد القادر رانی پوری سے انتہائی گہرا عشق ہے۔ سید نفیس الحسینی بلاشبہ شیخ زمانہ ہیں، ان کی مجلس میں معارف و حکم سے مستفیض ہونے والوں کو علم ہے کہ وہ تصوف و طریقت کے آداب و اشغال اپنے شیخ ہی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں اور منازل سلوک بھی مریدان باصفا کو انہی کے انداز تربیت میں طے کراتے ہیں۔ عموماً انہی کے ملفوظات روایت کرتے ہیں اس لئے اپنے کلام منظوم میں بھی سید نفیس نے اپنے مرشد روحانی سے والہانہ محبت و عقیدت کے جذبات اور آپ کی دلاویز شخصیت کو اپنے اشعار کی زینت بنایا ہے:

زاید خود پسند کیا جانے      وقت کا با یزید ہے ساقی  
اللہ اللہ! فرید ثانی ہے      یعنی فرد فرید ہے ساقی  
لوگ کہتے ہیں جسکو شاہ نفیس      تیرا ادنی مرید ہے ساقی

انہی کے بارے میں ایک اور نظم ”تصور“ میں فرماتے ہیں:  
وہ فرخندہ جبیں مسند نشین ہے      دلوں کی سلطنت زیر نگین ہے



بڑا فیاض ہے وہ شاہِ خوباں کشاہِ دل کشاہِ آستیں ہے  
ایک اور غزل کے اشعار ہیں:

ساقی! تری نظر پہ مری زندگی نثار تیرے فیوضِ رُوشِ پنجاب ہو گئے  
ضرب المثل تمہیں جن کی بلانوشیاں نفیس ساقی کے دُرِّ جام سے سیراب ہو گئے

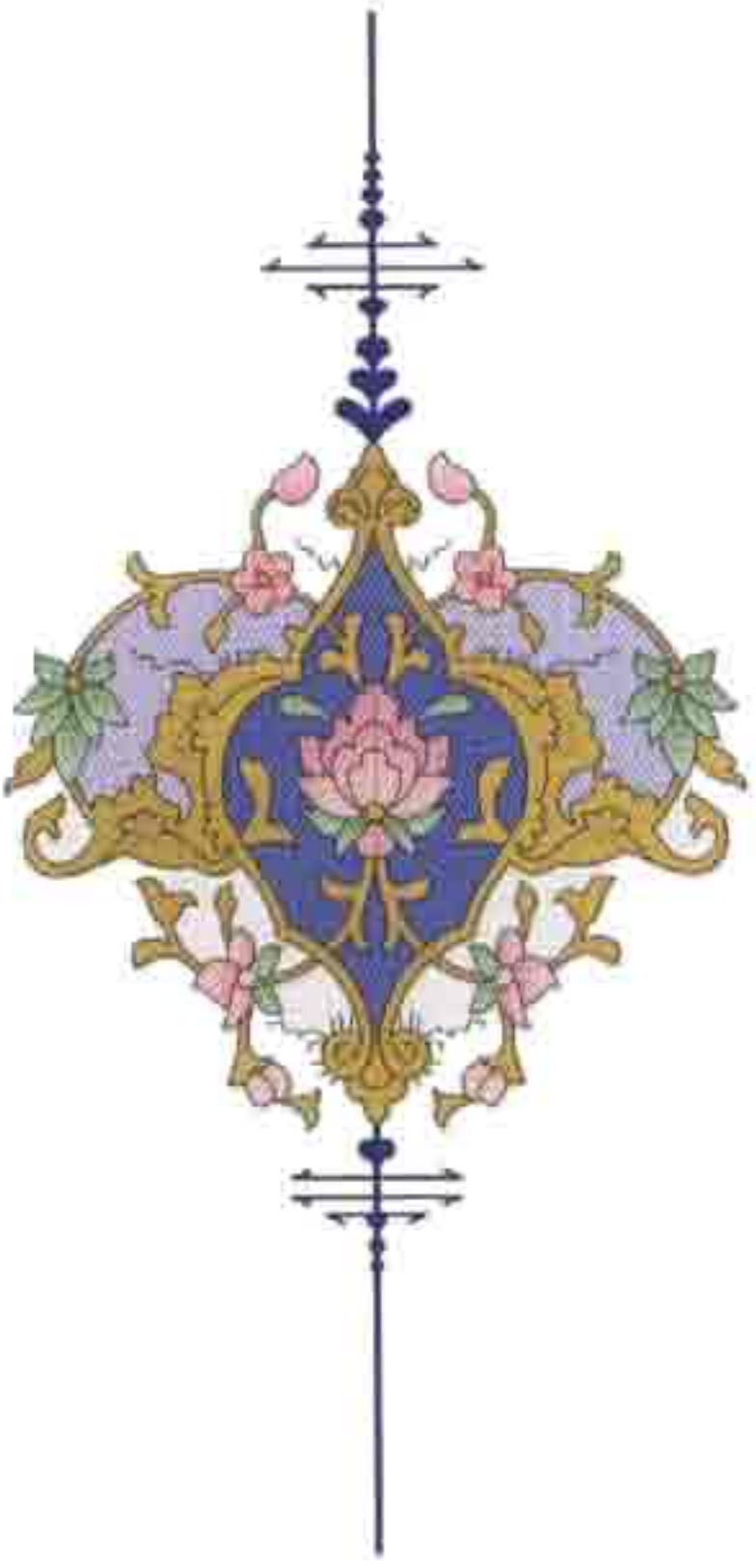
## شیخِ طریقت کا وصال

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رانپوری قدس اللہ سرہ کا وصال لاہور میں

۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ / ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء کو ہوا۔

سیدِ نفیس جیسے حساس و درد مند شاعر اور مرشدِ روحانی کے عشق میں سر  
تا پا غرقِ سالکِ راہِ طریقت کے لئے اپنے شیخ کے وصال کا صدمہ برداشت کرنا  
ایک مشکل مرحلہ تھا جسے انہوں نے اپنی غیر معمولی ہمت اور صبر سے طے کیا۔  
اس حادثہ جاں کاہ پر کھی گئی نظم ”آہِ قطب الارشادِ گذشت“ ایک تاریخی نظم  
اور جذباتِ غم سے بھرپور بہت عمدہ مرثیہ ہے۔ چھوٹی بحر کی اس مترنم نظم  
کو پڑھتے ہوئے بار بار یہ تاثر ابھرتا ہے کہ ایک عاشقِ صادقِ عالمِ تنہائی میں  
اپنے محبوب کے بجز و فراق میں گیلی لکڑی کی طرح دھیرے دھیرے سلگ رہا  
ہے اور قطراتِ اشک ٹپ ٹپ کر رہے ہیں:

اے غمِ جاناں! اے غمِ جانم! دل ہے پُر حُوں، آنکھیں پُر نم

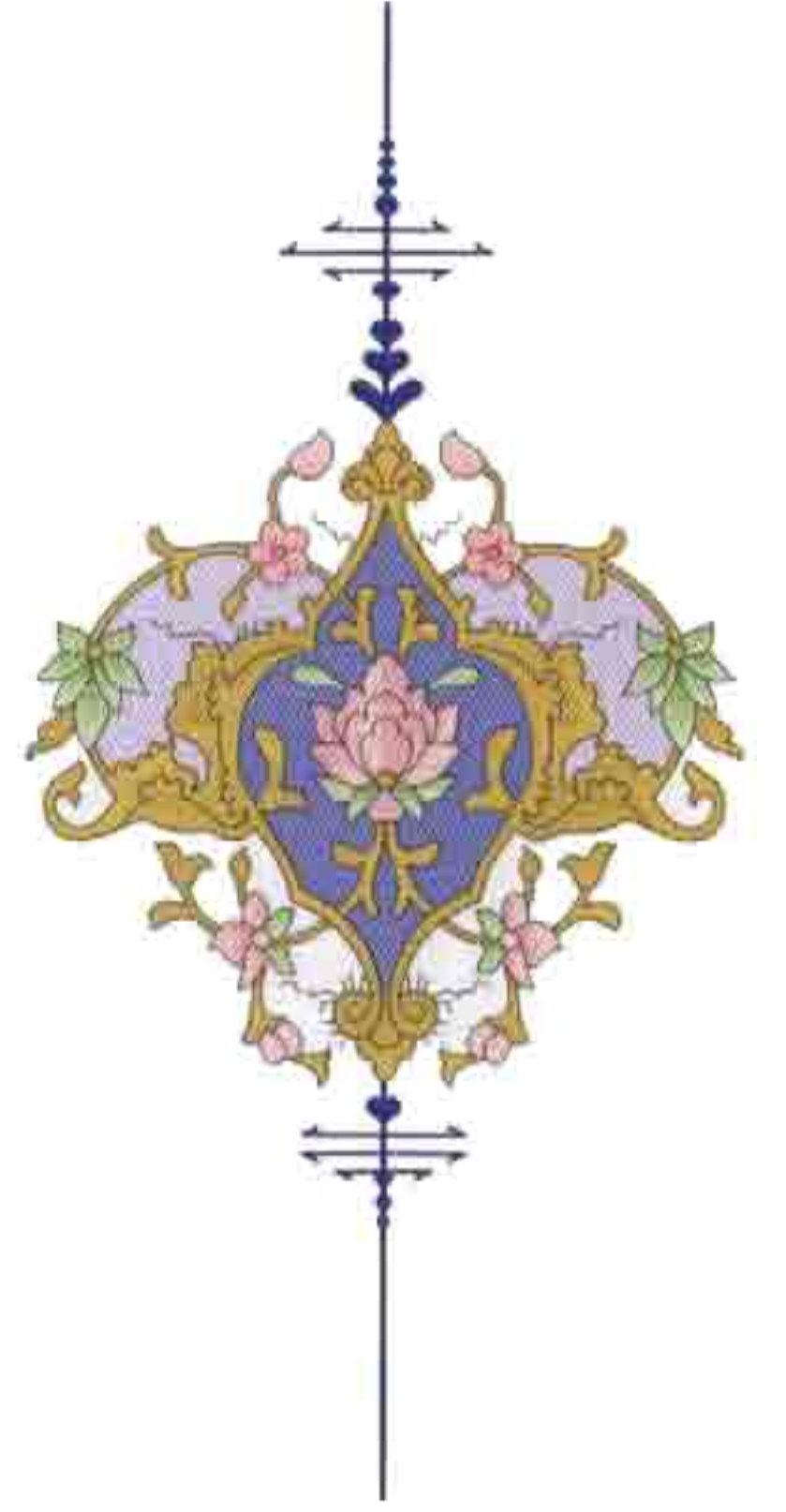


تجھ سا دیکھا نہ تجھ سا پایا      اُتر، دکھن ، پورب ، پچھم  
 آہ ترا اندازِ محبت      عشق میں شعلہ، حسن میں شنبم  
 آہ نفیسِ زار کی حالت      بیکل بیکل بے دم بے دم  
 سینہ بریاں ، دیدہ گریاں      آہ کہ اب کس حال میں ہیں ہم  
 آہ کہ تجھ بن چین نہیں ہے      یاد ہے تیری پیہم پیہم

پروفیسر غلام نظام الدین صاحب (م ۱۹۹۹ء) نے اپنے ایک  
 مضمون میں سیدِ نفیس کی دل آویز شخصیت، فن اور اس ”نظمِ رثا“ پر بہت  
 جامع، خوبصورت اور فاضلانہ تبصرہ کیا ہے۔ مناسب ہے کہ اس مضمون سے کچھ  
 سطور یہاں نقل کر دی جائیں:

”اُن کی ایک نظمِ رثا جو انہوں نے اپنے پیر و مُرشد حضرت مولانا  
 عبدالقادر راسپوریؒ کے وصال (۱۹۶۲ء) پر لکھی اور لاہور کے ایک رسالہ میں  
 چھپی، میری نظر سے گزری ہے۔

شاہ صاحب نے مرثیہ کی بحر کے انتخاب میں فنی خوش سلیقگی کا عمدہ  
 مظاہرہ کیا ہے۔ نظم کی پوری فضا میں ٹھہراؤ اور حزن انگیز سکون نظر آتا ہے۔  
 چھوٹی بحر میں مصوت بلند (حروف علت ا، و، ی) کے بکثرت استعمال سے  
 اشعار میں ایک فریاد کی لے پیدا ہو گئی ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک





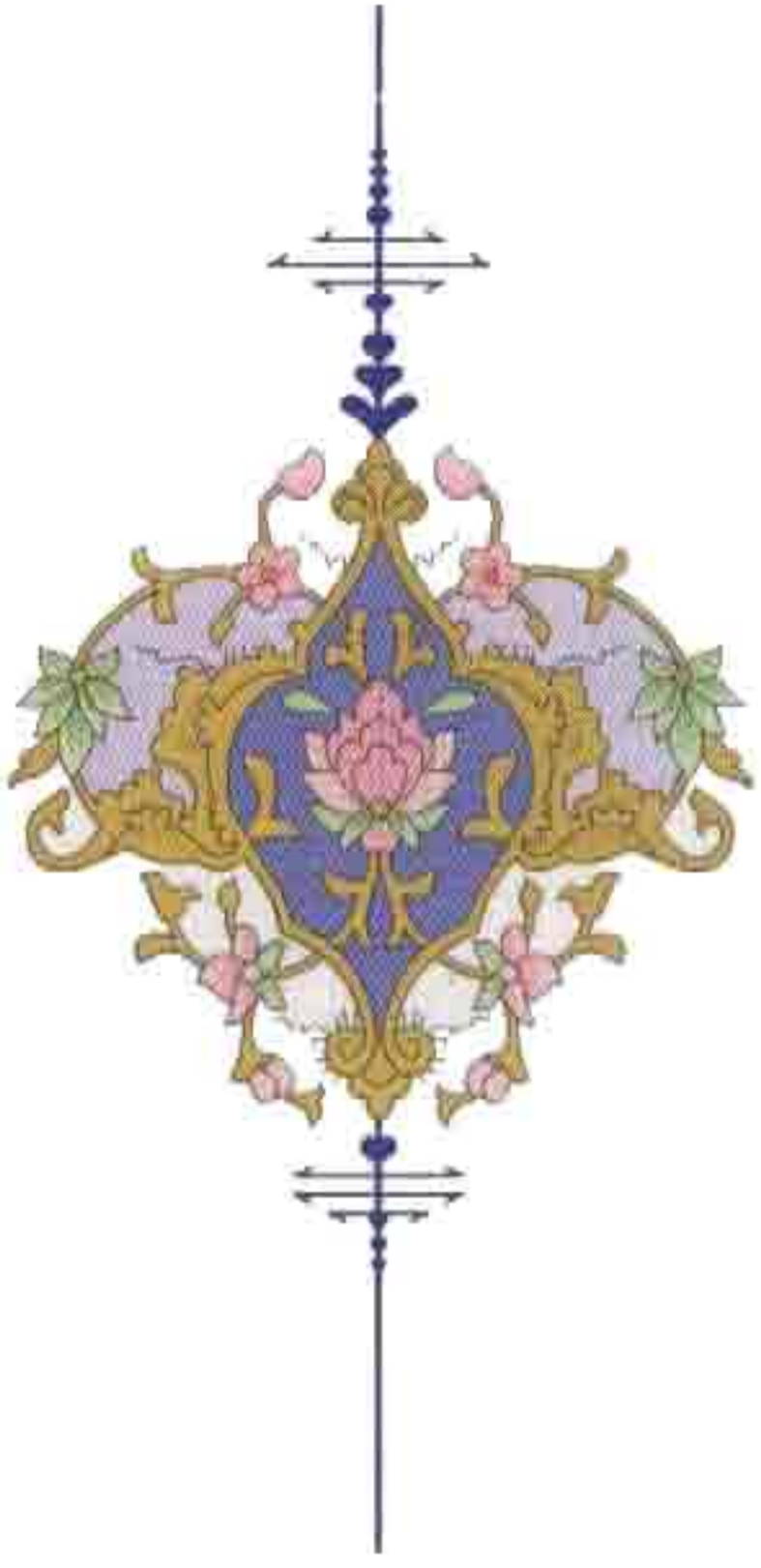
درد بھر ادل ایک سوزناک آہ کھینچ کر سونخت ہو گیا ہے اور ہر نحت سے غم و الم  
کا لاوا امد اچلا آتا ہے:

اے غمِ جاناں، اے غمِ جانم  
دل ہے پر خوں، آنکھیں پر نم

بعض اشعار میں اندیشہ و خیال کی وسیع دنیا میں ایک شگفتہ اور برجستہ  
اختصار میں سمٹ آئی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ایک صراحت اور تابناک چکا چونڈ بھی  
پیدا ہو گئی ہے۔ ایسے اشعار میں افعال کا استعمال کم ہے۔ لفظوں کے تکرار اور  
املا کی علامت ”واو“ (= کاما) کو افعال کا قائم مقام ٹھہرایا ہے، مثلاً،

اللہ اللہ! اُن کا عالم	عشق سراپا، حُسن مجسم
قطبِ زمانہ، غوثِ یگانہ	رشکِ جنید و شبلی و ادبم
لاکھوں دلبر لیکن پھر بھی	تیرا عالم، تیرا عالم
حسنِ نکلّم، رنگِ تبسم	غم کا مداوا، زخم کا مرہم
گاہ اشارہ، گاہ کنایہ	مجمل مجمل، مبہم مبہم

مختصر بحر کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے، بعض اوقات حذفِ افعال  
سے اشعار میں ایک ترکیبی صورت پیدا ہو گئی ہے، لیکن اس کے باوجود لہجہ  
”فارسیّت“ سے گرانبار نہیں ہو۔ اور اس میں اردو کی چاشنی اور لطفِ عذوبت



پوری طرح جلوہ نما ہے

عسکریٰ اصحابِ مقدس لشکریٰ پیغمبرِ خاتم

نورِ شریعت، فیضِ طریقت جاری ساری باہم باہم

سوزِ مروت لفظ لفظ دردِ محبت پیہم پیہم

صنائع بدائع لفظی و معنوی اور سجع کا استعمال اس خوبی سے ہوا ہے کہ

یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے دانستہ یہ وسائل اختیار نہیں کئے بلکہ کلام میں

محسنات یونہی بے خودی کے عالم میں دُزدیدہ در آئے ہیں۔

فانی فی اللہ، باقی باللہ ختم انہی پر اُن کا عالم

جامعِ سنت، جامعِ بدعت نائبِ حضرتِ فخرِ دو عالم

ذکر کی دنیا، سُنی سُنی فکر کا عالم درہم درہم

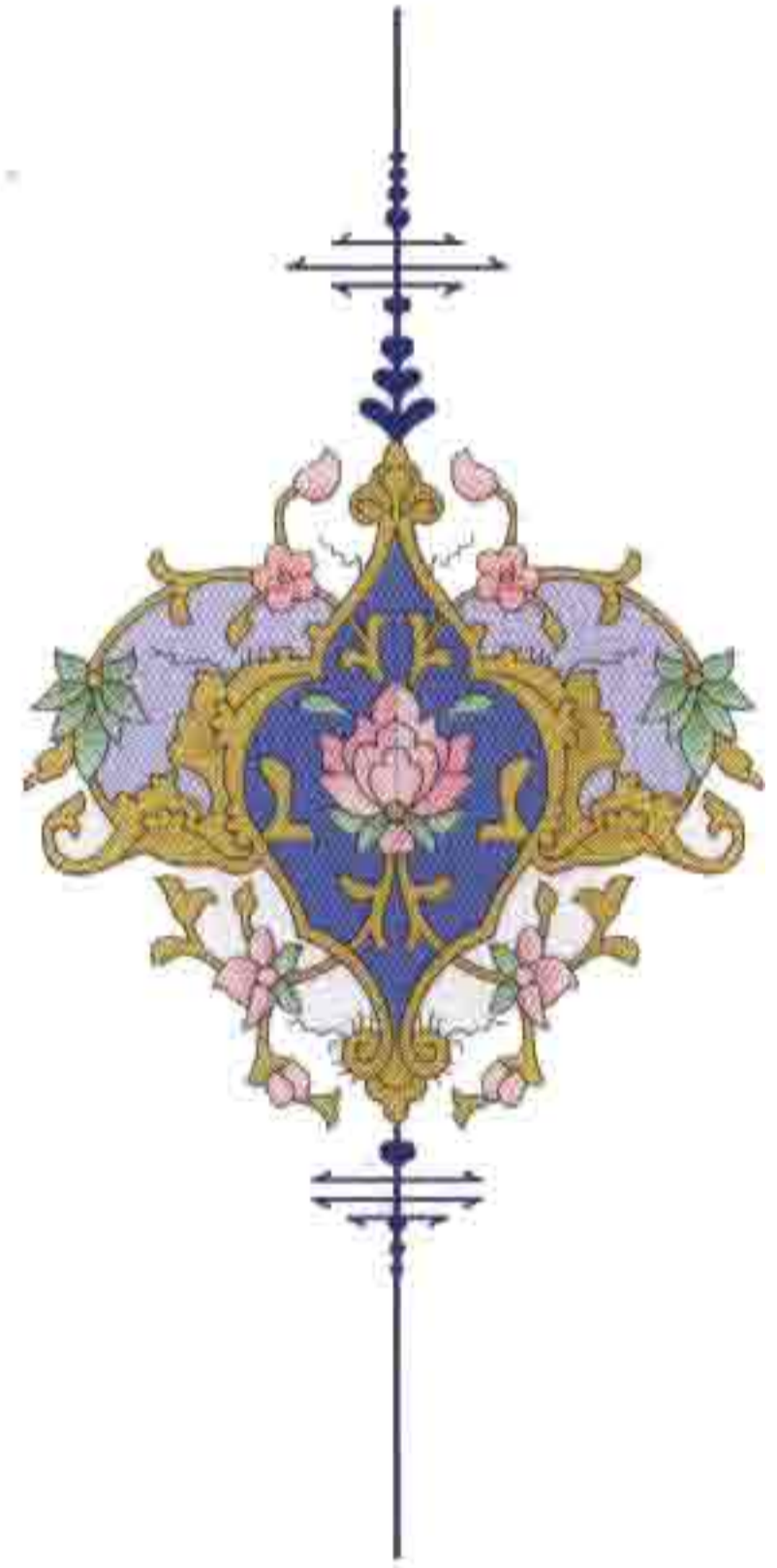
دنیا دنیا، عقبے عقبے عالم عالم، تیرا ماتم

تجھ سانہ دیکھا، تجھ سانہ پایا اُتر، دکھن، پورب، پچھم

ایک اور معرکہ آرا نظم

آپ کی بہترین نظموں میں سے ایک نظم ”بر مزارِ قطب“

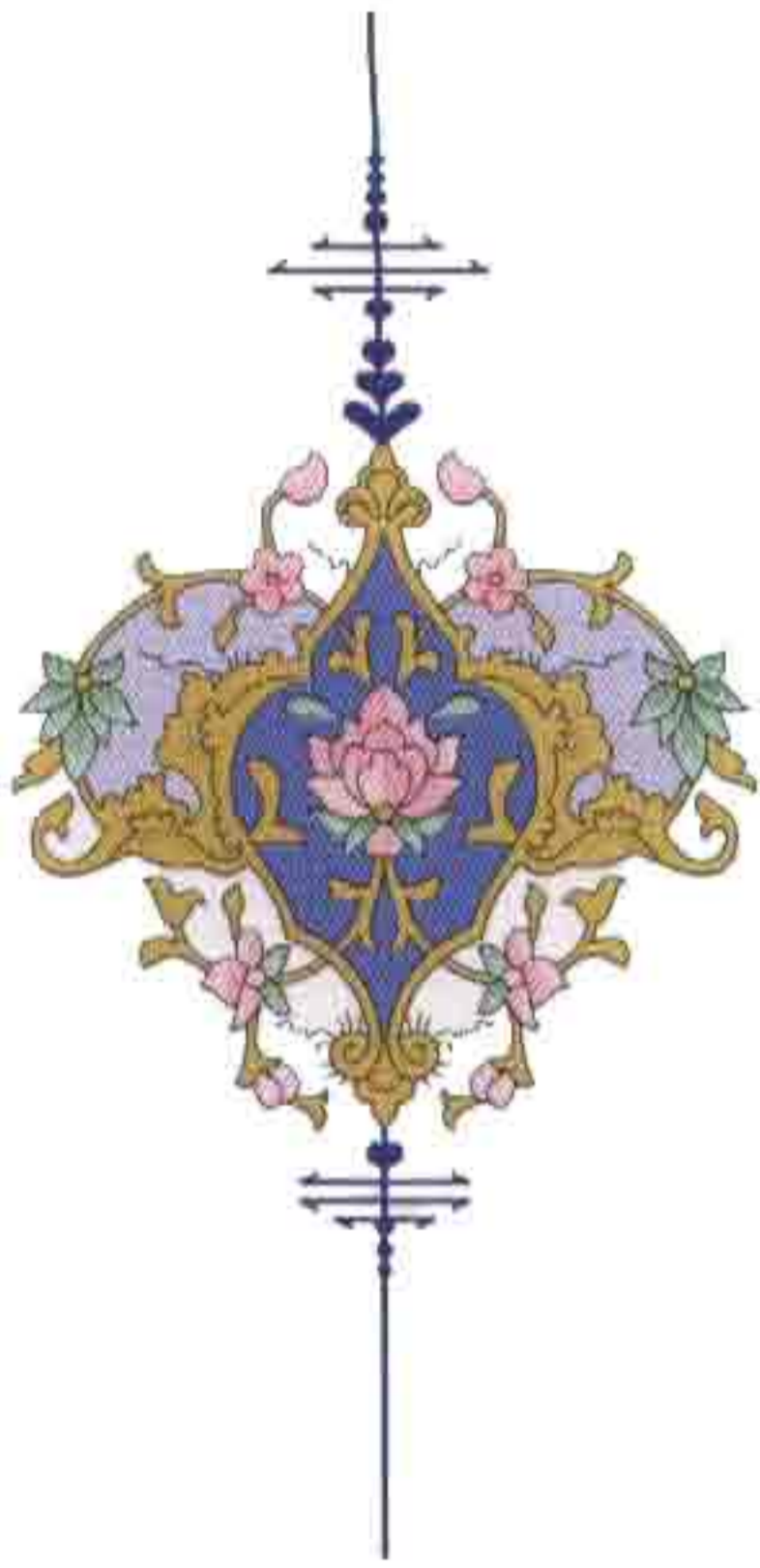
الارشاد“ ہے سیدِ نفیس ۱۹۷۰ء میں ہندوستان گئے تو اپنے سلسلہ طریقت کے



ایک عظیم نورانی ستون قطب الارشاد، مجدد العصر، مولانا رشید احمد محدث گنگوہی قدس اللہ سرہ کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے۔ یہ نظم اسی کیفیتِ حضوری کی یادگار ہے۔ جذبات و خیالات، فکرو فن اور محاسنِ شعری کے اعتبار سے یہ ان کی نمائندہ نظموں کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے، اس نظم میں ان کے فکرو نگہی کی جولانی، جوش و ہوش کا حسین امتراج، قدرتِ کلام اور فنی چابکدستی اپنے عروج پر نظر آتے ہیں۔ تراکیب کی چست بندش، ہر مصرع میں نغمگی، لطیف کنایوں اور خوبصورت گاتی لہرائی بحر نے اس نذرانہ عقیدت کو ایک شاہ کار نظم بنا دیا ہے۔ اس نظم کے بارے میں سید نفیس سے کھتریں مرتب نے یہ عرض کیا کہ یہ نظم آپ کی نمائندہ شعری تخلیقات میں شمار کی جا سکتی ہے تو سید موصوف نے بالکل بجا فرمایا۔ ”کیوں نہیں۔ اس نظم میں تذکرہ جمیل اور اس کی کیفیات بھی تو اس عظیم الشان شخصیت کا فیض ہیں جن کے ہم خود نمائندہ ہیں۔“

”برمزارِ قطب الارشاد“ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے اور اس خوبصورت نظم کی موسیقیت، شکوہ الفاظ اور رمزیت سے لطف اندوز ہوئیے:-

یہاں اک نگار ہے خیمہ زن، یہ حریمِ حسنِ نگار ہے  
یہاں موجِ جلوہ سردی وہ ہزار رشکِ بہار ہے

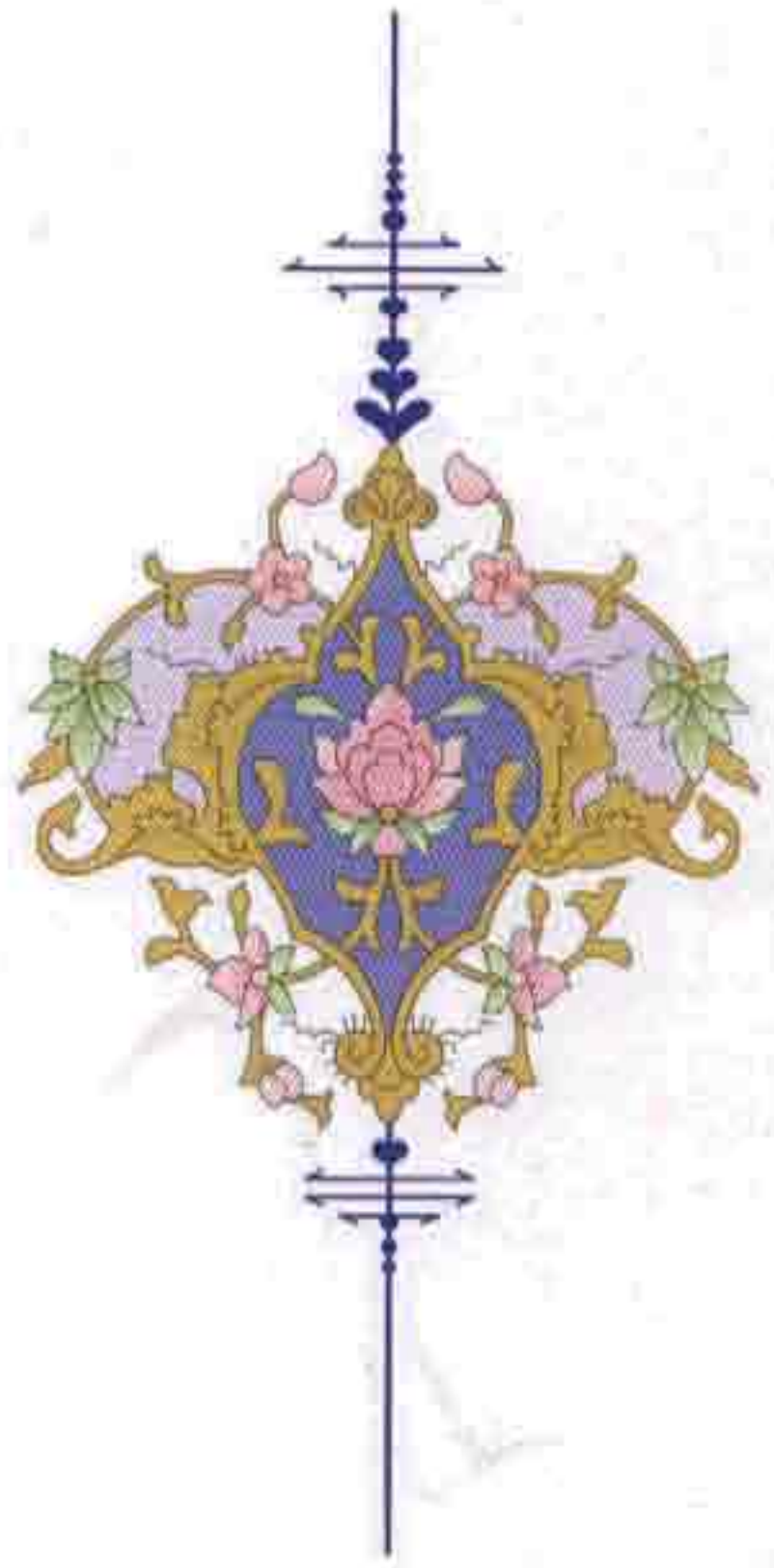


یہاں قدسیوں کا نزول ہے ، یہ دلیلِ حسنِ قبول ہے  
یہاں سو رہا ہے وہ نازِ نینس جو نبی کا عاشقِ زار ہے  
یہ جنوں کا محملِ شوق ہے، یہ نظر کی منزلِ شوق ہے  
مرا عشقِ حاصلِ شوق ہے، مرا عشقِ اس پہ نثار ہے  
کوئی نکتہ چیں ہو ، ہوا کرے ، مگر اے نگاہِ کمال ہیں  
ذرا کر کے دیکھ مُشاہدہ ، یہاں نور ہے وہاں نار ہے

### فکرو فن کا اوجِ لازوال

سیدِ نفیس کا جذبِ دروں اب ان کی شاعری میں اپنے عروج پر نظر آتا  
ہے۔ انہیں اہلِ خرد کی نسبت اہلِ جنوں کی مجالس زیادہ پسند آنے لگی ہیں  
رہتا ہے نفیس ان دنوں اربابِ جنوں میں  
دیوانہ ہے، رسوائیِ اجداد کرے ہے!

مگر ان کی اس دیوانگی پر ہزار فرزانگیِ قربان کہ وہ ”اربابِ جنوں“ جن  
کی صحبت سیدِ نفیس کو حاصل رہی وہ ہماری دنیا کے فاترِ العقل اور مادہ پرستی کی  
زنجیروں میں جکڑے ذہنی مریض نہیں ہیں یہ تو وہ خدامتِ عشاق ہیں جو اس  
مادہ پرست دنیا اور اہلِ ہوس کو ٹھوکر مار کر بادہِ عشقِ الہی کے اور ہی طرح کے



نتے سے مچھور میں سے

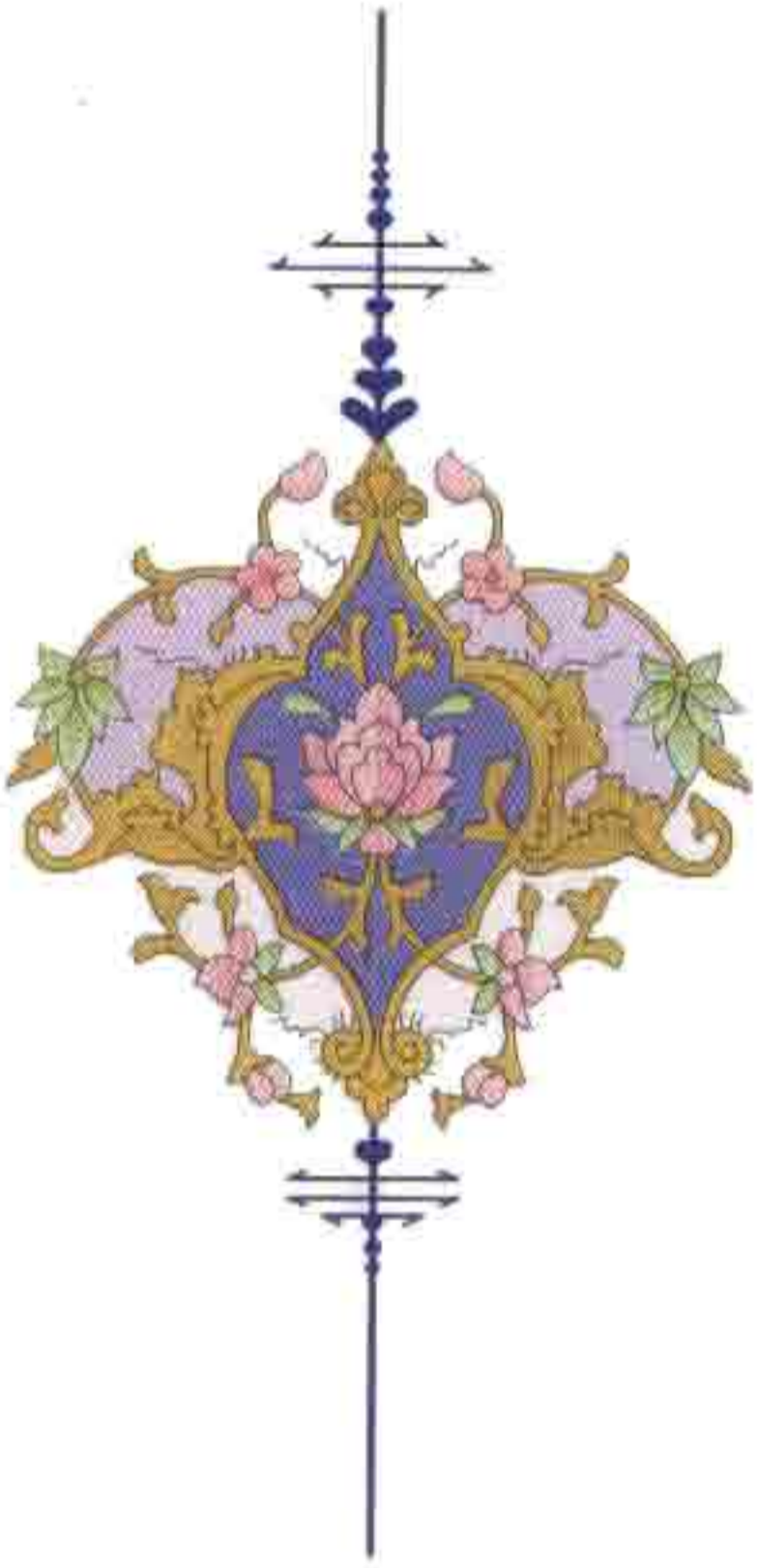
باں گروہ کہ از ساغرِ وفا مستند  
سلام ما برسانید ہر کجا بستند

اس زمانے کی غزلیں اور نظمیں سیدِ نفیس کے فکرِ سلیم، ذوقِ نظر اور  
ہمتِ بلند کی آئینہ دار ہیں ان کے خیال میں اگرچہ گردشِ حالات نے ان کی  
فطری صلاحیتوں کو بہت متاثر کیا تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ فنِ خطاطی، روحانی  
منازل اور شعر و ادب کے میدان میں وہ ترقی کے مراحل نہایت سرعت سے  
طے کر رہے ہیں اور عالمِ جوشِ جنوں میں ”زندِ بادہِ است“ کے منہ سے بعض  
باتیں ایسی نکل جاتی ہیں جنہیں سن کر اربابِ ہوش حیران سے ہو جاتے ہیں

فکرِ سلیم، ذوقِ نظر، ہمتِ بلند  
ہر چیز نذرِ گردشِ حالات ہو گئی  
اربابِ ہوش اپنا سامنہ لے کے رہ گئے  
جوشِ جنوں میں مجھ سے کوئی بات ہو گئی

۱۳۹۳ھ (۱۹۷۳ء) میں عید الفطر کے روز کھی گئی ایک غزل اپنی

ظاہری ہیئت کے اعتبار سے غزل ہو تو ہو مگر اپنی وحدتِ خیال و جذبات اور  
دو قطعہ بند کی موجودگی میں اردو زبان کی جدید نظم کے زمرہ میں شمار کی جاسکتی



ہے۔ اس خوبصورت غزل کا عنوان اگر ”ساقی“ بھی لکھ دیا جائے تو شاید

مضائق نہ ہوسے

آج روزِ سعید ہے ساقی لاصبوحی کہ عید ہے ساقی  
دوستوں کا فراق لائی ہے عید غم کی نوید ہے ساقی  
رُوئے جاناں کو ڈھونڈتی ہے نگاہ حسرتِ باز دید ہے ساقی  
مے کشانِ الست وجد میں ہیں شور ”هل من مزید“ ہے ساقی  
”نحن اقرب الیہ“ کی دُھن پر رقصِ ”جبل الوریڈ“ ہے ساقی  
عہدِ حاضر میں اہلِ حق کا امام سید احمد شہید ہے ساقی  
صبحِ نو کی شفق کو غور سے دیکھ رنگِ خونِ شہید ہے ساقی

۱۹۶۴ء میں فارسی زبان اور چھوٹی بحر میں کھی گئی ایک اور قابلِ ذکر

نظم ”اے رونقِ بزمِ چشتیائی“ ”بمخضور خواجہ گیسودراز رحمہ اللہ“ ہے۔ یہ

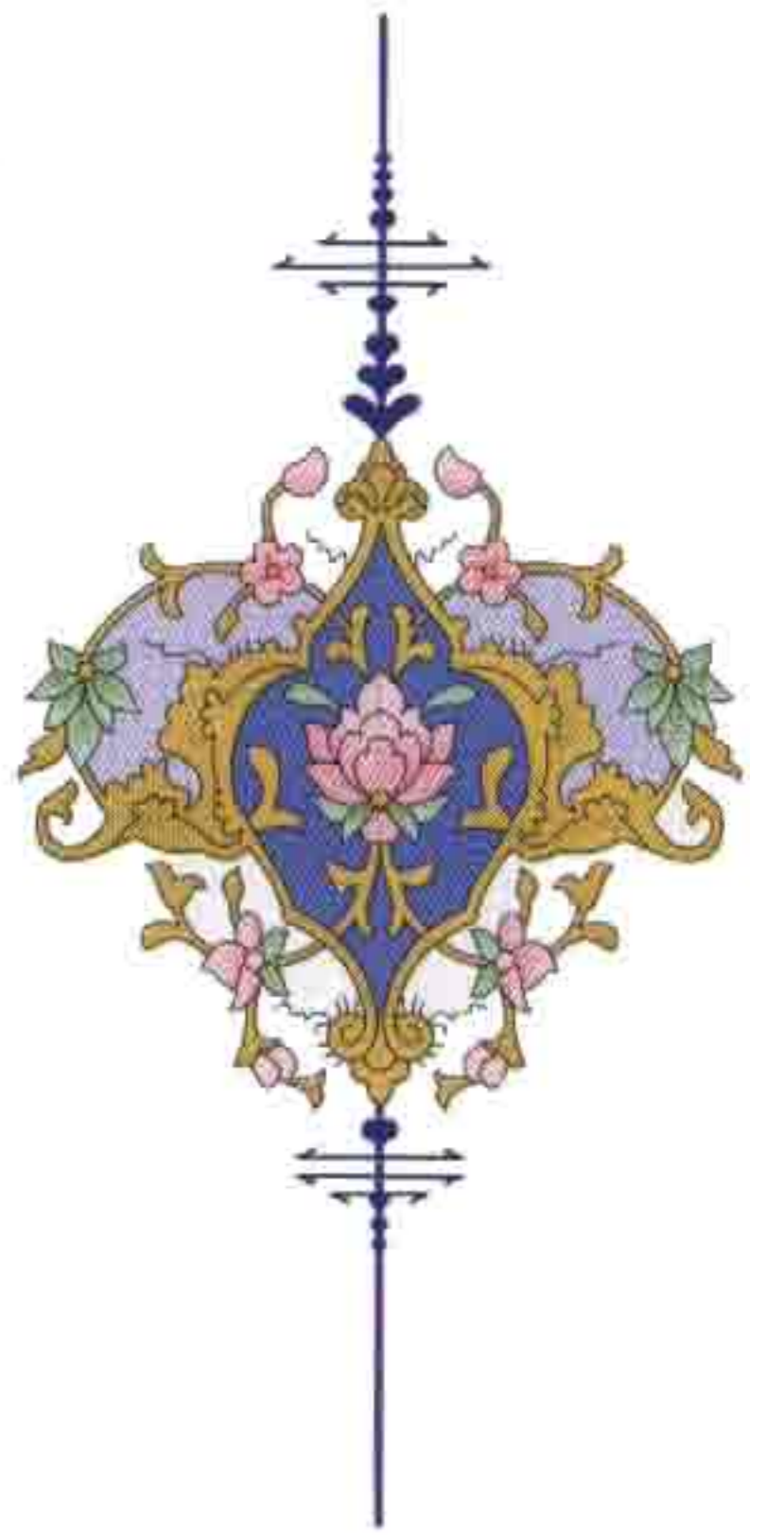
سیدِ نفیس کا اپنے جدِ اعلیٰ کی خدمتِ عالی میں نذرانہ عقیدت و اخلاص ہی نہیں

بلکہ آپ کی سیرت اور کمالات کا جامع ترین اعتراف و اظہار بھی ہے۔ بقول

سیدِ نفیس ”حضرت خواجہ گیسودراز قدس سرہ کو خواب میں دیکھا۔ ایک پہاڑ

کی چوٹی پر ہیں، میں بچہ ہوں، حضرت کی انگشت تھامے ہوئے چل رہا ہوں۔

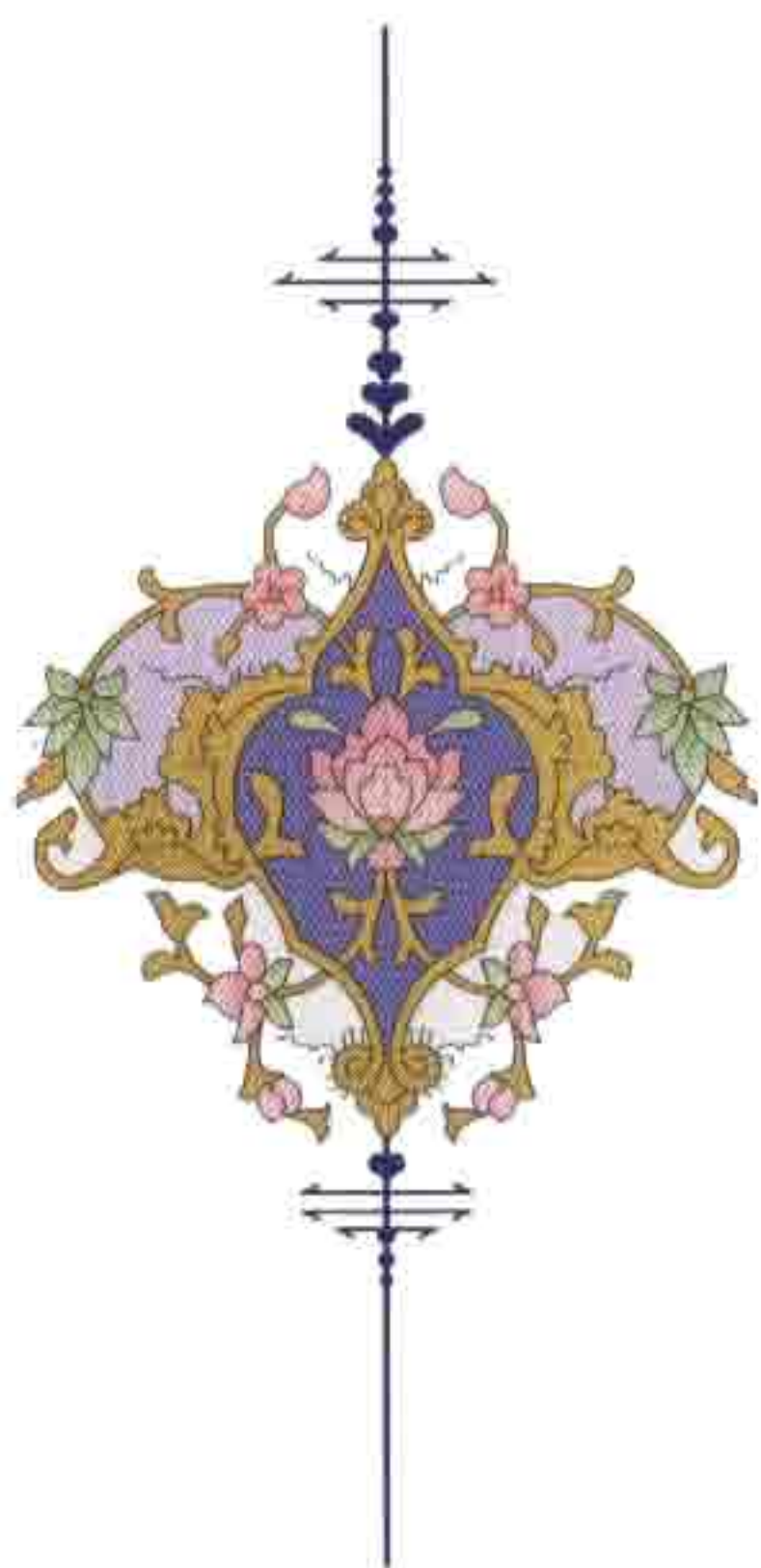
یکبار کہ باریاب کر دی ہم بارِ دیگر کرم نمائی“



## نفائس النسبی ﷺ : نعتیہ کلام

حضرت سید نفیس راوی ہیں کہ حضرت شاہ عبدالقادر راہپوری رحمہ اللہ نے اپنی ایک مجلس میں فرمایا تھا۔ ”عشق مجازی تو عشق شیخ کا نام ہے اور جس کو لوگ عشق مجازی سمجھتے ہیں وہ تو مہلک ہے۔“

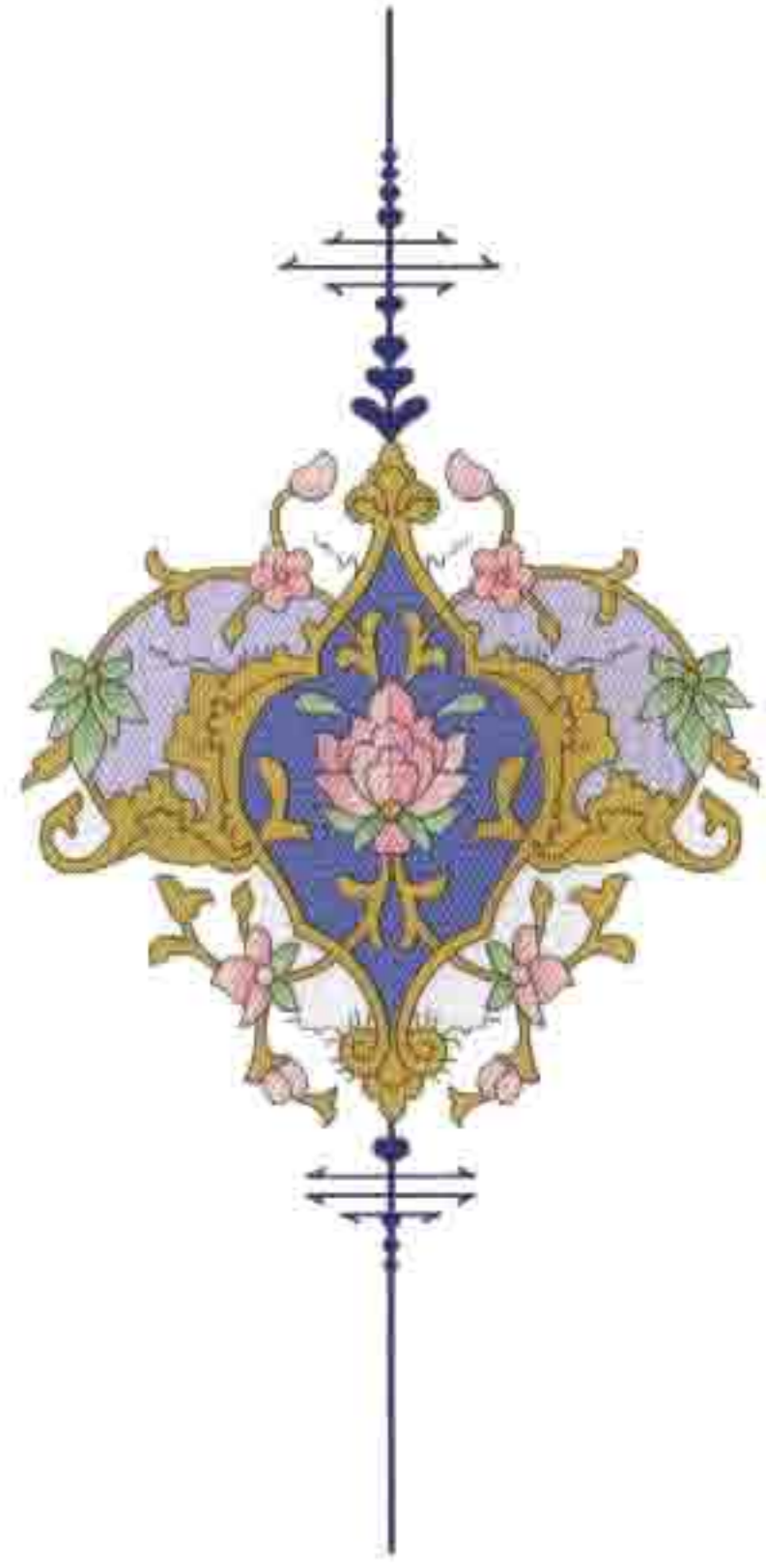
۱۹۷۰ء کے بعد سید نفیس کی شاعری کا وہ دور شروع ہوتا ہے جس میں طریقت کا یہ سالک مجذوب اپنے عشق مجازی میں ”فنائی الشیخ“ سے اگلے مرحلے یعنی ”فنائی الرسول“ کے مقام میں رسوخ حاصل کر چکا ہے۔ اب شاعری میں اُن کے افکار و خیالات کا دھارا اُن کی راہ سلوک کے ساتھ ساتھ بہتا معلوم ہوتا ہے۔ اُن کی شاعری کو طریقت و سلوک اور اُن کے محوسات کے اظہار سے جدا کرنا مشکل ہے۔ جدید ادبی اصطلاح میں کہہ سکتے ہیں کہ اُن کی سائیکی میں سب سے شدید جذبہ جناب رسالت مآب ﷺ سے عشق ہے جس کے شاعرانہ اظہار کو انھوں نے ”نفائس النسبی ﷺ“ کا نام دیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاعری کے بارے میں ان کے شیخ طریقت کے فرمودہ لطیف و بلیغ اشارہ نے، جس کا تذکرہ ہم گذشتہ صفحات میں کر آئے ہیں، غزل اور دیگر اصناف سخن میں سید نفیس کی شعر گوئی اور ان کی طبیعت کی جولانی کے شعلہ جوالا کو دھیمما کر دیا مگر جگر کی یہ آگ بجھنے کی بجائے نعت گوئی کے میدان میں بھر پور اٹھی



اور وہ زیادہ تر نعت کہنے لگے۔ اس ارتقائے فکری و فنی میں ان کی نسبت روحانی کی علاوہ خاندانی اور نسبی تعلق کا بھی کافی دخل ہے۔ انہیں اپنی عالی نسبی پر کوئی فخر نہیں بلکہ بقول خود ”اپنے اجدادِ عظام کے کارہائے نمایاں، علمی اور دینی خدمات اور ان کے روشن اور مصفا کردار کے مقابلے میں اپنی بے بضاعتی اور کوتاہی پر ایک طرح کا احساسِ ندامت مضطرب کئے رکھتا ہے“ دوسری طرف وہ حضورِ اقدس ﷺ کے ساتھ نسبی تعلق پر اللہ تعالیٰ کے اس انعام و احسانِ عظیم کے ہمہ وقت شکر گزار رہتے ہیں۔

قرابت با تو شد اعزازِ اُمت بجمد اللہ من درویش دارم

حضور نبی اکرم ﷺ کے دامنِ عترت و رحمت سے وابستہ ہونے اور اُمتِ مسلمہ پر آپ کے عظیم احسانات کا احساس و اعتراف انہیں مدحتِ خواجہ دو جہاں پر راغب کرتا ہے وہ اپنی صلاحیتوں اور کمالِ بصر کو حضورِ اقدس ﷺ کا صدقہ سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عنفوانِ شباب سے پیرانہ سالی کی منزلِ تقدس و عظمت تک ان کی زبانِ حق ترجمانِ حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت میں رطبُ اللسان اور آپ کی شانِ عالی کی ہمیشہ مدح سرار ہی ہے۔ سیدِ نفیس کا نعتیہ کلام پڑھ کر ان کے جذباتِ عقیدت کے خلوص اور گہرائی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ دورِ حاضر کے شعراء کی روایت اور تقلیدِ محض میں نعت نہیں کہتے بلکہ

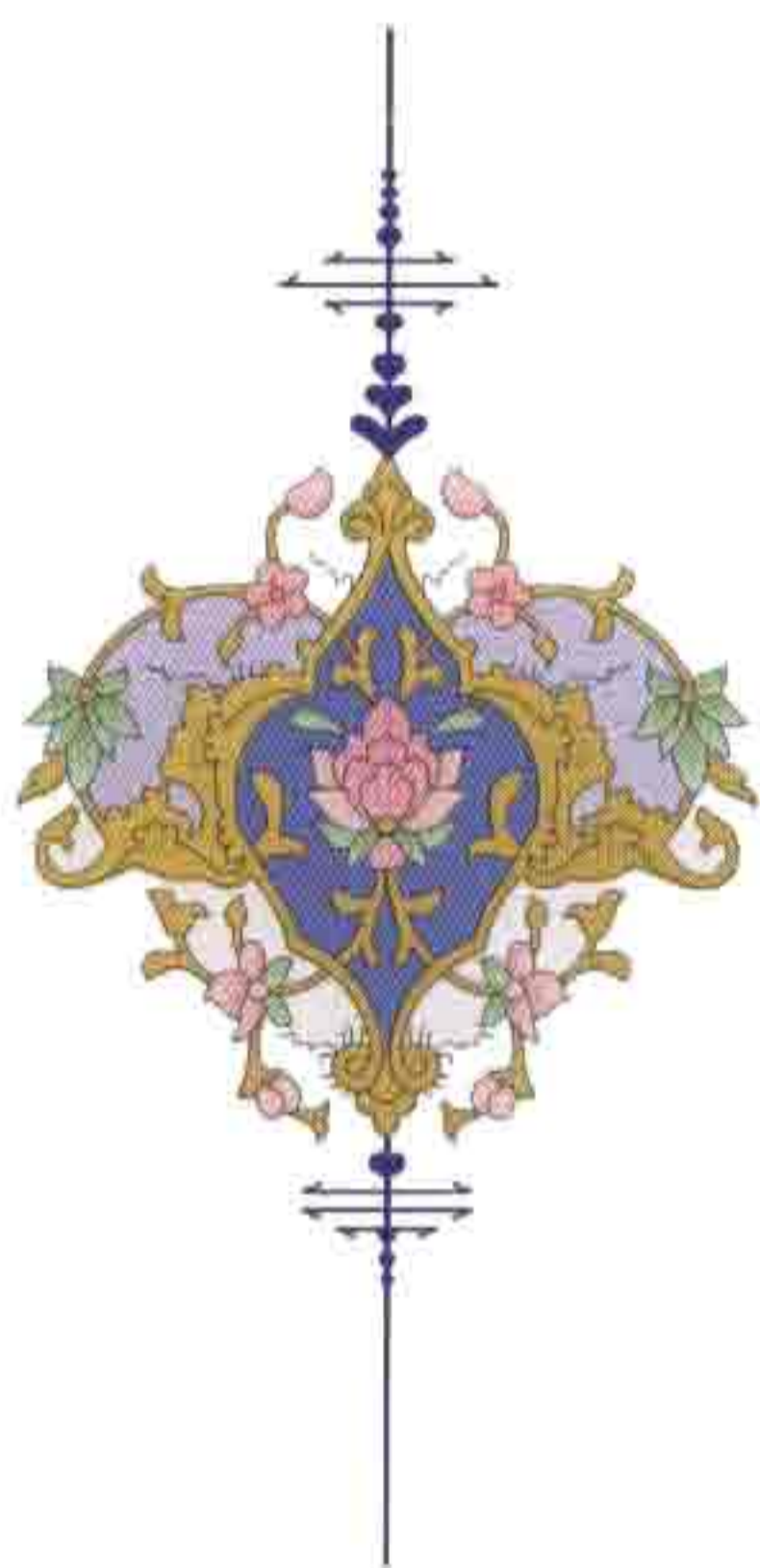




ان کے نعتیہ اشعار عقیدت کی سچائی، خلوص کی گہرائی اور جذبات کی شدت سے بھرپور نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے قاری کو اسی جذبہ عشق و محبت اور ادب و احترام رسول اکرم ﷺ سے سرشار کر دیتے ہیں جو خود ان کے رگ و ریشے میں رواں دواں ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار پڑھتے ہوئے ہماری آنکھیں فرطِ عقیدت و محبتِ رسول اللہ ﷺ سے ہر بار نم ناک ہو جاتی ہیں۔

۱۹۸۳ء میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضری کے موقع پر بے پایاں کیف و سرور کے عالم میں کھے گئے ان کی نعت ”سراپائے اقدس“ کے یہ شعار ملاحظہ فرمائیے، مجھے یقین ہے کہ آپ کی آنکھیں بھی ضرور پُر نم ہو جائیں گی۔

اے رسولِ امیں، خاتم المرسلین، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں  
 بے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقین، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں  
 اے براہمی و باشمی خوش لقب، اے تُو عالی نسب، اے تُو والا حسب  
 دود مانِ قریشی کے درِ ثمیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں  
 تیرے انداز میں و سعتیں فرش کی، تیری پرواز میں رفعتیں عرش کی  
 تیرے انفاس میں خلد کی یاسمیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

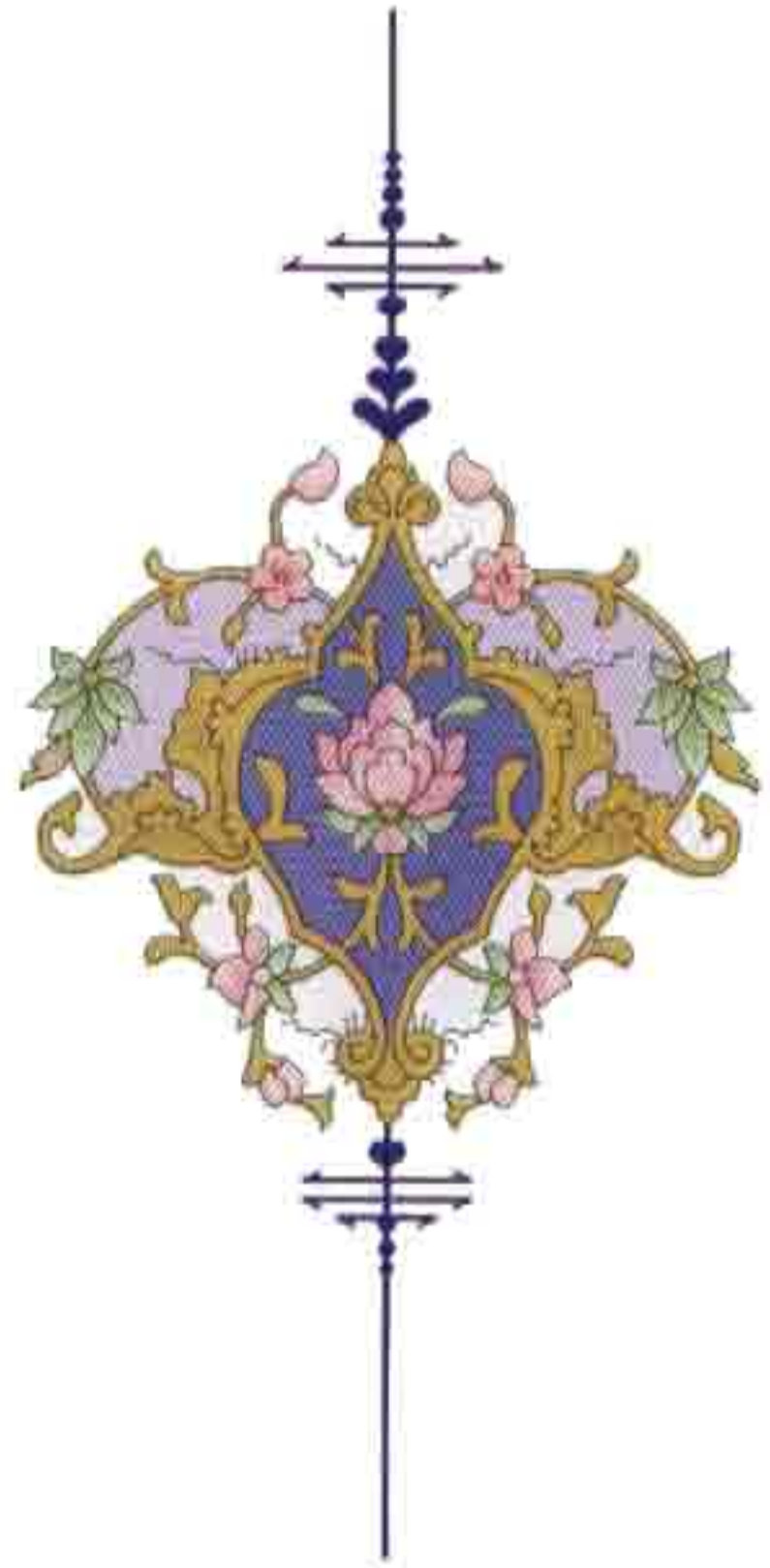


کھمکشاں صَوِترے سرمدی تاج کی، زلفِ تاباں حسیں رات معراج کی  
 لیلتہ القدر تیری منورِ جبیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں  
 اس نعت شریف کے بارے میں سیدِ نفیس نے بتایا کہ وہ حضورِ اقدس  
 نبی مکرم ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضری میں یہ بدیرِ عقیدت بادیدہٴ نم پیش  
 فرماتے رہے ہیں۔

عشق و محبتِ رسولِ محترم ﷺ میں ڈوبے یہ ”نفائس النبی ﷺ“  
 سن کر کون سنگِ دل ہو گا جو گزار اور بے چین نہ ہو جائے اور شاعر کے اسی  
 جذبہٴ محبت سے سرشار ہو کر دھڑکتے دل اور کپکپاتے ہونٹوں سے یہ اشعار نہ  
 گنگنانے لگے

عطا قدموں میں ہو دائمِ حضوری، یارسول اللہ (ﷺ)  
 بے اب ناقابلِ برداشتِ دوری، یارسول اللہ  
 اجازت ہو تو کچھ چشمانِ تر سے بھی بیاں کر لوں  
 ابھی ہے داستانِ غم ادھوری، یارسول اللہ  
 دمِ رخصتِ نفیس اشکوں سے تر ہے، رحم فرماؤ  
 خدارا اک جھلکِ بلکی سی، نوری، یارسول اللہ (ﷺ)

سیدِ نفیس کے انکسار کا عالم یہ ہے کہ اس ”درِ درِ درِ نبوی ﷺ میں



شرفِ باریابی پانے کے باوجود وہ خود کو اس بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں  
حاضری کے قابل نہیں سمجھتے ۛ

بارگاہِ سیدِ کونین میں آکر نفیس  
سوچتا ہوں کیسے آیا، میں تو اس قابل نہ تھا،

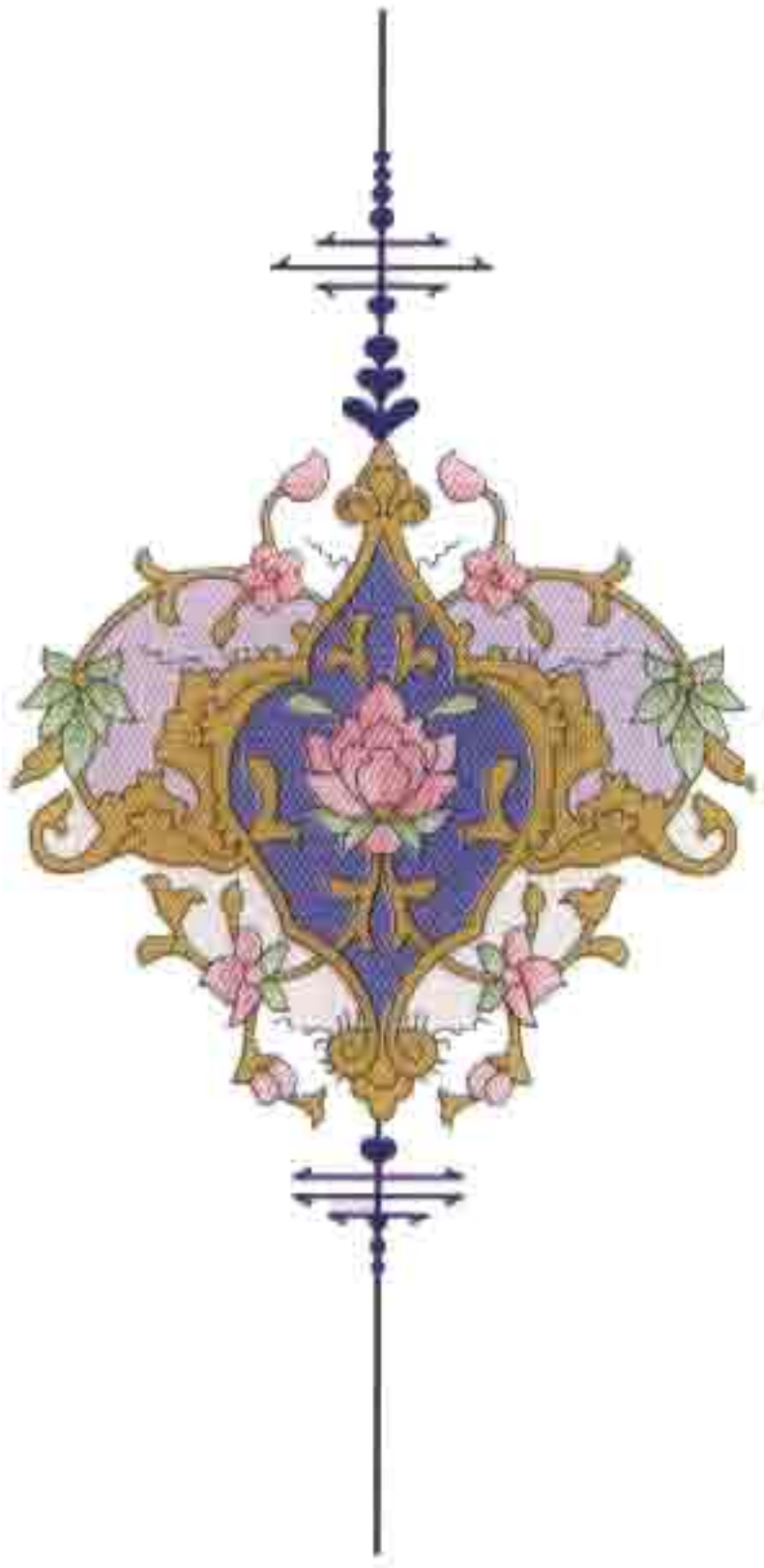
اپنی نظم ”بحضورِ ساقی کوثر ﷺ“ میں حضورِ اقدس ﷺ کی خدمتِ  
عالی میں ”ان کے در کا غلام ابنِ غلام“ سید نفیس ”آن گنت درود و سلام“ کا  
بدیہ پیش کرنے کے بعد اپنا ”غمِ دل“ یوں عرض کرتا ہے ۛ

خوار ہے عالمِ اسلامِ نصاریٰ کے تلے  
آج اُمت کا دیگرگوں ہے نظامِ اے ساقی

وہ اپنی تہی دامنسی کے شدید احساس اور اپنی زیست کی ڈھلتی شام کے  
پیشِ نظر حضورِ شافعِ محشر کی شفاعت کو اپنا سرمایہ اور آخرت کے لئے زادِ سفر  
سمجھتے ہیں ۛ

ایک امیدِ شفاعت ہے فقط زادِ سفر  
جس سے ہمت سی ہے کچھ گام بہ گام اے ساقی

خاتم الانبیاء ﷺ بلاشبہ ”ماہِ تمام“ ہیں سید نفیس آپ ﷺ کی ذاتِ



ختم المرسلین کو ”مسکِ ختام“ سے تشبیہ دیتے ہیں ۵

مہ جبیں لاکھ سی شہرہ آفاق مگر

اُن کے حلقے میں ہے تو ماہِ تمام اے ساقی

نازنین ایک سے اک بڑھ کے جہاں میں آئے

بے تری ذات مگر مسکِ ختام اے ساقی

بتقاضاے بشری اپنی کوتاہوں کے احساس کے ساتھ وہ شافعِ محشر کی

بارگاہ میں عرض کرتے ہیں ۵

یہ التجا ہے کہ روزِ محشر گناہگاروں پہ بھی نظر ہو

شفیعِ اُمت کو ہم غریبوں کی چشمِ تر کا سلام پہنچے

سوز و گداز سے بھر پور ایک اور نعت شریف ”لاکھوں سلام“ میں

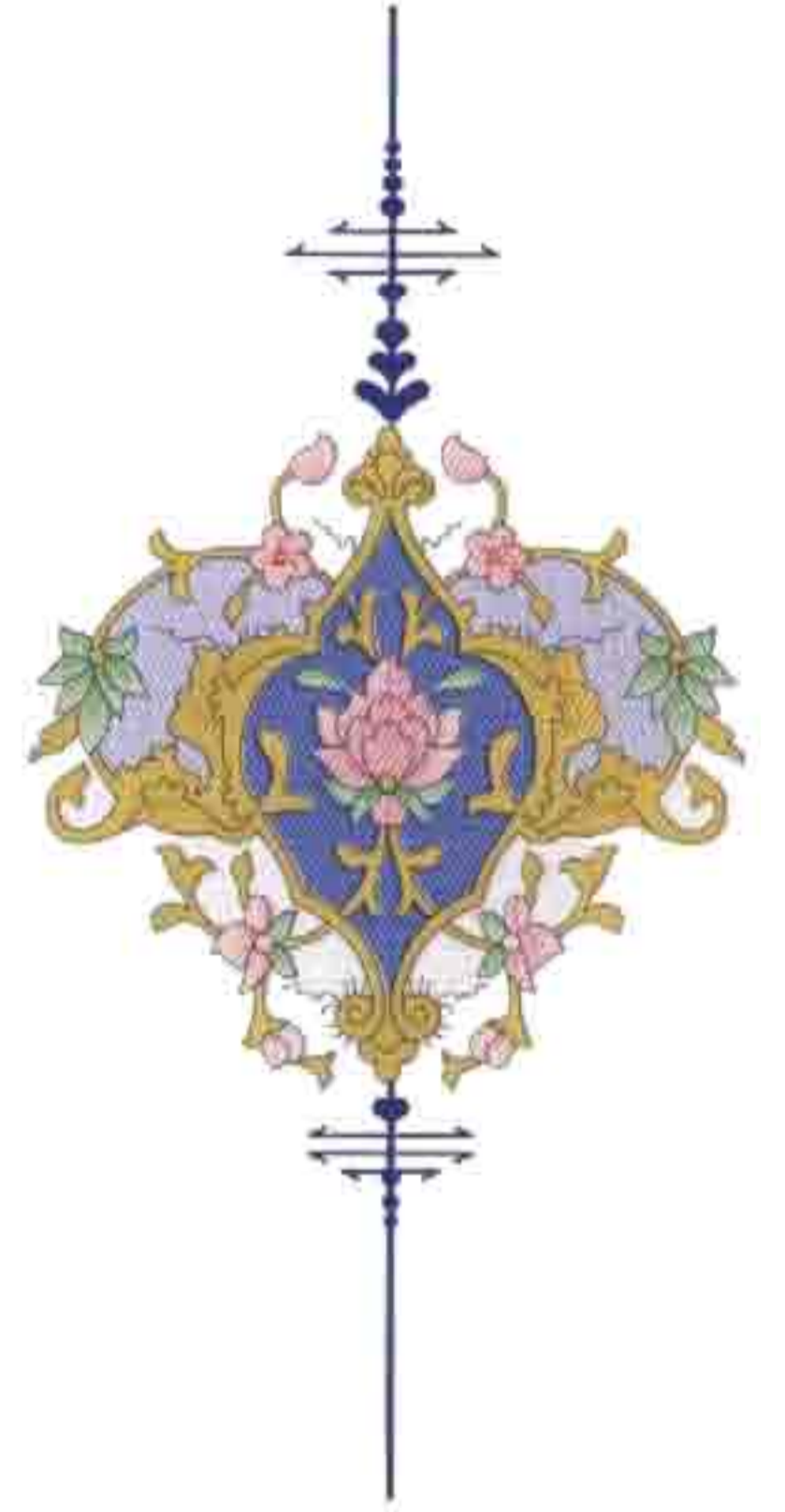
حضور اقدس ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں بدیہِ سلام یوں پیش فرما رہے ہیں ۵

رُکشِ حسنِ یوسف ہے جس کا جمال

اُس نگارِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کے دو پھول پیارے حسنؑ اور حسینؑ

شاخِ بارِ نبوت پہ لاکھوں سلام



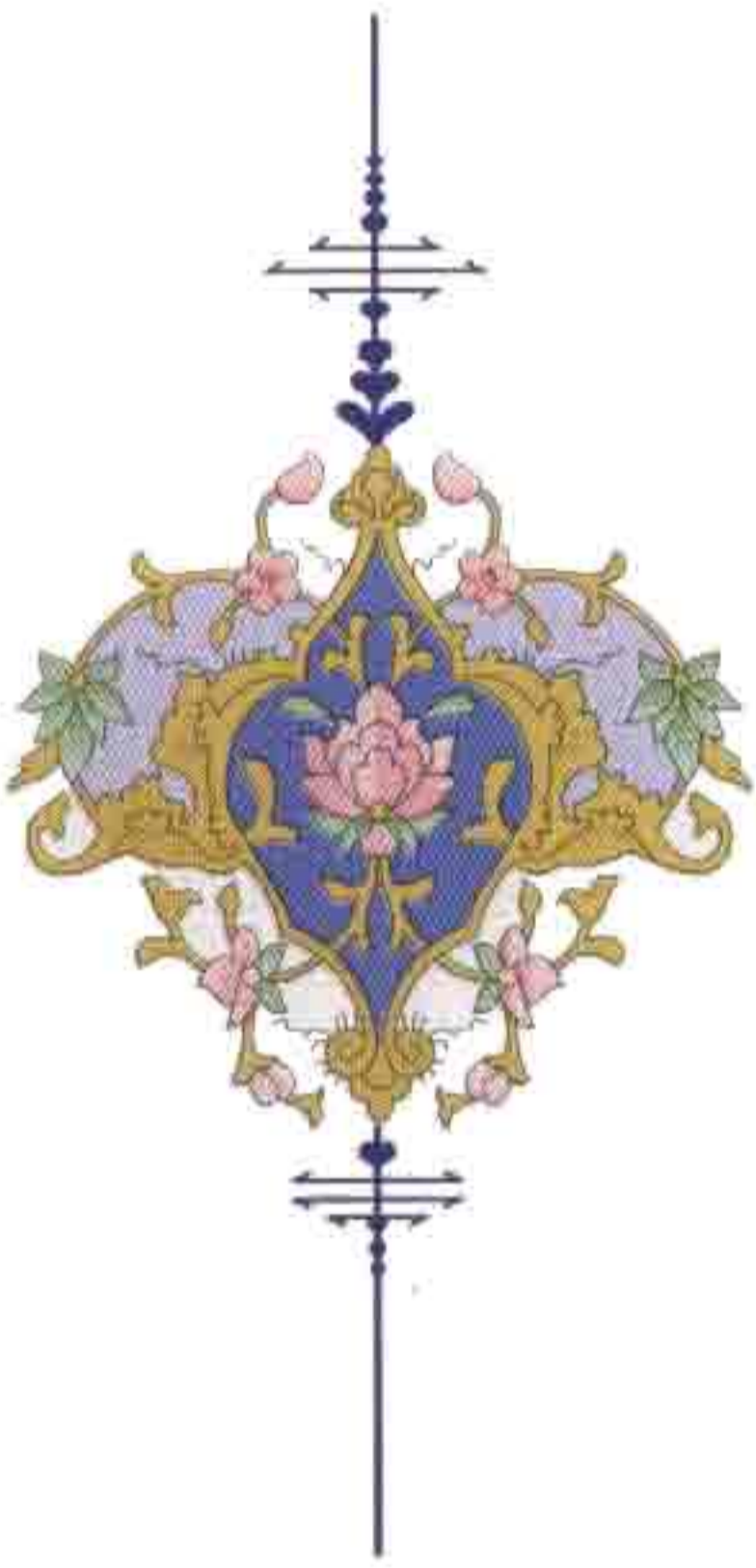
اس طویل نعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضور نبی اکرم ﷺ سے اظہار عقیدت و محبت کے ساتھ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلو نمایاں کئے گئے ہیں۔ اس کے اشعار میں حضور ﷺ کی خدمت میں نذرانہ درود و سلام پیش کرنے کے بعد بالترتیب جبریل امین علیہ السلام، کعبۃ اللہ، براق نبوی ﷺ، بدر و احد، خلفائے راشدین، حسنین کریمین، جملہ اصحابِ نبیؐ اور ساری اُمتِ محمدی کو نذرانہ سلام پیش کیا گیا ہے۔

ایک اور نعت میں سیدِ نفیس اُمتِ مسلمہ اور تمام انسانیت کے دکھوں کا مداوا حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہی کو سمجھتے ہوئے آپ ﷺ ہی کی جانب نظریں لگائے ہوئے ہیں۔

خیال فرما کہ چشمِ عالم تری ہی جانب لگی ہوئی ہے  
نگاہ فرما کہ ساری اُمت کی میٹھی چابیں ترس رہی ہیں

یہاں فکر و خیال کی ایک حساس اور ناقدانہ لہر سید صاحب کو اپنے  
زمانے کے خانقہ سلسلوں کی بے رونقی پر بھی افسردہ دل کر دیتی ہے۔

نفیس کیسا یہ وقت آیا سلوک و احساں کے سلسلوں پر  
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں وہ خانقاہیں ترس رہی ہیں



”فنا فی الرسول“ کی منزل کا یہ عارفِ بامتکین اک خاص مقام پر عالمِ  
بے خودی میں پکار اٹھتا ہے ۷

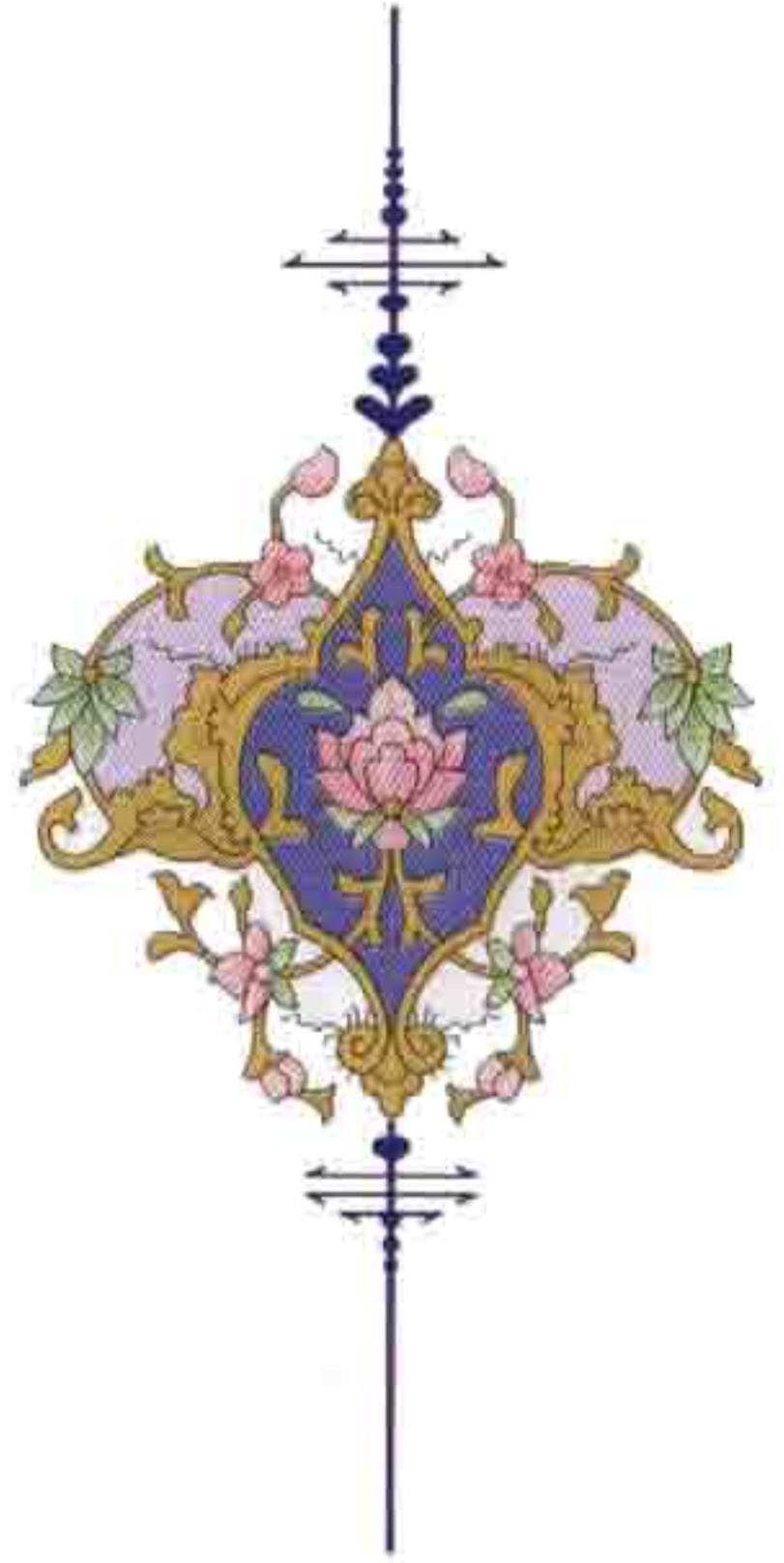
ہاں، نقشِ پائے ختمِ رُسل میرا تخت ہے  
اور سر کا تاجِ خاکِ نعالِ رسول ﷺ ہے،

سیدِ نفیس اپنی تمام علمی فکری اور فنی صلاحیتوں کو حضرت محمد  
مصطفیٰ ﷺ کی نگاہِ کرم کا صدقہ سمجھ کر دل سے اس کا اعتراف و اظہار  
فرماتے ہیں ۷

مِراقلم بھی ہے اُن کا صدقہ، مِرے مہنر پر ہے اُن کا سایہ  
حضورِ خواجہ مِرے قلم کا مِرے مہنر کا سلام پہنچے

مناقبِ اصحابِ رضیٰ و اولادِ نبی ﷺ

سیدِ نفیسِ محترم کو جہاں نبی مکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے غایت  
درجہ عشق ہے وہاں اس سعادت کے ثمرہ میں انہیں جملہ اصحابِ نبی ﷺ اور  
آپ ﷺ کے اہل بیت اطہار کی محبت بھی مبداءِ فیض سے بے پایاں ملی  
ہے۔ انہوں نے اپنے اشعار میں نعتِ نبی ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام اور اہل

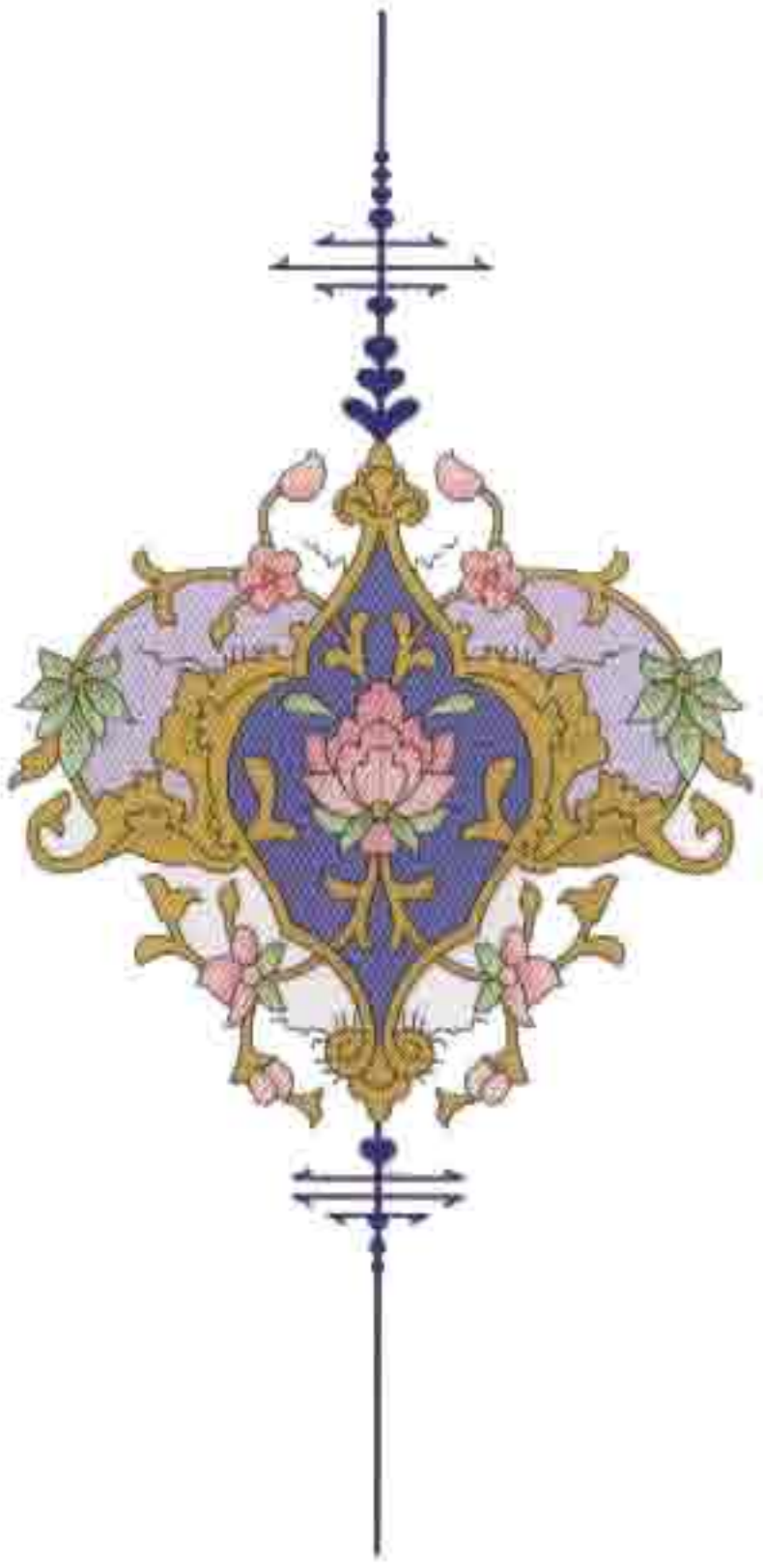


بیتِ عظام سے اپنی گھری محبت اور احترام کا کھلے دل سے اعتراف اور اظہار  
کیا ہے

جس قلب میں یارانِ نبی کی ہو عقیدت کھلتے ہیں اسی قلب پہ اسرارِ مدینہ  
معمور صحابہ کی محبت سے رہے گا وہ سینہ کہ ہے مہبطِ انوارِ مدینہ  
وہ آلِ محمدؐ ہوں کہ اصحابِ محمدؐ ہیں زینتِ دربارِ دربارِ مدینہ  
آلِ اطہار کے صدقے ہو عطا اک ساغر اک پیالہ پیئے اصحابِ کرام اے ساقی  
حسنِ حسنؑ کو دیکھ، حسینؑ حسینؑ کو دیکھ دونوں میں جلوہ ریز جمالِ رسولؐ ہے  
بو بکرؑ ہوں، عمرؑ ہوں وہ عثمانؑ ہو یا علیؑ چاروں سے آشکار کمالِ رسولؐ ہے

### مرتب کا اعترافِ حقیقت

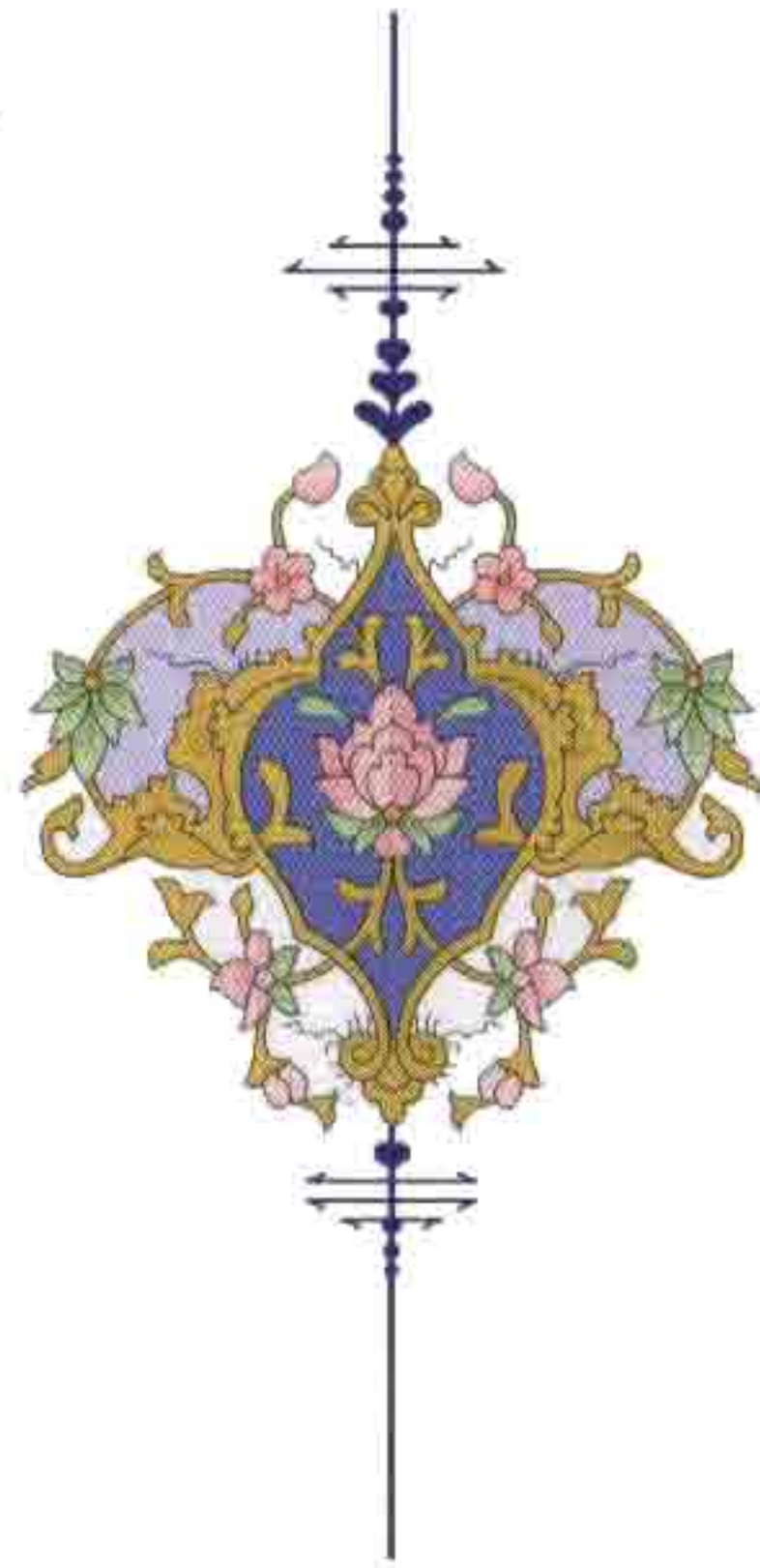
سیدی و مولائی، حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب (متع اللہ المسلمین  
بطول بقاہ) کی نفیس شخصیت اور ان کے کلام منظوم کے محاسن پر خامہ فرسائی  
اور تبصرہ نقادانِ فن اور ادبیات کے اساتذہ کرام ہی کا کام ہے اور یہ کام  
زیب بھی انہی کو دیتا۔ ناچیز مرتب سخن فہمی سے بے بہرہ اور اصولِ انتقاد  
سے نا آشنا ہو کر اس گستاخی کا مرتکب کیونکر ہو سکتا تھا؟ مگر ”الامر فوق الادب“



کے پیش نظر اپنے محسن و مرثی، مرشد و استاذ اور ملجاء و ماویٰ کے حکم سے سرتابی کی ہمت بھی نہیں پڑتی۔ اس خاکسار نے آپ سے دیرینہ و نیاز مندانہ تعلقِ خاطر کی بنا پر اپنے ادبی ذوق کی تسکین کے لئے آپ کی شخصیت کے ادبی پہلو اور ذوقِ شعر گوئی پر کچھ یادداشتیں لکھ رکھی تھیں وہی آپ کے حکم کی بجا آوری میں معاون ہوئیں چنانچہ آپ کے ”خود منتخبہ“ کلام ”برگِ گل“ کی ترتیب، تدوین، تزئین اور طباعت کی تفویض کردہ ذمہ داری کے تقاضہ کے تحت یہ چند طالبِ علمانہ گزارشات پیش خدمت کی گئی ہیں۔

بلاشبہ جس طرح سید نفیس الحسینی کی جاذبِ روح و نظر شخصیت بذاتِ خود نفیس ہے اسی کی مانند آپ کا کلام منظوم بھی بے حد نفیس ہے۔ اور اس مجموعہ ”منتخبہ کلام نفیس کا عنوان بھی ”برگِ گل“ آپ ہی کا تجویز کیا ہوا ہے۔ اگرچہ سید نفیس الحسینی کے ادبی مضامین و علمی مقالات، قلمی شہ پارے، اور ان کے ”جوامع الکلم“ ملفوظات بھی بے حد با معنی، موثر اور خوبصورت ہیں، ان میں کچھ تو اردو زبان کے ادبِ عالیہ میں شامل کئے جانے کے قابل ہیں لیکن فی الحال آپ کے محبین و صاحبانِ ذوق کی تسکینِ طبع کے لئے آپ کے شاعرانہ کلام یا ”نفاہِ منظوم“ کا انتخاب پیش خدمت ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ کلام میں بیشتر منظومات زمانی ترتیب کے لحاظ سے پیش





کی گئی ہیں ماسوائے ”حمدِ باری“ کہ ہر کتاب کا آغاز اللہ تعالیٰ کے پاک نام اور اس کی تمجید و تمجید سے ہی ہونا چاہیے۔ علاوہ ازیں چند قطعات تاریخی اور ”شجرہ قمیصیہ قادریہ“ کے تکمیلی اشعار اپنی اہمیت کے لحاظ سے ترتیبِ زمانی کی بجائے نظموں کے بعد رکھے گئے ہیں۔ اس مجموعہ کی ترتیب میں ہر قدم پر جناب سید نفیس الحسینی مدظلہ العالی کی خواہش اور مشورہ شامل رہا ہے۔

اللہ پاک کی بارگاہ میں عاجزانہ التجاء مرتب ہے کہ اس خدیمِ بارگاہِ نفیس کی طالبِ علمانہ کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اس بھلی بری سعی کے اجر میں مجھے اور میرے والدین کریمین اور تمام برادرانِ طریقت کو آخرت میں جنابِ مرشدنا و سیدنا نفیس الحسینی مدظلہ العالی کی معیت میں حضورِ اقدس نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا دیدار اور شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین

اظہار احمد گیلانی نفیسی قمیصی قادری

لاہور۔ ۵ مئی ۲۰۰۱ء



## حمدِ باری

حمدِ باری مری زباں پر ہے

وَجَدِ طاری مری زباں پر ہے

ذَمِّ بَدَمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

ذکرِ جاری مری زباں پر ہے

ہے تصوّر میں روضۃ اطہر

نعتِ پیاری مری زباں پر ہے

نعتِ گوئی مرا شِعَارِ ہوتی

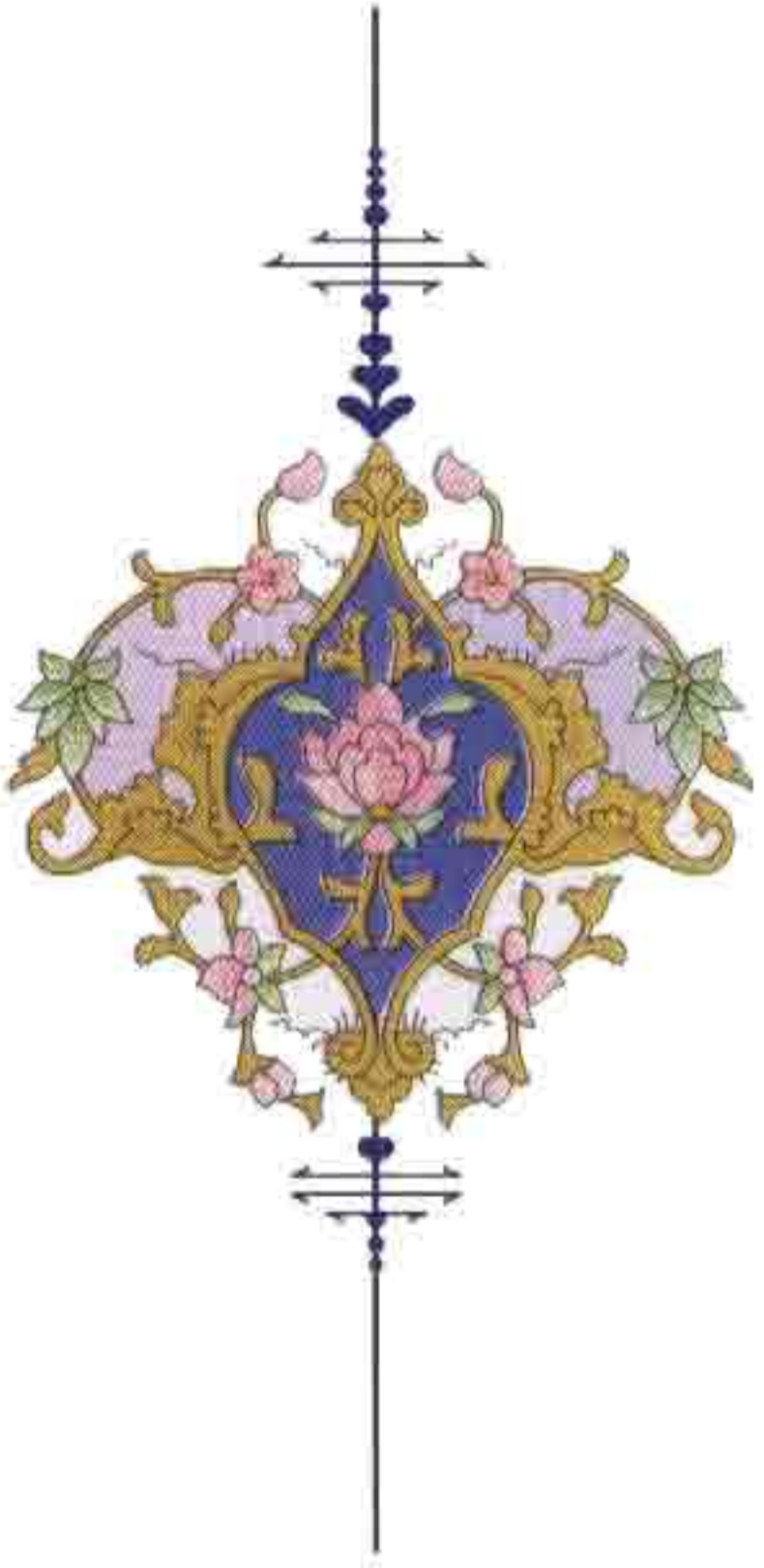
کس نے واری مری زباں پر ہے؟

ذکرِ پیاروں کا چار یاروں رض کا

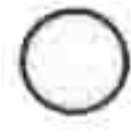
باری باری مری زباں پر ہے

حروفِ مطلب ادا نہیں ہوتا

عرضِ بھاری مری زباں پر ہے



صبرِ جانگاہ میرے دل میں ہے  
شکرِ باری مری زباں پر ہے  
شب کا پچھلا پہر ہے، اور نفیس  
آہ و زاری مری زباں پر ہے

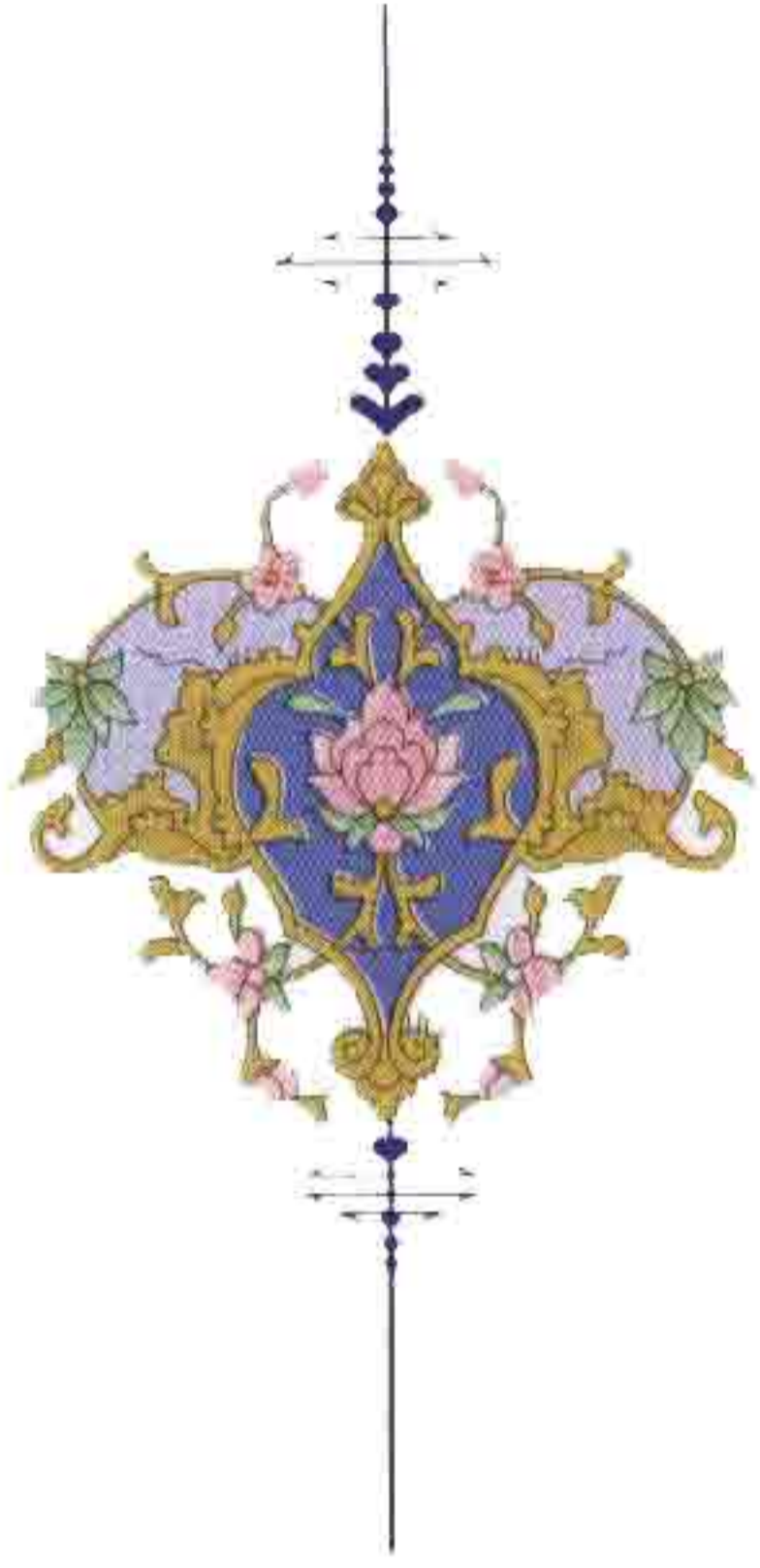


(صفر المنظر ۱۴۱۸ھ / ۶۱۹۹۷ء)

دِریا جو بہ رہا ہے، سُبجان تیری قُدرت!  
ہر قطرہ کہ رہا ہے، سُبجان تیری قُدرت!  
جو بار اُٹھا سکے نہ، اَرْض و جِبَال و اَفلاک،  
اِنسان سہ رہا ہے، سُبجان تیری قُدرت!



کردو  
صفر المنظر ۱۴۱۷ھ

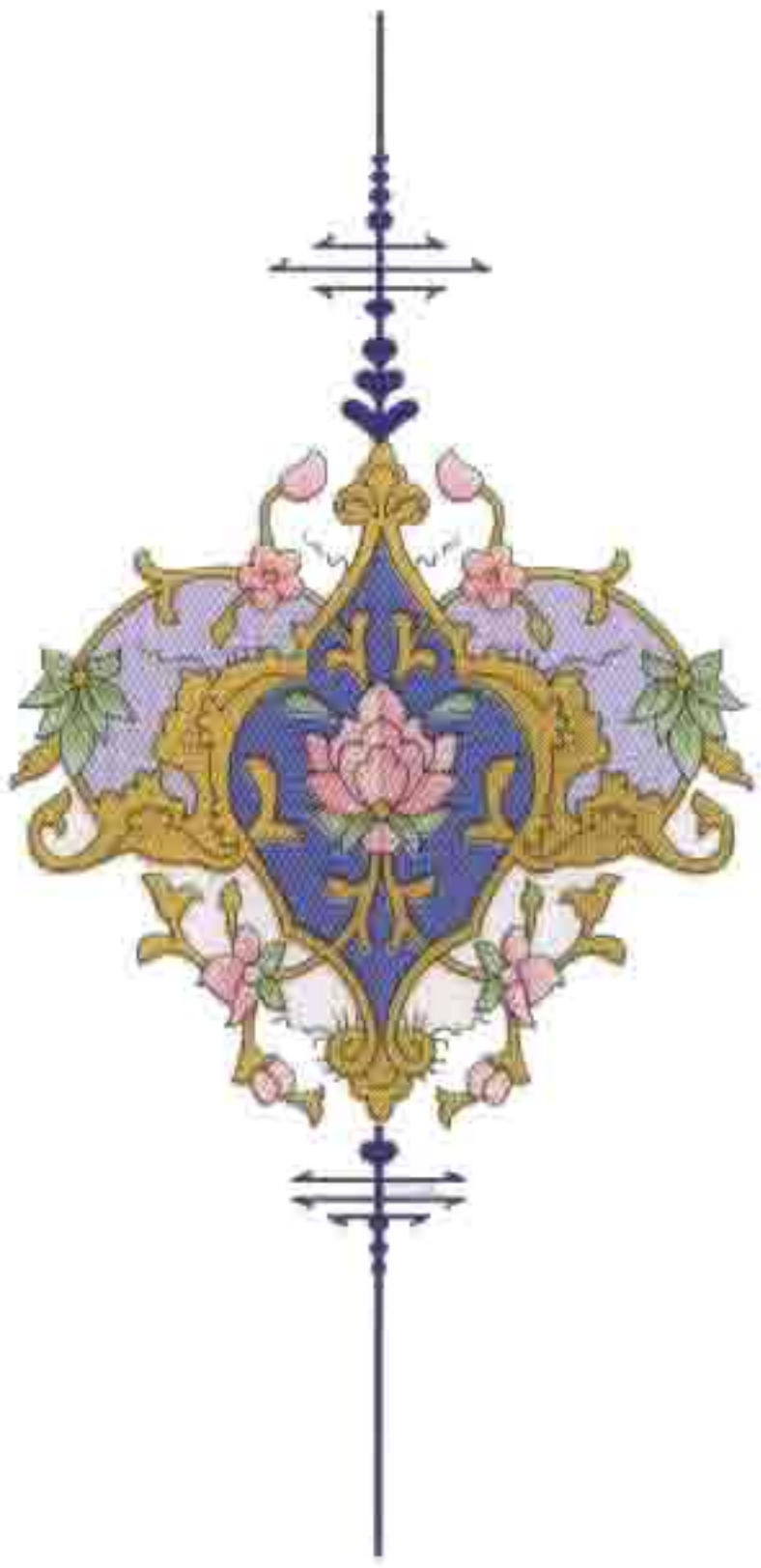


نفسِ اَبی  
صلی اللہ علیہ وسلم



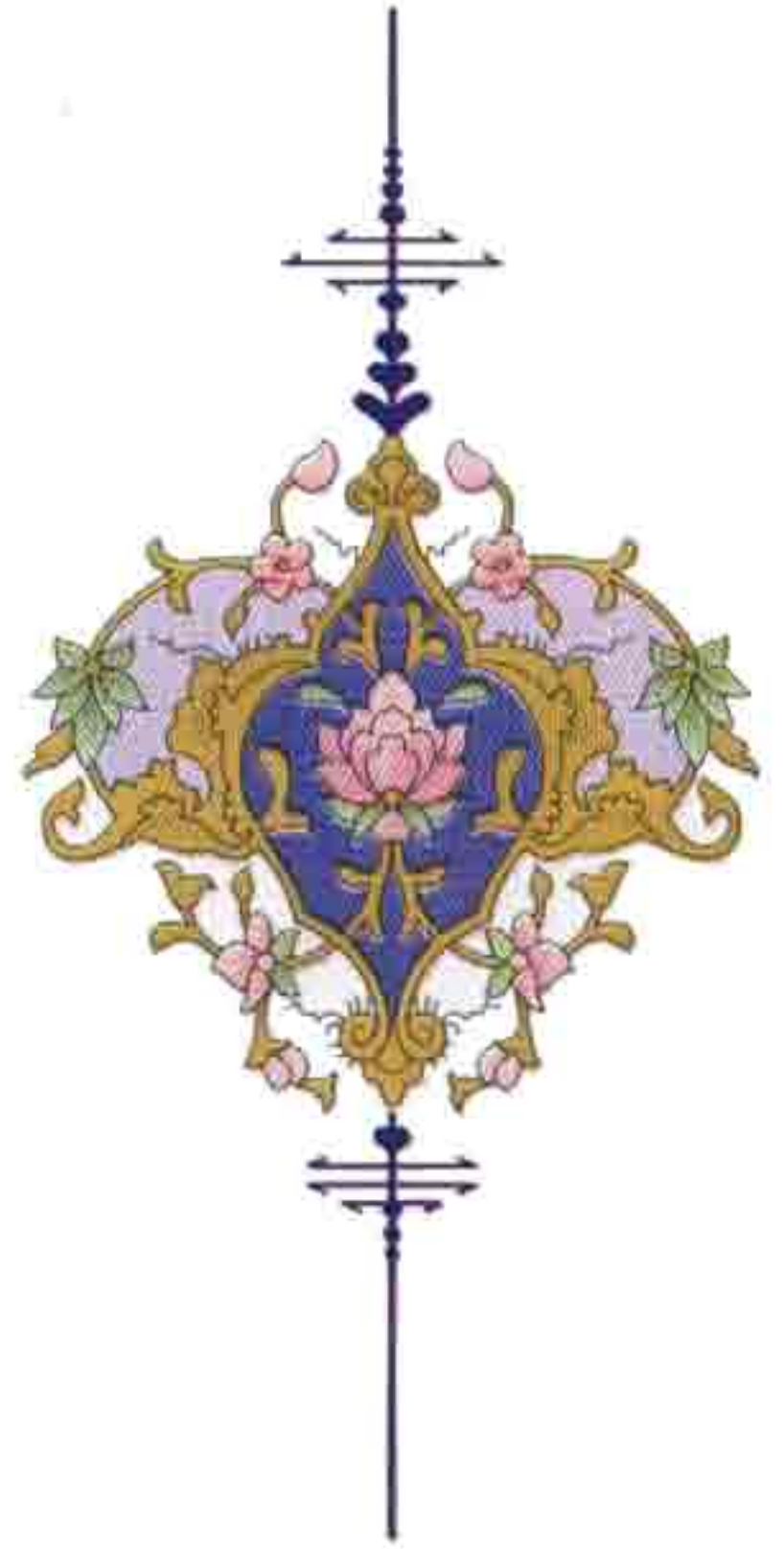
## بِخُضْرٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں ہر آستان چھوڑ کر آ گیا ہوں  
مُواجِبہ پہ با چشمِ تر آ گیا ہوں  
رسالت پناہا! نبوت کلاہا!  
اک اُمیدوارِ نظر آ گیا ہوں  
زمانے نے روکا، مصائب نے ٹوکا  
زیارت کی خاطر مگر آ گیا ہوں  
محبّت کی شدت مجھے کھینچ لائی  
عقیدت کے پیشِ نظر آ گیا ہوں  
إِلَى أَصْلِهِ يَرْجِعُ كُلُّ شَيْءٍ  
میں بھولا ہوا اپنے گھر آ گیا ہوں  
میری راہ میں گرچہ حائل تھے دریا  
خدا کی قسم بے خطر آ گیا ہوں



مَحَبَّت کے سکے، عقیدت کی نقدی  
 یہی لے کے زادِ سفر آ گیا ہوں  
 مرے پاس تک آ سکے گی نہ دُنیا  
 قریب آپ کے اس قدر آ گیا ہوں  
 مری زندگی ہو رہی ہے نچھاور  
 جو روضے پہ میں لمحہ بھر آ گیا ہوں  
 مجھے لوگ کہتے ہیں مقبولِ احمد  
 اس ارماں اس اُمید پر آ گیا ہوں

○  
۵۲ - ۱۹۵۱ء



۵۲ سید نفیس حسینی کے خاندان کے بزرگ عارف ربانی صوفی سید شاہ مقبول احمد (م ۱۹۷۸ء) نے  
 ۱۹۶۳ء میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر پہلی حاضری کے وقت یہ نعت  
 پیش کی (مرتب)

# یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم

یہ درماندہ مواجہ شریف پر حاضر خدمت اقدس ہوا تو فوراً ہی ایک شعر وارد ہو گیا۔ بعد میں تدریجاً مدینہ منورہ ہی میں اور شعر بھی ہو گئے آخری شعر رخصت کے وقت ہوا۔

نفس

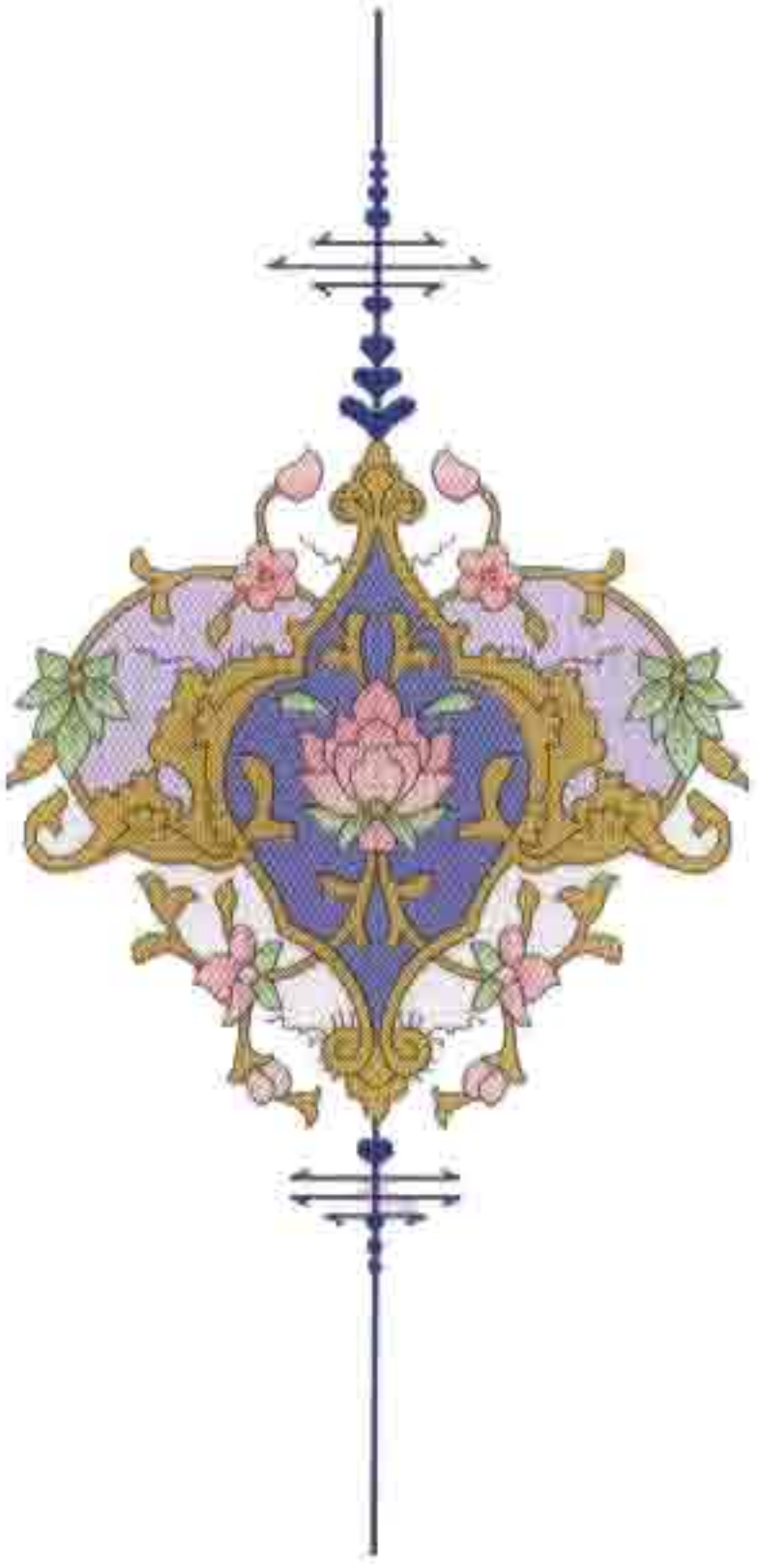
عطا قدموں میں ہو دائم حضوری ، یا رسول اللہ  
ہے اب ناقابل برداشت دوری ، یا رسول اللہ

عنایت ہو اگر اک لمحہ ، اپنی خاص خلوت کا  
مجھے اک عرض کرنی ہے ضروری ، یا رسول اللہ

اجازت ہو تو کچھ چشمان تر سے بھی بیاں کر لوں  
ابھی ہے داستانِ غم ادھوری ، یا رسول اللہ

میری غایت تمنا ہے ، در اقدس کی درباری  
زہے عزت ، اگر ہو جائے پوری ، یا رسول اللہ

مدینے ہی میں آ کر راحت و تسکین پاتی ہے  
دلِ فرقت زدہ کی ناصبوری ، یا رسول اللہ

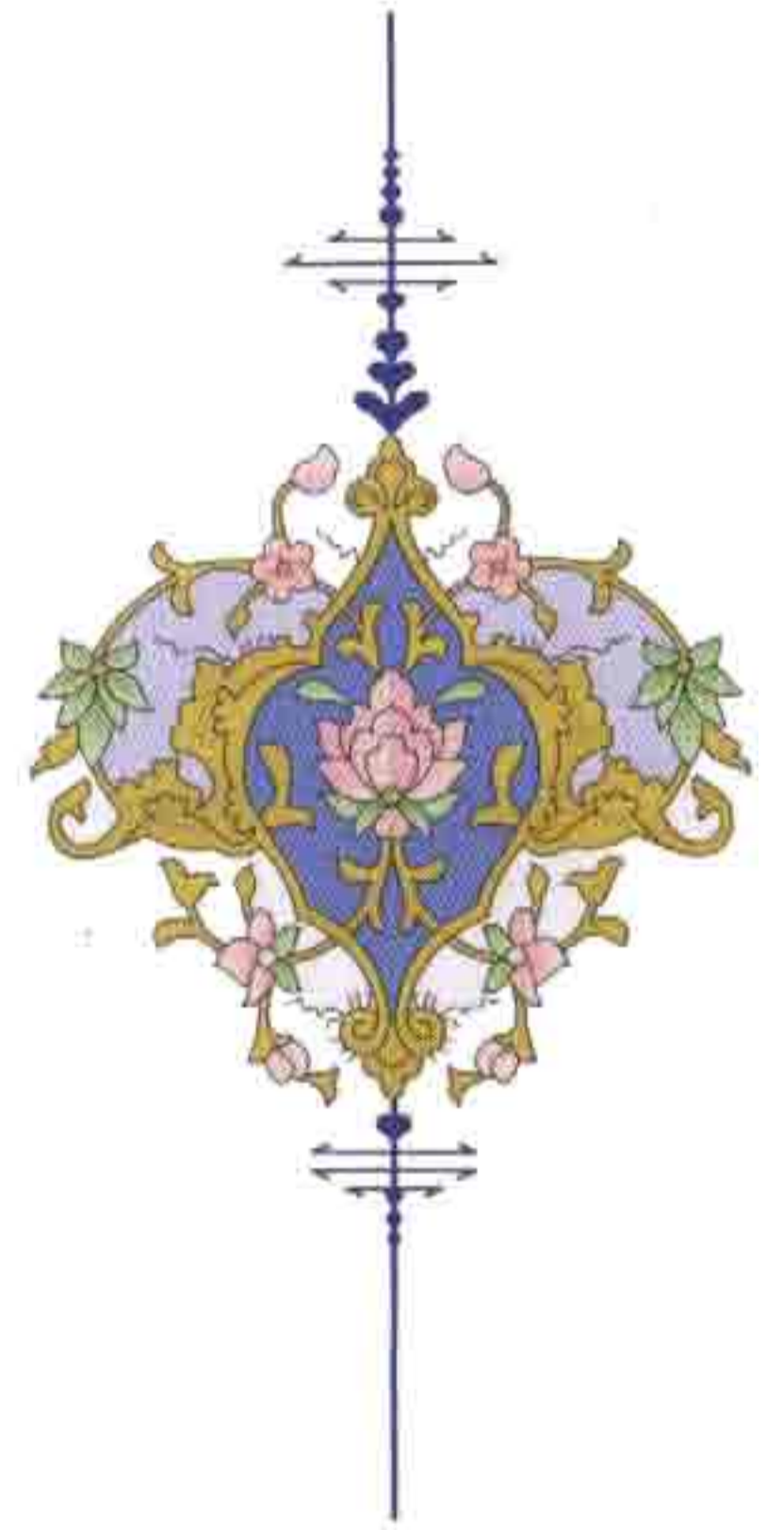


دَمِ رُخْصَتِ نَفِيسِ اشْكَوْنَ سَے تَر ہے رَحْمِ فَرَمَاؤُ  
خُدَا رَا اِکْ جھلکِ ہلکی سی، نُورِی، یا رَسُوْلِ اللّٰہِ

(صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وسلم)

پہلی حاضری: جمعرات یکم ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ ۸ ستمبر ۱۹۸۳ء

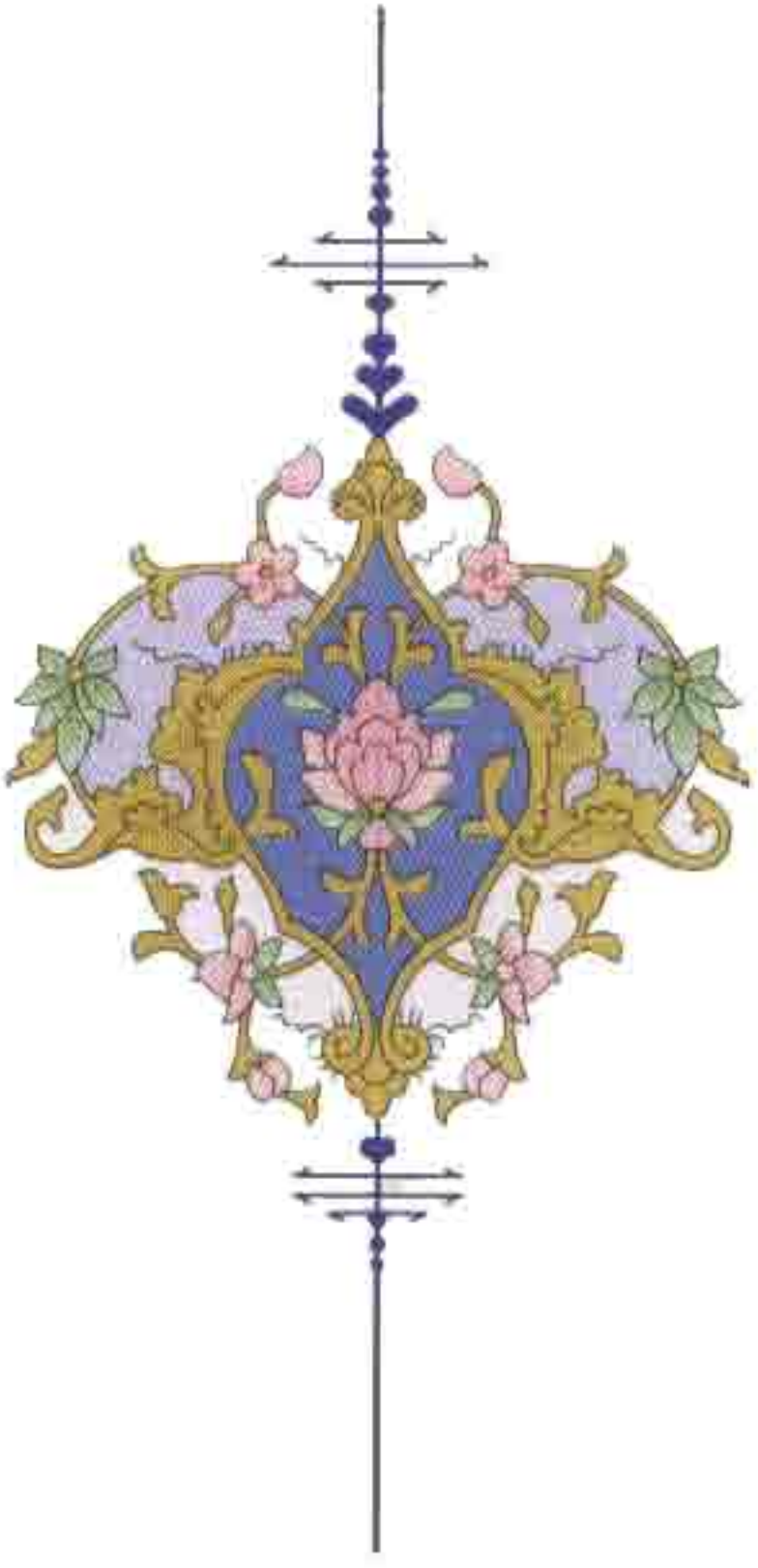
یہی بات کہنے کو جی چاہتا ہے  
مدینے میں رہنے کو جی چاہتا ہے





## سَرِاِپَے اَقْدَسِ صَلَّی اللہُ عَلَیْ خَیْرِ خَلْقِہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

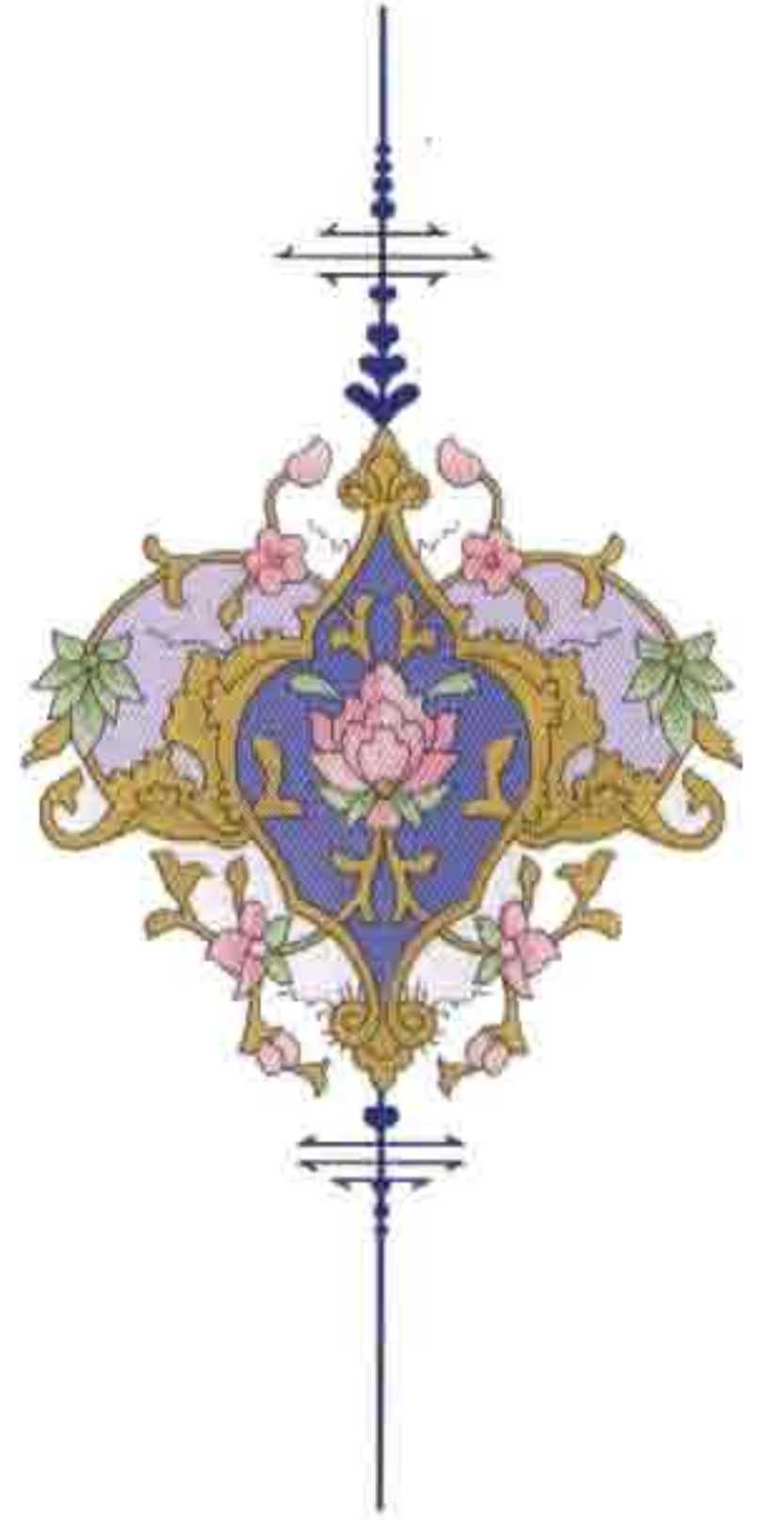
اے رسولِ امیں، خاتمِ المرسلین، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں  
 ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقین، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں  
 اے براہمی و ہاشمی خوش لقب، اے تو عالی نسب، اے تو والا حسب  
 دودمانِ تریشی کے درمیشیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں  
 دستِ قدرت نے ایسا بنایا تجھے، جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے  
 اے ازل کے حسین، اے ابد کے حسین، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں  
 بزمِ کونین پہلے سجائی گئی، پھر تری ذاتِ منظرہ پہ لائی گئی  
 سید الاولیں، سید الاخریں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں  
 تیرا سکہ رواں گلِ جہاں میں ہوا، اس زمیں میں ہوا، آسماں میں ہوا  
 کیا عرب، کیا عجم، سب ہیں زیرِ نگیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں  
 تیرے انداز میں وسعتیں فرش کی، تیری پرواز میں رفعتیں عرش کی  
 تیرے انفاس میں خلد کی یاسمیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں



”سَدْرَةُ الْمُنْتَهَى“ رگنرز میں تری، ”قَابِ تَوَسَّيْنِ“ گردِ سفر میں تری  
 تُوْبے حق کے قریں، حق ہے تیرے قریں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں  
 کہکشاں ضوِ ترے سرمدی تاج کی، زلفِ تاباں حسیں رات معراج کی  
 ”لَيْلَةُ الْفِتْرِ“ تیری مُنَوَّرِ جبیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں  
 مُصْطَفَىٰ مُحَمَّدِيًّا، تیری مدح و ثنا، میرے بس میں نہیں، دسترس میں نہیں  
 دِل کو ہمت نہیں، لَب کو یارا نہیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں  
 کوئی بتلاتے کیسے سراپا لکھوں، کوئی ہے! وہ کہ میں جس کو تجھ سا کہوں  
 تُوْبہ تُوْبہ! نہیں کوئی تجھ سا نہیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں  
 چار یاروں کی شانِ جلی ہے بھلی، ہیں یہ صِدِّيقٌ، فَارُوقٌ، عِثْمَانٌ، عَلِيٌّ  
 شاہدِ عَدْلٍ ہیں یہ ترے جانشین، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں  
 اے سراپا نَفِيسِ اَنْفَسِ دُوحِبَّانِ، سرورِ دِلْبَرِ اَشْقَانِ  
 ڈھونڈتی ہے تجھے میری جانِ عزیز، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں



( ۱۳۰۳ھ / ۱۹۸۳ء )

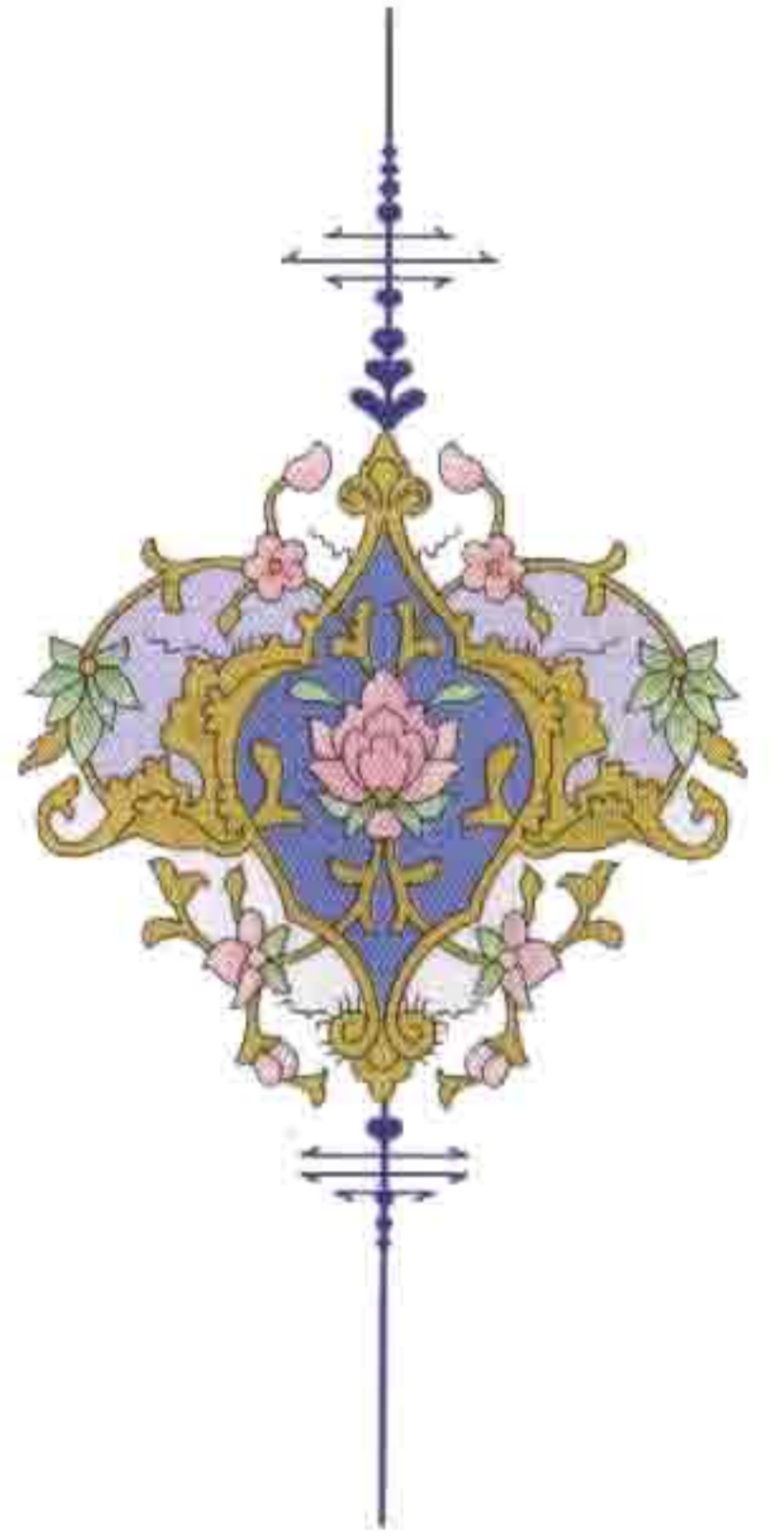


# بخشورِ ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ اللہ! محمدؐ ترا نام اے ساقی  
 ان گنت تجھ پہ درود اور سلام اے ساقی  
 بعد اللہ کے ہے تیرا مقام اے ساقی  
 کس کی جرأت ہے کہ اس میں کلام اے ساقی  
 از ازل تا بہ ابد تیری ہی سرداری ہے  
 سیدُ الکُل ہے تو، ہے سب کا امام اے ساقی  
 تجھ پہ اللہ کی رحمت کا ہے سایہ ہر دم  
 گل جہاں پر تری رحمت ہے مدام اے ساقی  
 فرشیوں پر تو عنایات کی کچھ حد ہی نہیں  
 عرشوں پر بھی ترا فیض ہے عام اے ساقی  
 واسطہ تجھ کو براہِ عسیم کی فنر زندگی کا  
 ایک کوثر کا چھلکتا ہوا جام اے ساقی



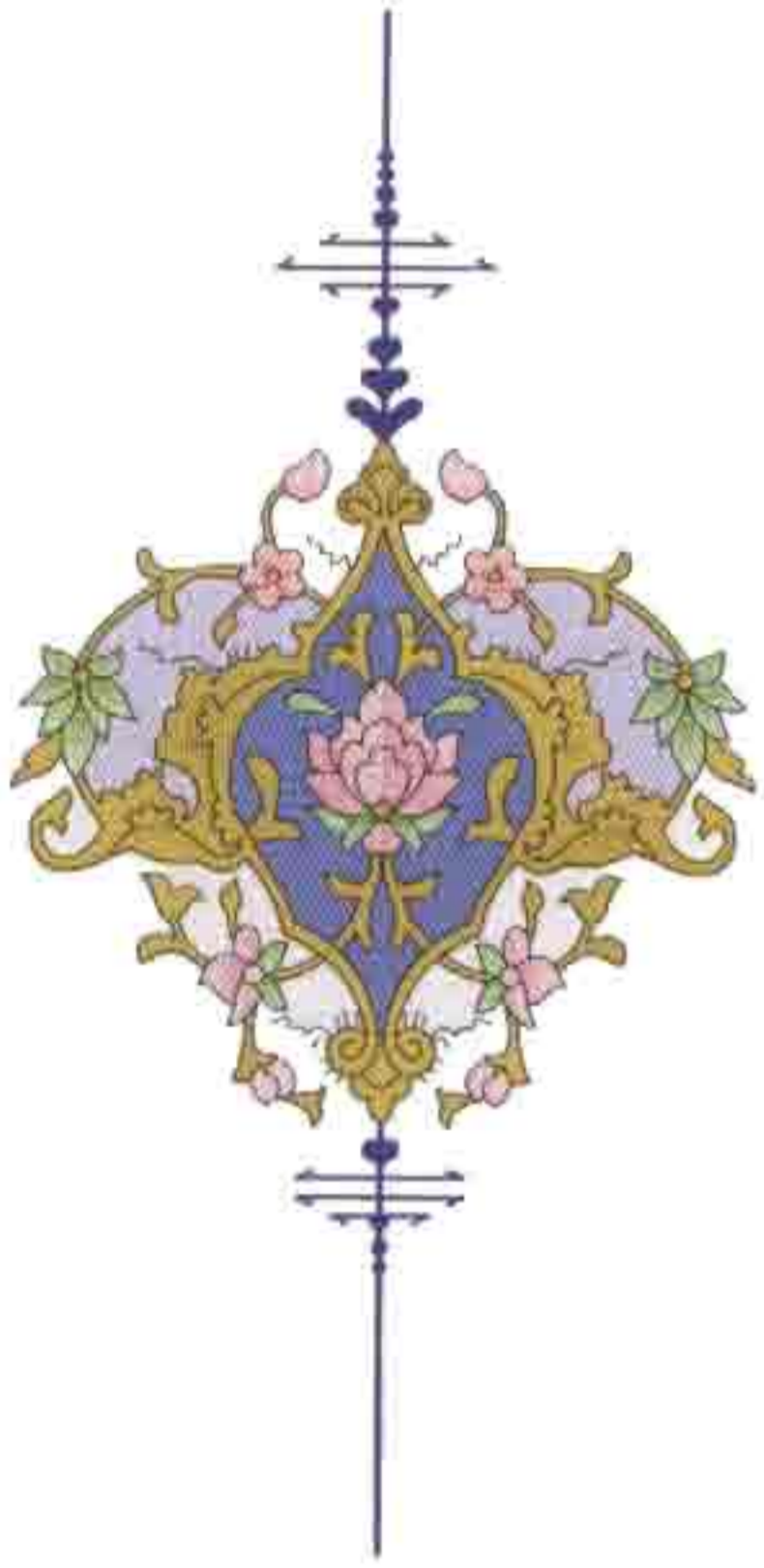
اَلْاَطْهَارِ كَ صَدَقَ هُوَ عَطَا اِكْ سَاغِر  
 اِكْ پيالہ پئے اصحابِ کرام اے ساقی  
 خستہ جانوں سے کوئی پُوچھے حلاوتِ اس کی  
 راحتِ جان و جگر ہے ترا نام اے ساقی  
 کبھی تنہائی میں محسوس کیا کرتا ہوں  
 صحنِ دل میں ترا آہستہ حرام اے ساقی  
 مہ جبیں لاکھ سہی شہرۂ آفاق مگر  
 اُن کے حلقے میں ہے تو ماہِ تمام اے ساقی  
 نازنین ایک سے اک بڑھ کے جہاں میں آئے  
 ہے تری ذات مگر مسکِ ختام اے ساقی  
 وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہے خُدا کا ارشاد  
 ہے اُفق تا بہ اُفق تیرا پیام اے ساقی  
 مٹنے والے ہیں سبھی نقشِ جہانداروں کے  
 نقش ہے تیرا فقط نقشِ دوام اے ساقی  
 تجھ پہ اللہ کا اور اُس کے فرشتوں کا سلام  
 ہم غلاموں کی بھی جانب سے سلام اے ساقی



سوچتا ہوں عنہم دل عرض کروں یا نہ کروں  
 ان دنوں منکر سے ہے جینا حرام اے ساتی  
 خوار ہے عالمِ اسلام نصاریٰ کے تلے  
 آج اُمت کا دیگر گوں ہے نظام اے ساتی  
 نگہِ لطفِ عنریوں پہ خدارا ہو جائے  
 پھر سُور جائے یہ بگڑا ہوا کام اے ساتی  
 دلِ مرا ڈوب رہا ہے کہ تھی دامن ہوں  
 ہونے والی ہے ادھر زلیلت کی شام اے ساتی  
 ایک اُمیدِ شفاعت ہے فقط زادِ سفر  
 جس سے ہمت سی ہے کچھ کام بہ کام اے ساتی  
 لاج رکھنا، کہ ترے رحم و کرم پر ہے نفیس  
 ہے ترے در کا غلام ابنِ غلام اے ساتی



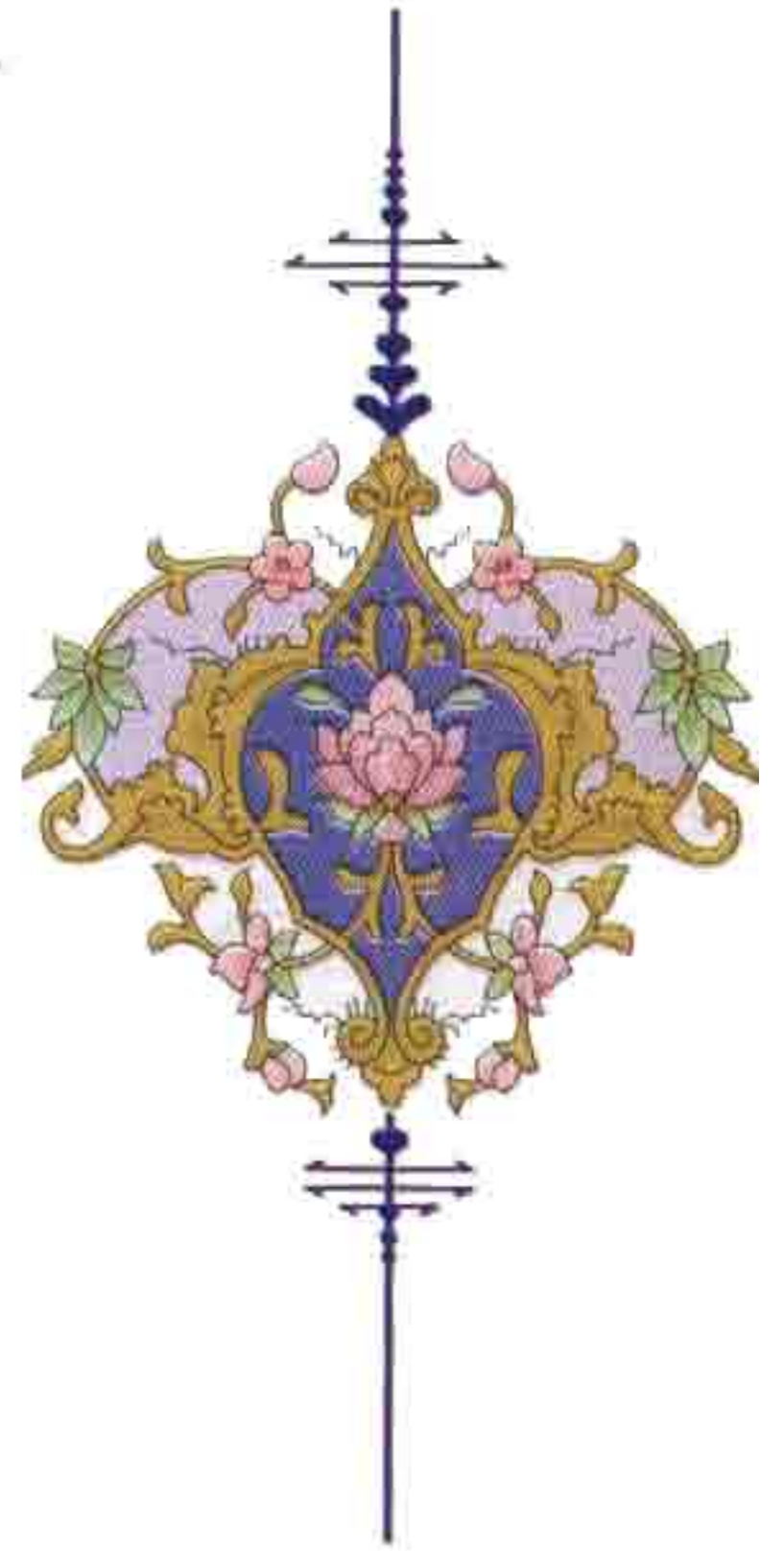
(مدینۃ المنورۃ : ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۱ء)



# محمد ﷺ موتی

دُنیا سِیپ ، مُحَمَّد موتی ؛ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ  
اُس بن دُنیا کیسی ہوتی ؛ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ  
مقصدِ کونین مُحَمَّد ، مطلوبِ دارین مُحَمَّد  
اُس بن دُنیا کیسے ہوتی ؛ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ  
گر نہ ہوتا آمَنہ جایا ، خلقت کا غم کھانے والا  
خلقت مٹھی نہیں نہ سوتی ؛ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ  
زہرا کا دل عنم کا مارا ، ہجرِ نبی میں پارہ پارہ  
گم گم آنسو ہار پروتی ؛ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ  
ساجن بن سکھ چین نہ آوے ، یاد اُس کی دن رین تاوے  
دل تڑپے ہے ، آنکھیں روتی ؛ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ  
کاش مے محبوب کی دھرتی ، مجھ پہ نفیس یہ شفقت کرتی  
اپنے اندر مجھ کو سموتی ؛ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

یکم شعبان ۱۴۱۲ھ (۱۹۹۲ء)



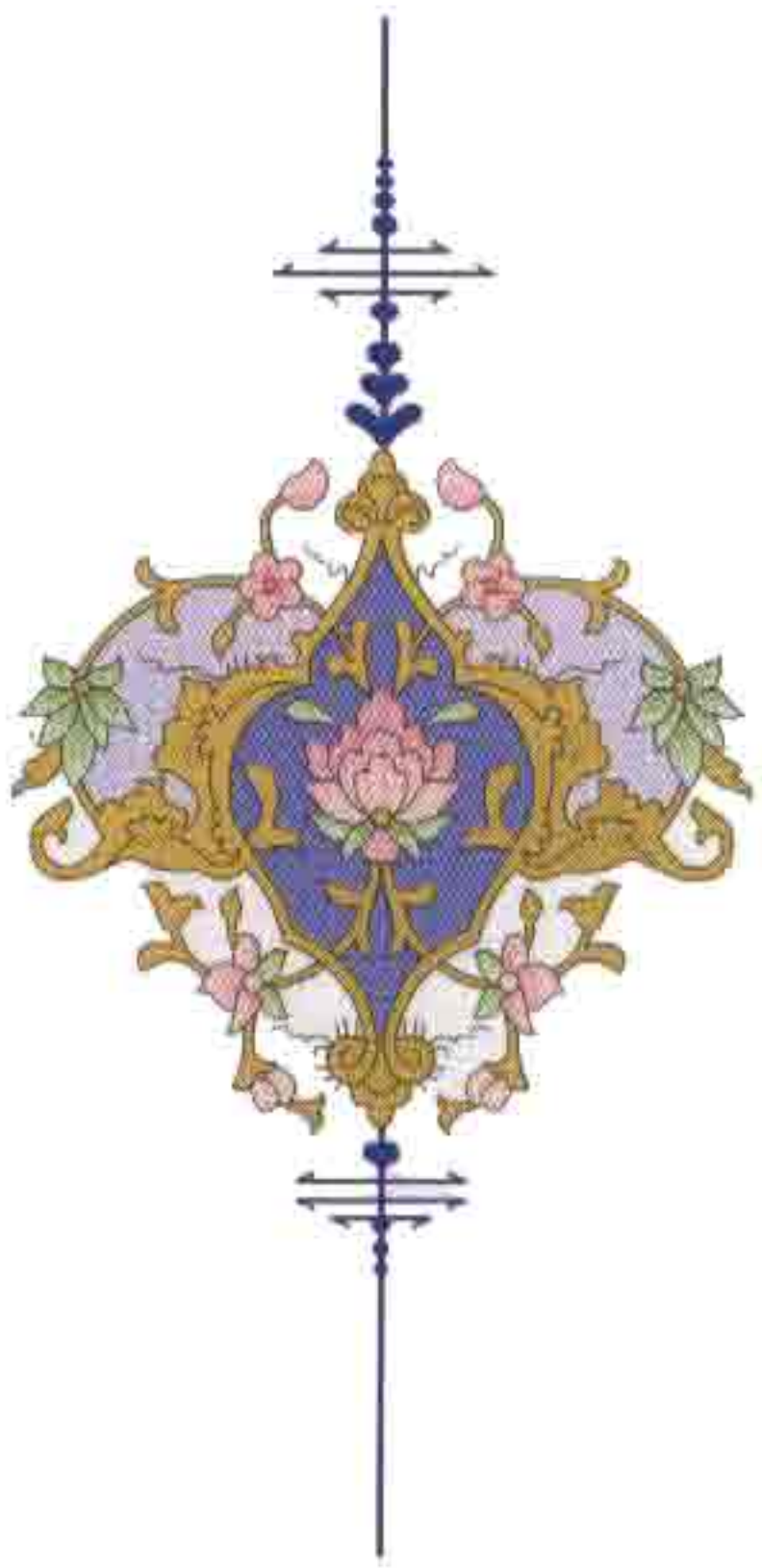
# چھا رہی ہے گھٹا مدینے کی

چھا رہی ہے گھٹا مدینے کی  
 نہیں حسرت زیادہ جینے کی  
 زندگی اُس کی، موت اُس کی ہے  
 رات دن شغلِ بادہ خواری ہے  
 مے افرنک میں وہ بات کہاں  
 ساقیا چھوڑ ساغر و مہینا  
 ختم ہے سلسلہ نبوت کا  
 ہفت اقلیم سے ہے بیش بہا  
 ہفت قلم کے موتیوں سے گراں  
 آگتی رُت پلانے پینے کی  
 زندگی چاہیے قرینے کی  
 خاک ہو جائے جو مدینے کی  
 رمضاں عید ہے مہینے کی  
 لا مرے واسطے مدینے کی  
 اب پلا دل کے آ بگینے کی  
 مہر ہے ہاشمی بگینے کی  
 خاک چٹکی سی اک مدینے کی  
 بوند اک اک ترے پسینے کی

ننگِ اولادِ مصطفیٰ ہے نفیس  
 لاج رکھ لے خدا کینے کی



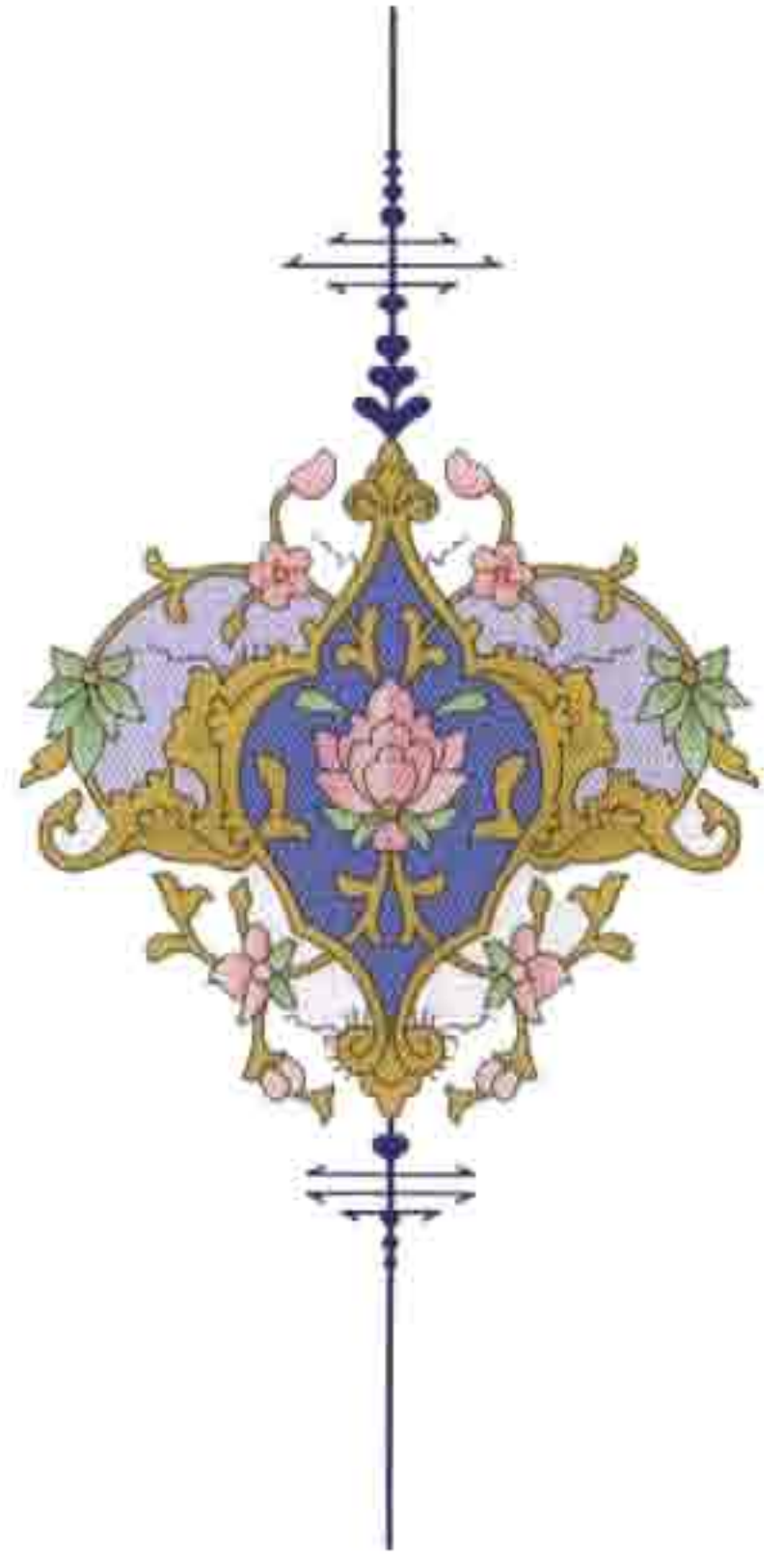
ربیع الاول ۱۴۱۵ھ (۱۹۹۴ء)



## لب پر درود

لب پر درود، دل میں نسیالِ رسولؐ ہے  
اب میں ہوں اور کیفِ وصالِ رسولؐ ہے  
دائم بہارِ گلشنِ آلِ رسولؐ ہے  
سینچا گیا لہو سے نہالِ رسولؐ ہے  
حُسنِ حسن کو دیکھ، حُسنِ حسین کو دیکھ  
دونوں میں جلوہ ریزِ جمالِ رسولؐ ہے  
بُو بکرؓ ہوں، عمرؓ ہوں، وہ عرشِ شام ہوں یا علیؓ  
چاروں سے آشکار کمالِ رسولؐ ہے  
اسلام نے عِسلام کو بخشی ہیں عظمتیں  
سردارِ مومنین، بلالؓ رسولؐ ہے  
ہاں نقشِ پائے نَحْمِ رُسلِ میرا تخت ہے  
اور سر کا تاجِ خاکِ نعالِ رسولؐ ہے  
جامِ حَمِّ اُس کے سامنے کیا چیر ہے نفیس  
جس کو نصیبِ جامِ نعالِ رسولؐ ہے

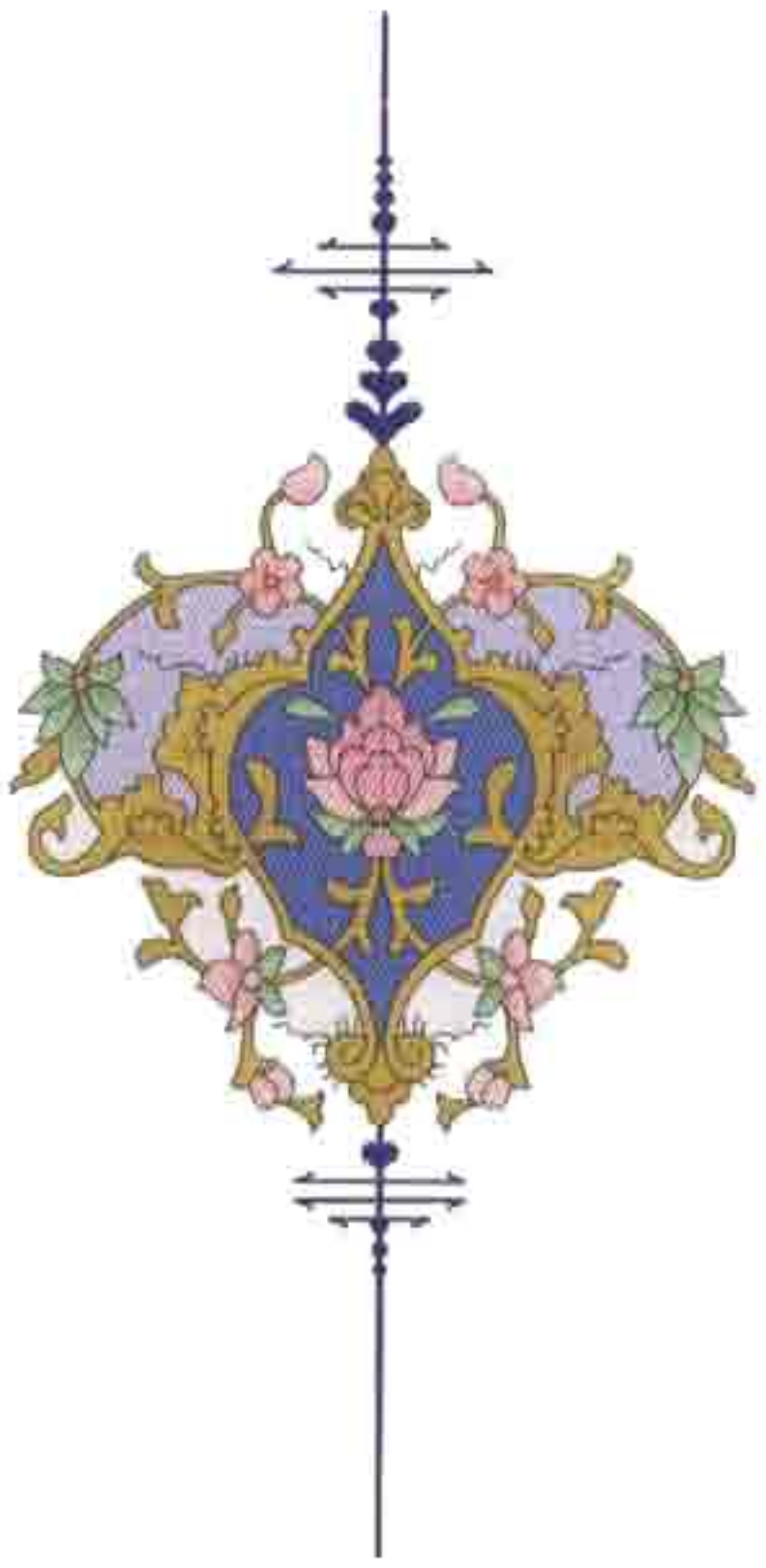
(شوال المکرم ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)





# سَلَامٌ بِحُضُورِ خَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِلٰهِي! مَحْبُوبِ كُلِّ جِهَانٍ كُو، دِل وَجِگِرَ كَا سَلَامِ پَنِچِي  
نَفْسِ نَفْسِ كَا دُرُودِ پَنِچِي، نَظَرِ نَظَرِ كَا سَلَامِ پَنِچِي  
بِسَاطِ عَالَمِ كِي وَسْعَتُوں سِي، جِهَانِ بَالَا كِي رِفْعَتُوں سِي  
مَلِكِ مَلِكِ كَا دُرُودِ اُتَرِي، بَشَرِ بَشَرِ كَا سَلَامِ پَنِچِي  
حُضُورِ كِي شَامِ شَامِ سِي، حُضُورِ كِي رَاتِ رَاتِ جَاگِي  
مَلَائِكَةِ كِي حَسِيں جِسُوں مِيں، سَحَرِ سَحَرِ كَا سَلَامِ پَنِچِي  
زَبَانِ فِطْرَتِ هِي سِي، بِبَارِگَاهِ نَبِيِّ صَادِقِ  
شَجَرِ شَجَرِ كَا دُرُودِ جَا تِي، حَجَرِ حَجَرِ كَا سَلَامِ پَنِچِي



رسولِ رحمت کا بارِ احسان ، تمام خلقت کے دوش پر ہے  
تو ایسے محسن کو بستی بستی ، نگر نگر کا سلام پہنچے

مرا قلم بھی ہے اُن کا صدقہ ، مرے ہنر پر ہے اُن کا سایہ  
حضورِ خواجہ مرے قلم کا ، مرے ہنر کا سلام پہنچے

یہ التجا ہے کہ روزِ محشر ، گناہگاروں پہ بھی نظر ہو  
شفیعِ امت کو ہم غریبوں کی چشمِ تر کا سلام پہنچے

نفس کی بس دُعا یہی ہے ، فقیر کی اب صدا یہی ہے  
سوادِ طیبہ میں رہنے والوں کو عمر بھر کا سلام پہنچے

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

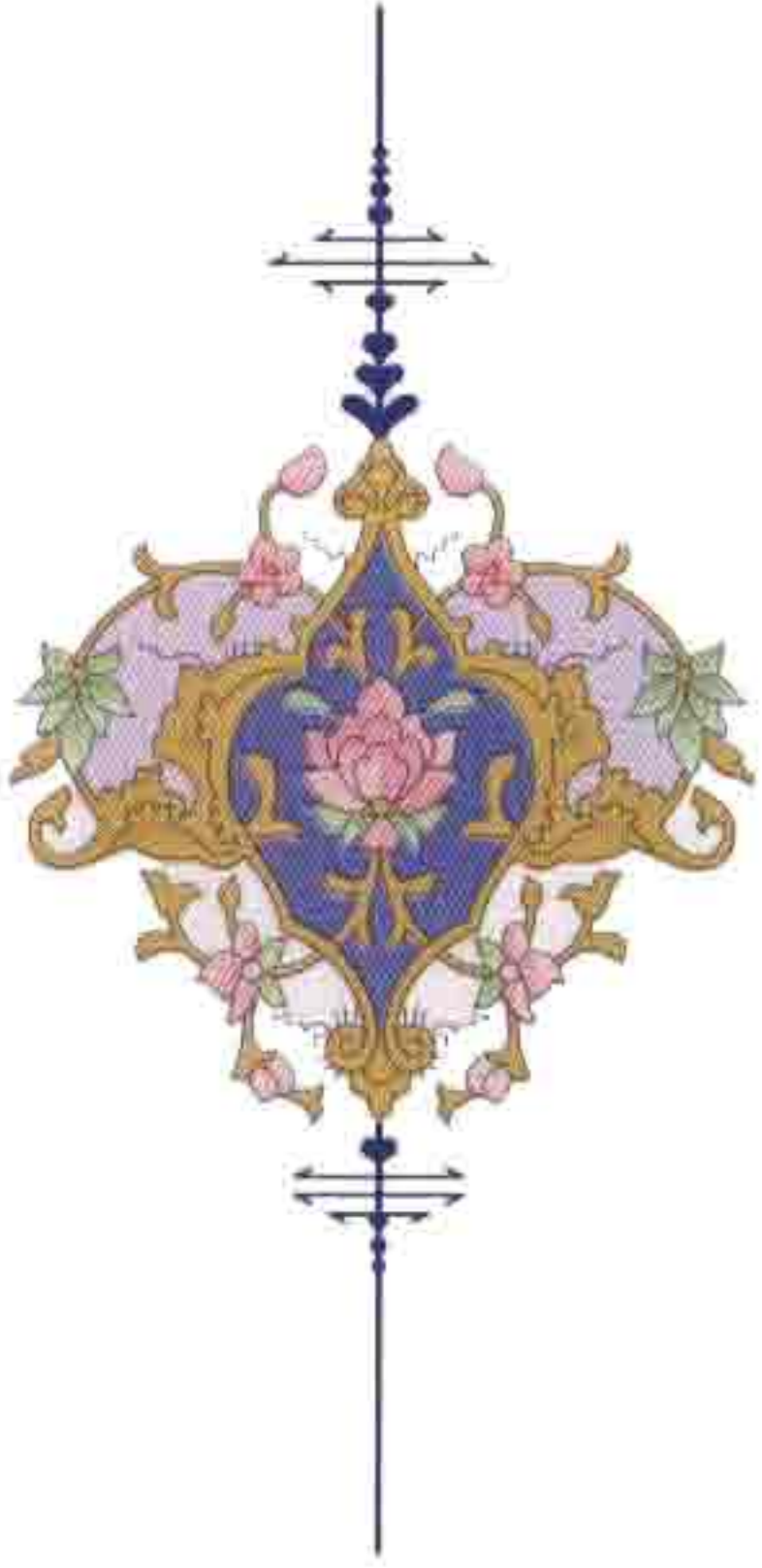


شبِ عاشورہ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ / ۱۴ جون ۱۹۹۷ء

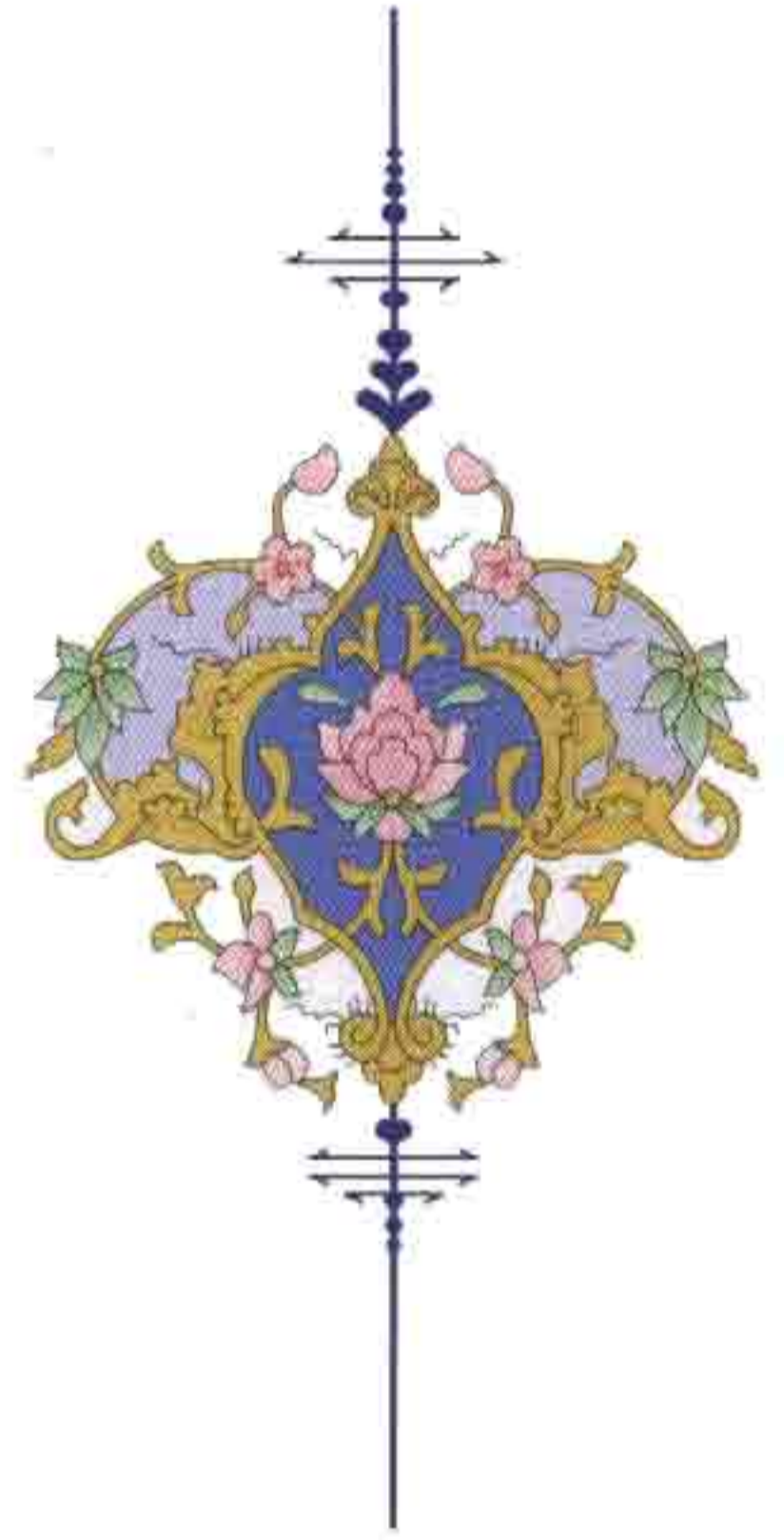


# لاکھوں سلام

تاجدارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 سید الاولین، سیدِ الاخرین  
 فخرِ اولادِ آدم پہ اربوں درود  
 وہ براہمی و ہاشمی خوش نسب  
 وہ جب آئے جہاں میں بہار آگئی  
 جلوہ گاہِ محمد، وہ عنارِ حرا  
 جبریلِ امین، مرثیہ مرثیہ  
 نورِ پاشِ رسالت پہ دائمِ درود  
 کعبۃ اللہ حصین حصینِ شمیم  
 وہ جو فناران کی چوٹیوں سے اٹھا  
 شہرِ یارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 نامدارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 افتخارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 شاہوارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 نو بہارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 جلوہ زارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 رازدارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 نورِ بارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 سایہ دارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 شہسوارِ نبوت پہ لاکھوں سلام



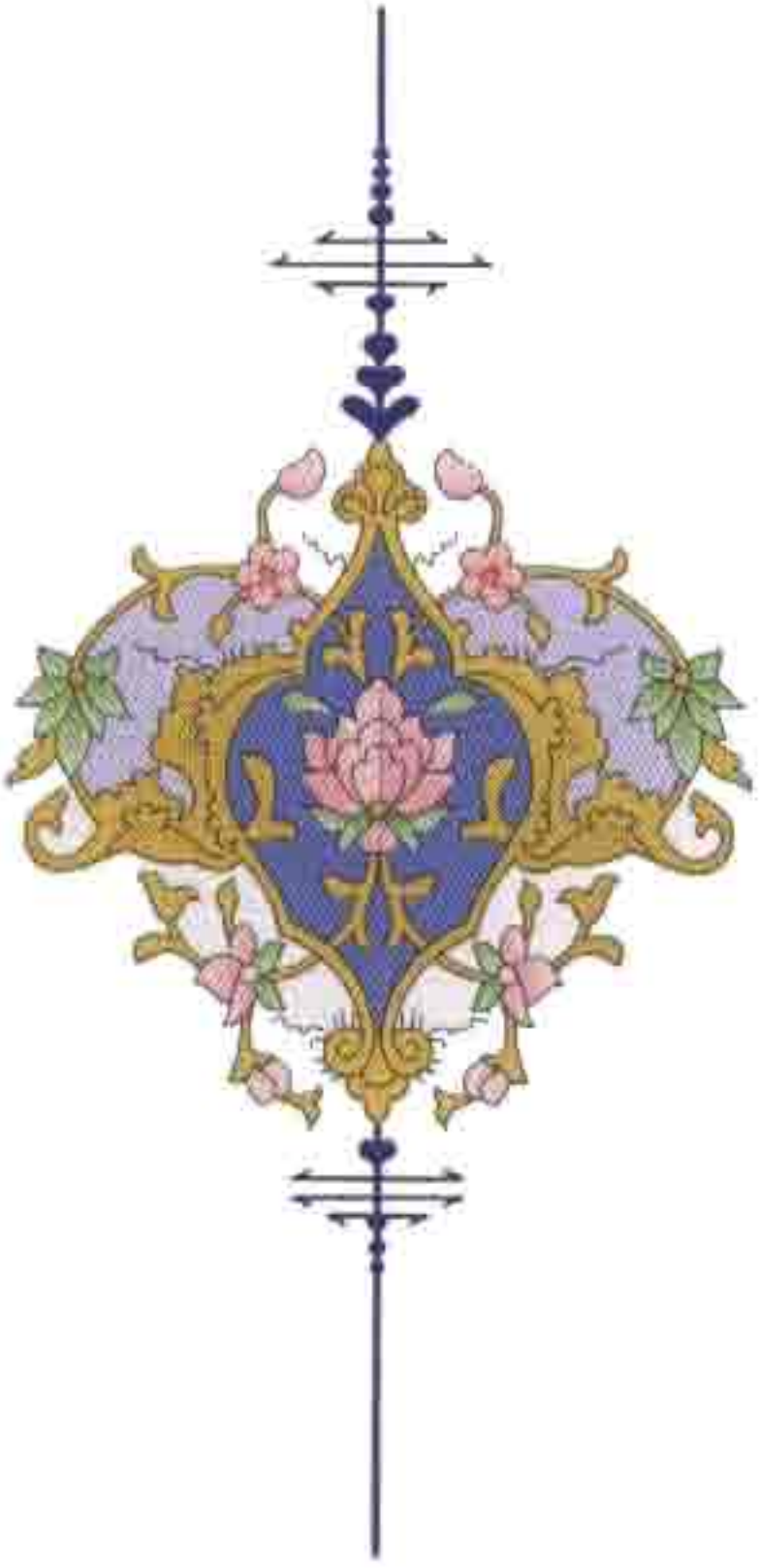
ہر نبی کی رسالت ہوتی معتبر  
 جس پہ ختم نبوت کا دار و مدار  
 رُوحِ حُسنِ یوسف ہے جس کا جمال  
 سدرۃ المُنستہی جس کی گردِ سفر  
 بَدْر میں تو نزولِ ملائک ہوا  
 کیا کہوں جو اُحد سے محبت رہی  
 وہ جو پائے مبارک کی زینت رہا  
 کوئی دیکھے رفاقت ابو بکرؓ کی  
 اللہ اللہ! منارِ وق کا دببہ  
 بہر عثمان رضواں کی بیعت ہوتی  
 مُرتضیٰؓ بابِ شہرِ سلومِ نبیؐ  
 جس کے دو پھول پیارے حُسن اور حُسنِ  
 اعتبارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 اُس مدارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 اُس نگارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 راہوارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 کارزارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 کوہسارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 اُس غبارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 یارِ غارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 ذی وقارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 جان نثارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 شاہکارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
 شاخسارِ نبوت پہ لاکھوں سلام



ہر صحابی نبی پر تصدق رہا      جاں سپارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
ساری اُمت پہ ہوں اُن گنتِ رحمتیں      پاسدارِ نبوت پہ لاکھوں سلام  
جس کو ترسا کیے چشمِ و دل اے نفیس  
اُس دیارِ نبوت پہ لاکھوں سلام



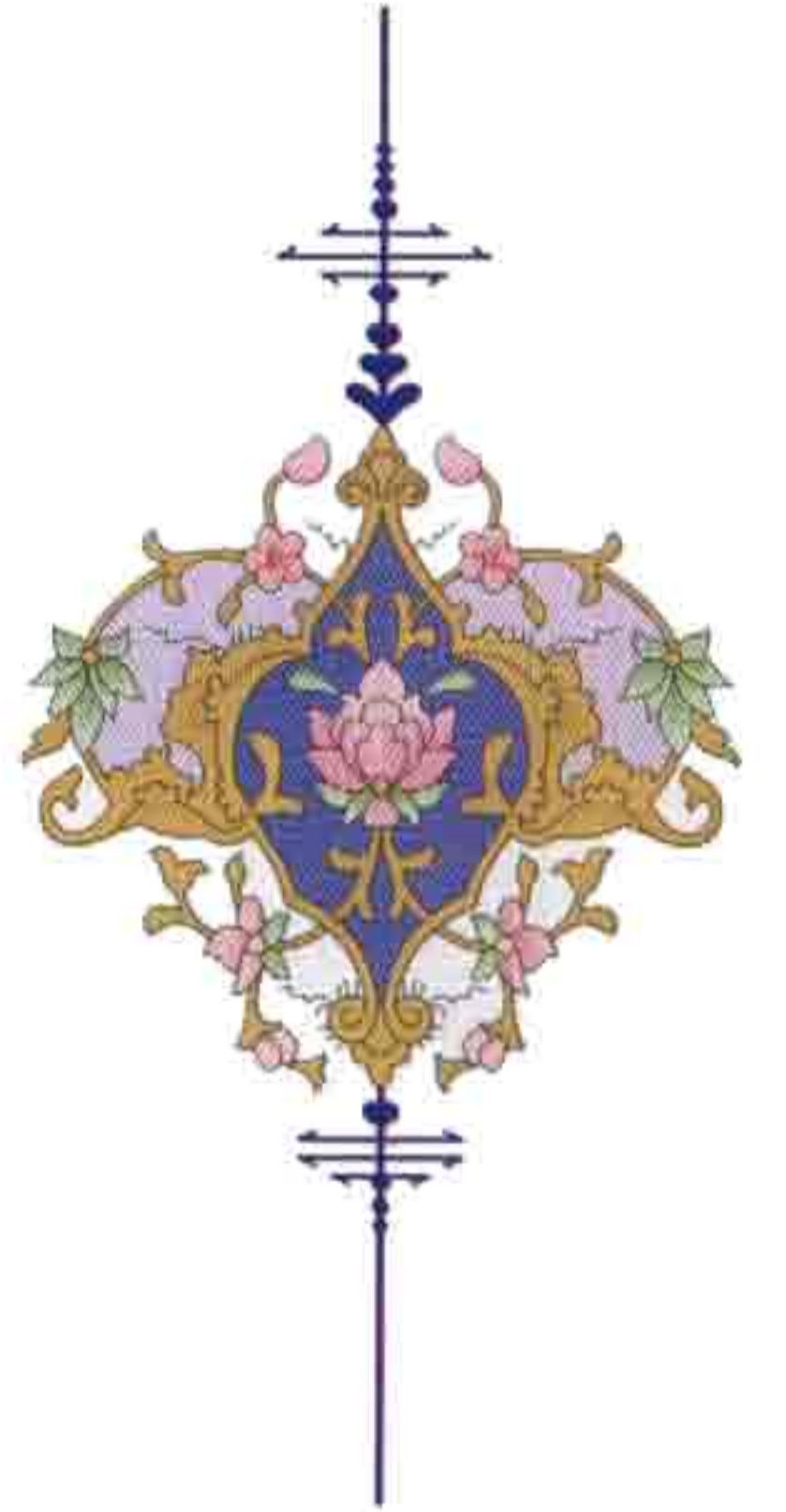
(۲۰، محرم الحرام ۱۴۱۸ھ / ۲۷ مئی ۱۹۹۷ء)



# اُداسِ راہیں

(طریقِ ہجرت سے متاثر ہو کر)

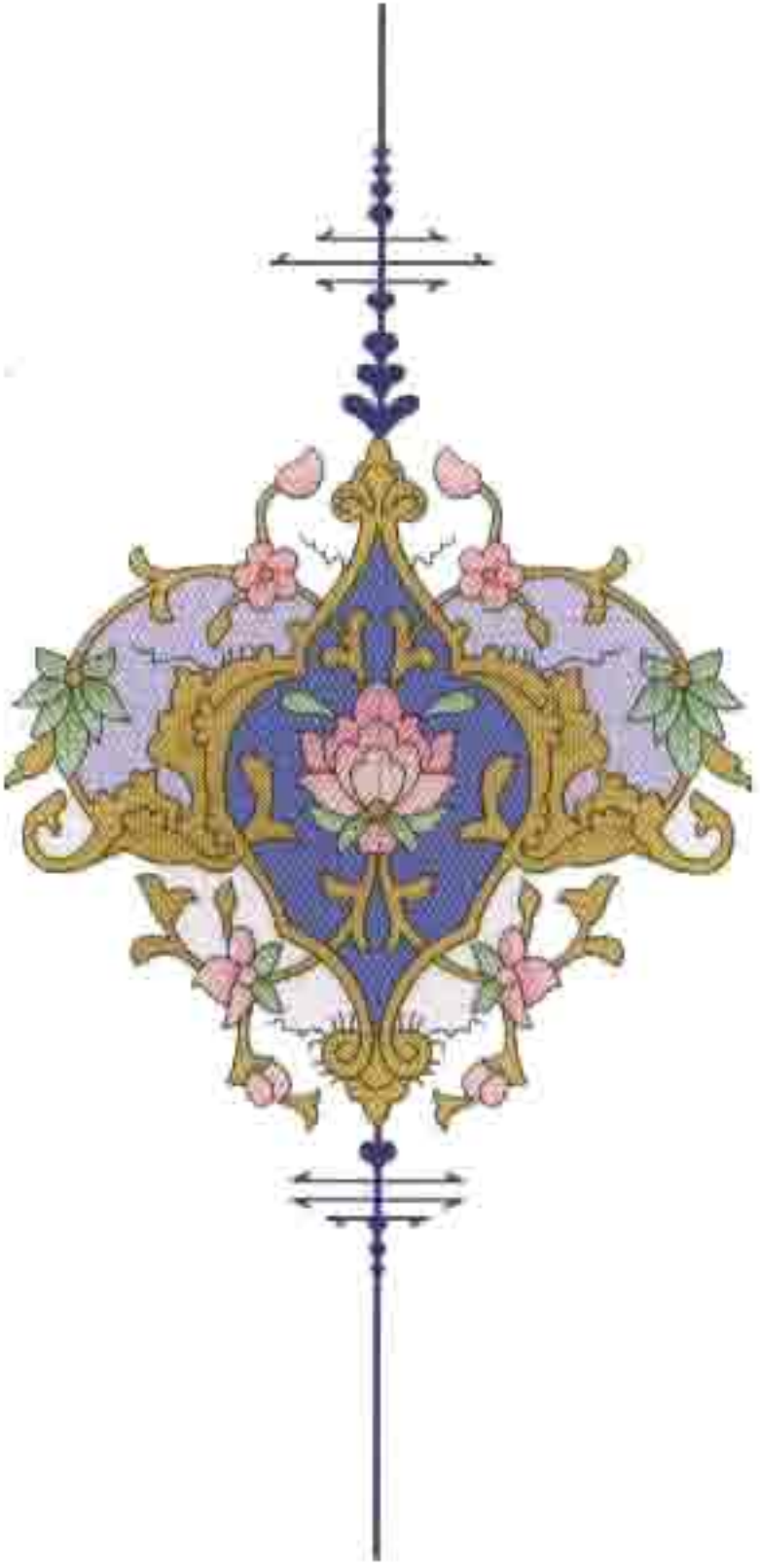
حَرَم سے طیبہ کو آنے والے! تجھے نگاہیں ترس رہی ہیں  
جدھر جدھر سے گزر کے آئے! اُداسِ راہیں ترس رہی ہیں  
رَسُولِ اطہرِ حَبِشَاں بھی ٹھیرے، وہ منزلیں یاد کر رہی ہیں  
جَبینِ اَقْدَس جہاں جھکی ہے، وہ سجدہ گاہیں ترس رہی ہیں  
جو نورِ افشاں تھیں لَحْظہ لَحْظہ، حضورِ انور کے دَمِ قَدَم سے  
وہ جلوہ گاہیں تڑپ رہی ہیں، وہ بارگاہیں ترس رہی ہیں  
صَبَا تے لَطِی عَمَنوں سے پُرسے، فِضَا تے اَقْصَا بھی دُکھ بھری ہے  
اب ایک مُدَّت سے حال یہ ہے، اَثَر کو آہیں ترس رہی ہیں  
خیالِ مَنرِ ما کہ چشمِ عالمِ تری ہی جانب لگی ہوتی ہے  
نگاہِ مَنرِ ما، کہ ساری اُمّت کی مٹھی چاہیں ترس رہی ہیں



نفسِ کیسا یہ وقت آیا، سلوک و احساں کے سلسلوں پر  
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں، وہ خانفتا ہیں ترس رہی ہیں



(ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ / ۶۱۹۹۷ء)



راہِ حق کربلا کو جاتی ہے  
اس میں ہوتے ہیں سرِ مسلم، ساتی



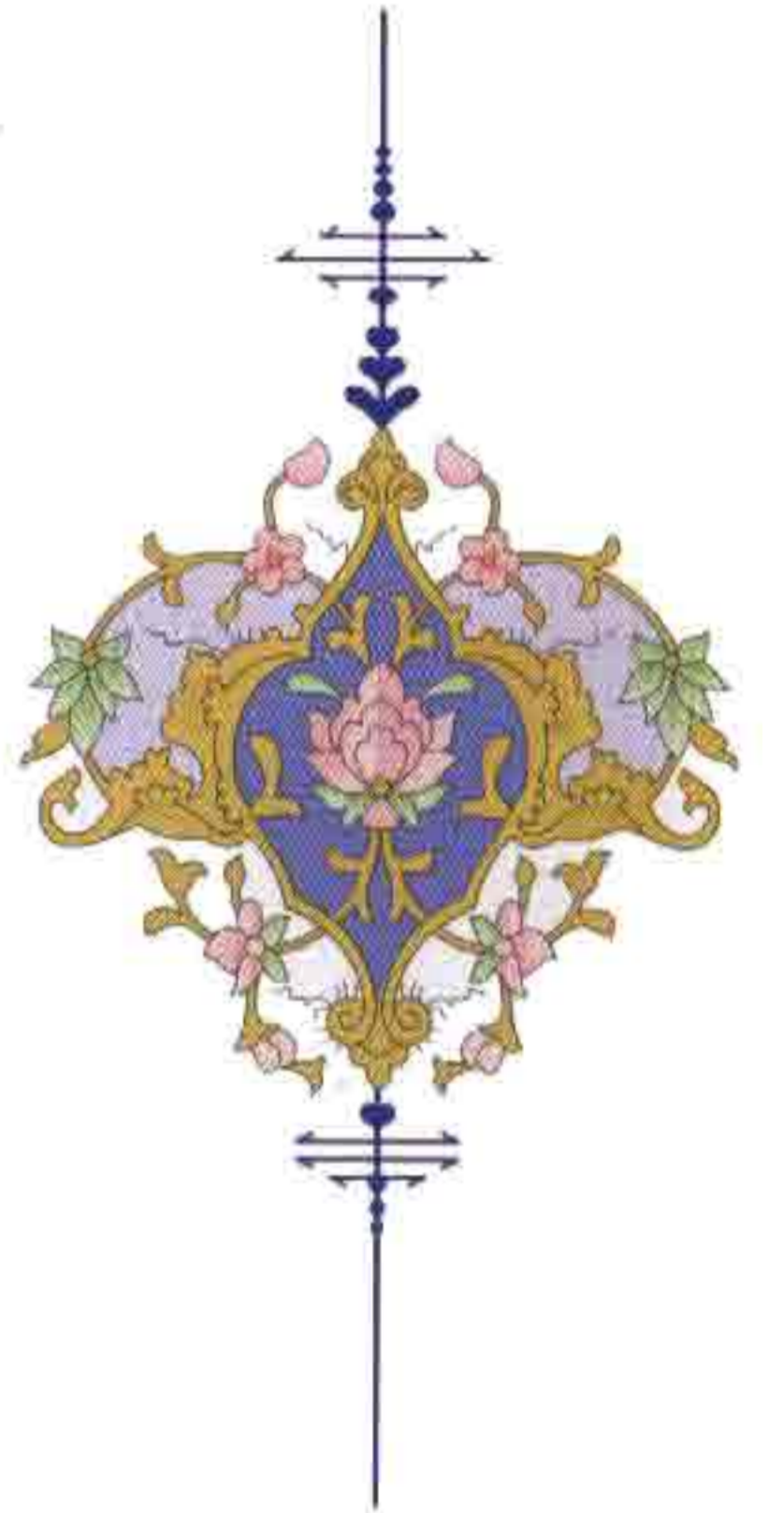
# گھر گھر اُجالا

حضورِ محمد ﷺ سے گھر گھر اُجالا  
ظہورِ محمد سے گھر گھر اُجالا  
بنایا خدا نے سراجاً منیراً  
ہے نورِ محمد سے گھر گھر اُجالا



ہے ذاتِ محمد ﷺ سے گھر گھر اُجالا  
صفاتِ محمد سے گھر گھر اُجالا  
یہ انوارِ ذات و صفات ، اللہ اللہ!  
حیاتِ محمد سے گھر گھر اُجالا

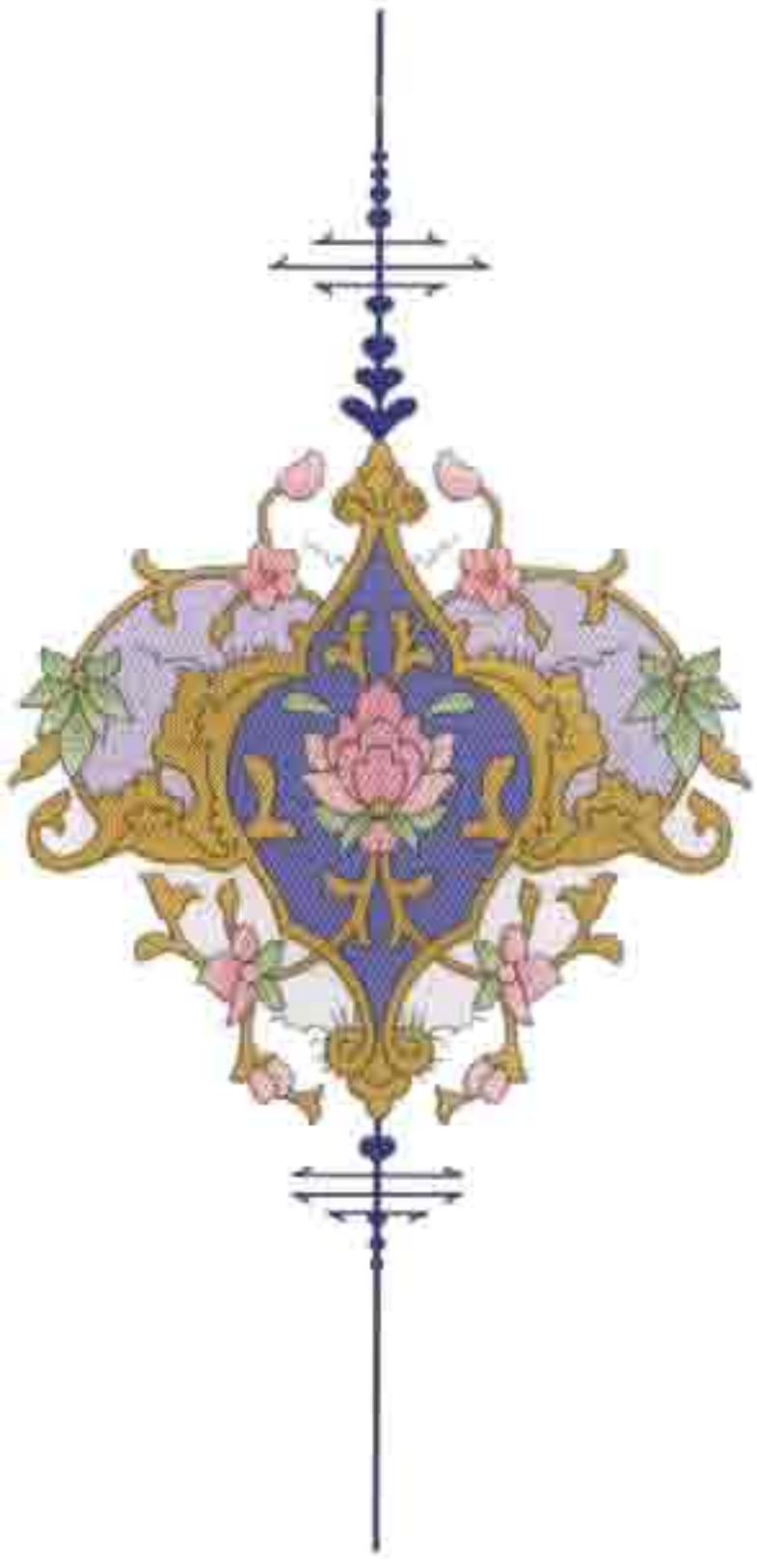
(۱۳۱۹ھ / ۱۹۹۸ء)



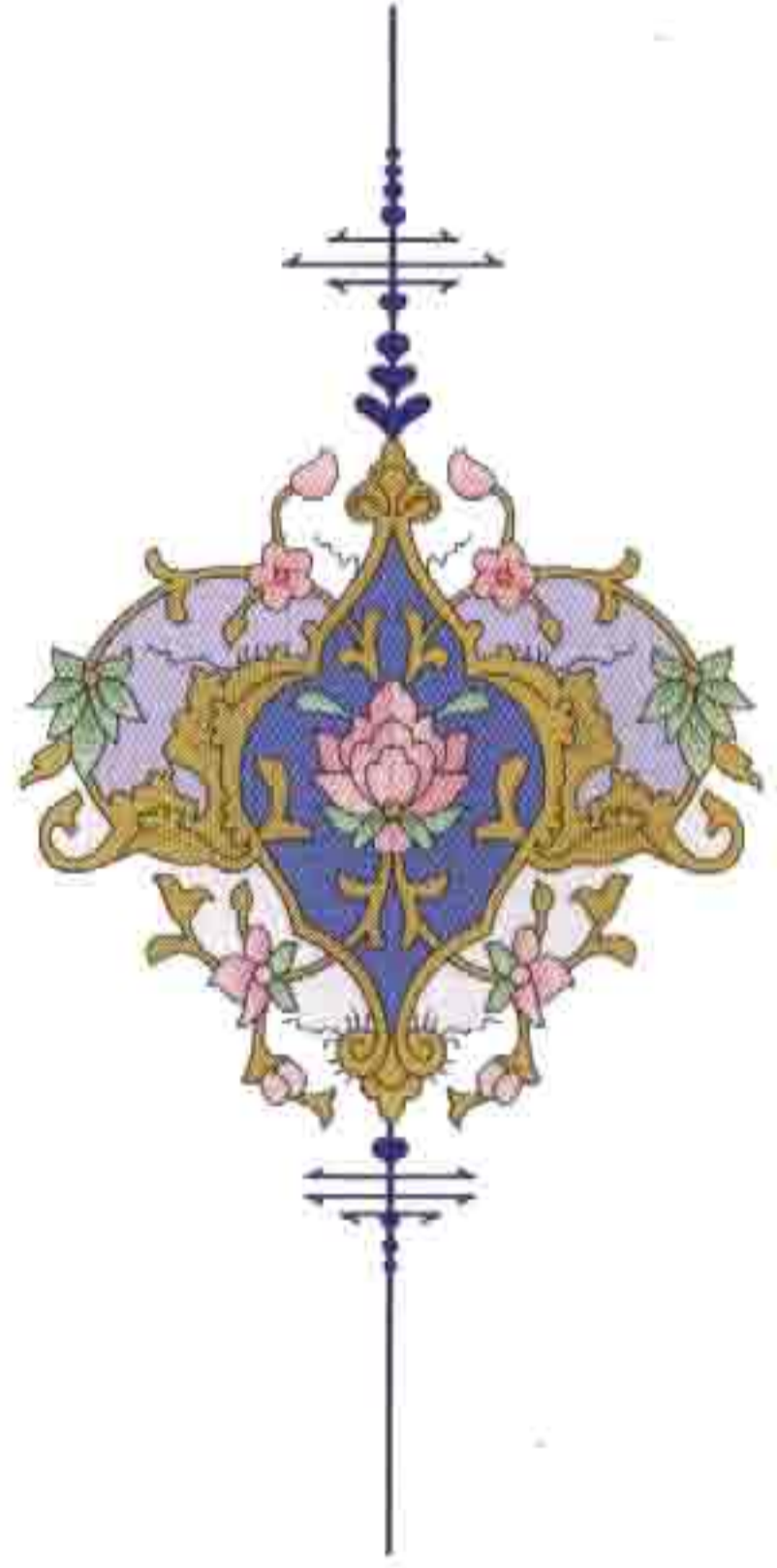


# اَرْمَعَانِ مَدِينَه

مست بادل سر کھسار نظر آتے ہیں  
فضل باری سے گرائنبار نظر آتے ہیں  
یہ جو صحرا، گل و گلزار نظر آتے ہیں  
تیری رحمت ہی کے آثار نظر آتے ہیں  
رشکِ صد یوسفِ کینغاں ہے مدینے کا نگار  
دو جہاں طالب دیدار نظر آتے ہیں  
تاج ہے ختم نبوت کا سر اقدس پر  
گرد انوار ہی انوار نظر آتے ہیں  
آج حسرت کی ہے تصویرِ قبا کی مسجد  
سُونے سُونے در و دیوار نظر آتے ہیں  
ان سیہ فام فقیروں کو حقارت سے نہ دیکھ  
مجھ کو یہ صاحبِ اسرار نظر آتے ہیں



رند تو رند ہیں زمزم کی صُبو جی پی کر  
 زاہد خشک بھی سرشار نظر آتے ہیں  
 خلق ناموسِ محمد پہ کٹانے والے  
 کچھ جو ہیں تو یہی اصرار نظر آتے ہیں  
 جذبِ کامل ہو تو ملتا ہے حضورِی کا شرف  
 چشمِ ظاہر سے بھی سرکار نظر آتے ہیں  
 بختِ بیدار مبارک ہو انھیں، جن کو نفیس  
 خواب میں سیدِ ابرار نظر آتے ہیں

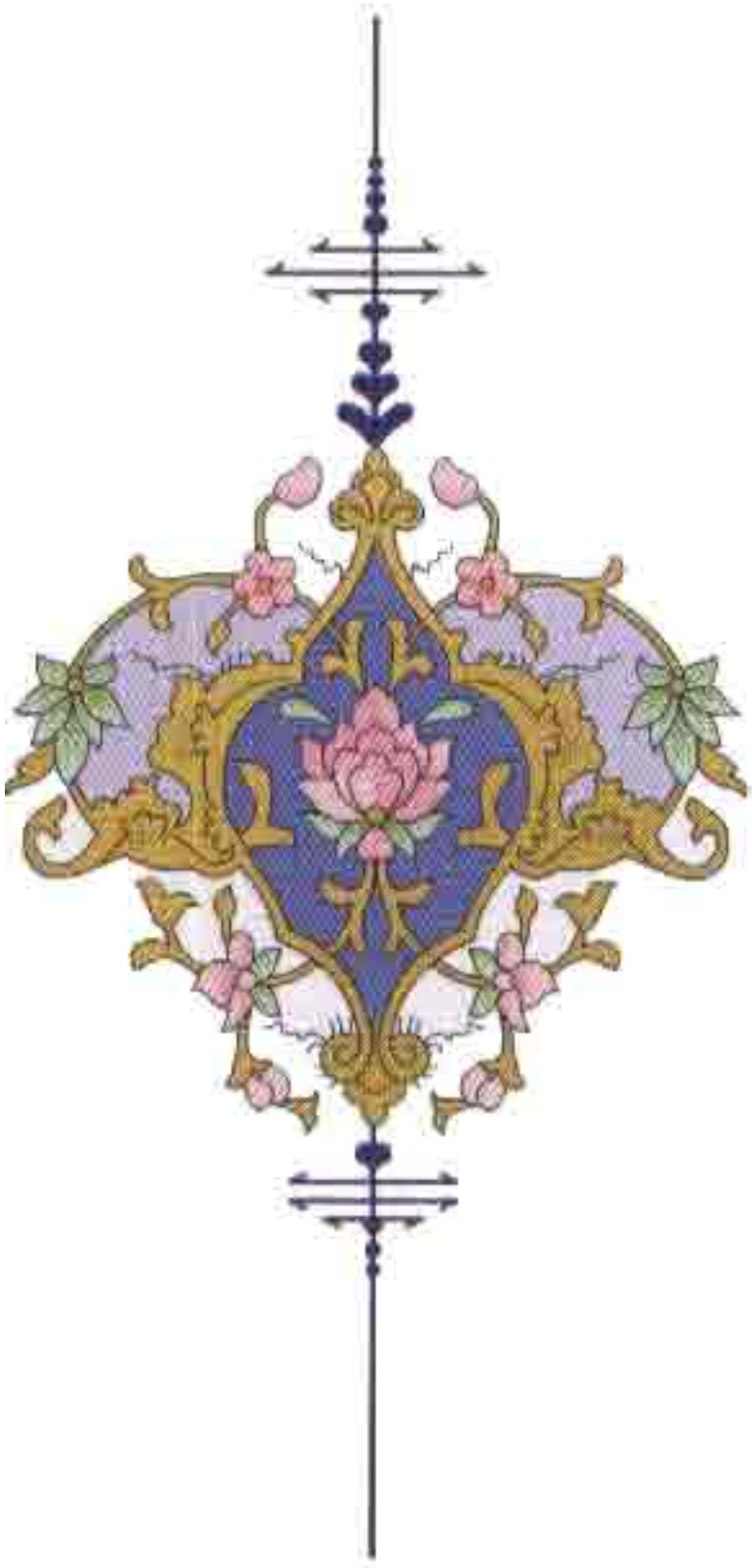


یہ اشعار ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ (ستمبر ۱۹۸۳ء) میں پہلے سفرِ حج کے دوران میں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے کہے گئے۔

لہ اصرار : تحفظ ختمِ نبوت کے لیے اپنی زندگیاں کٹانے والے مجلسِ اصرار اسلام کے سرفروش و جانباز کارکن - ۰ (مرتب)

# صحیح حرم میں

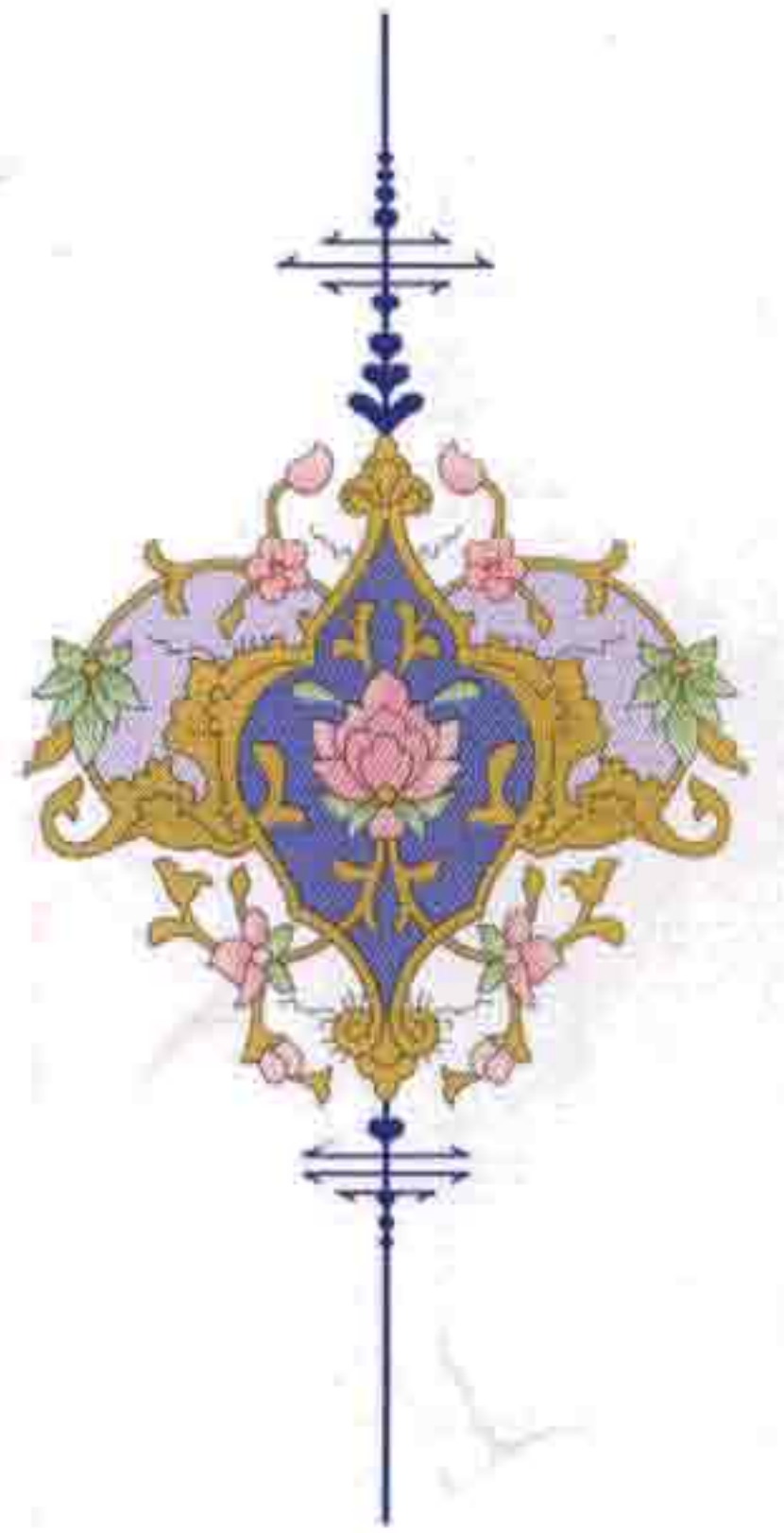
گورے آتے ہیں، کالے آتے ہیں  
سب یہاں نجات والے آتے ہیں  
صبح صادق کی طرح سے اوڑھے  
نوری نوری دوشالے آتے ہیں  
یہ کفن پوش، پیکرِ تسلیم  
گردنیں اپنی ڈالے آتے ہیں  
اپنا سب کچھ نثار کرنے کو  
مصطفیٰ کے جیالے آتے ہیں  
چھاؤنی بن گیا ہے صحیح حرم  
عاشقوں کے رسالے آتے ہیں  
اپنے اپنے گھروں سے دیوانے  
بے خودی کے نکالے آتے ہیں



درِ جاناں پہ پھوڑنے کے لیے  
 دل جلے لے کے چھالے آتے ہیں  
 اللہ اللہ! جمالِ مجملِ دوست  
 تیرے گی میں اُجالے آتے ہیں  
 مالک الملک! اے رحیم و کریم  
 تیری شفقت کے پالے آتے ہیں  
 چشمِ نادمِ برس رہی ہے نفیس  
 خشک ہونٹوں پہ نالے آتے ہیں

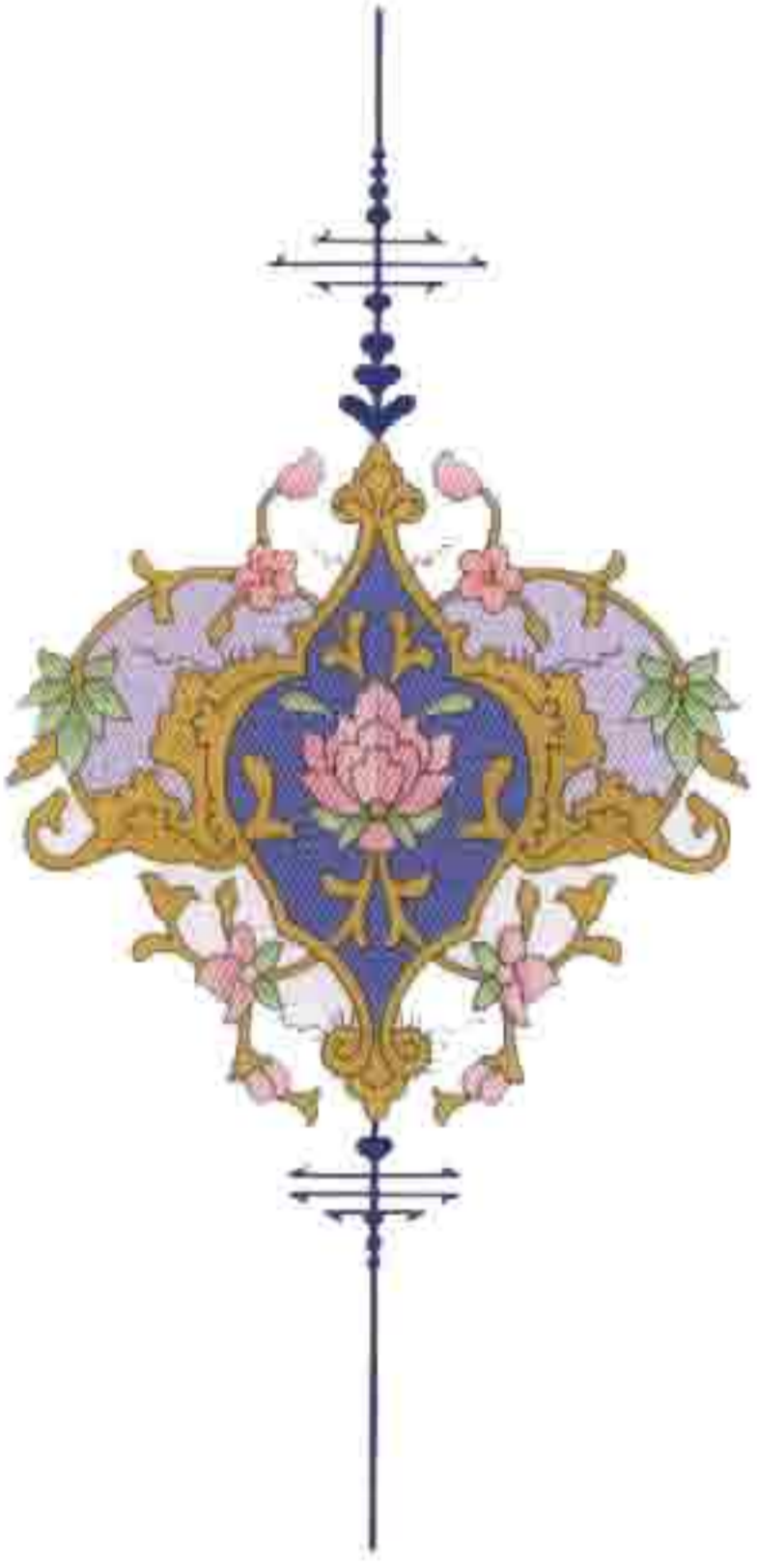


صحیح حرم النبوی صلی اللہ علیہ وسلم  
 (ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ / ستمبر ۱۹۸۳ء)



# انوارِ مدینہ

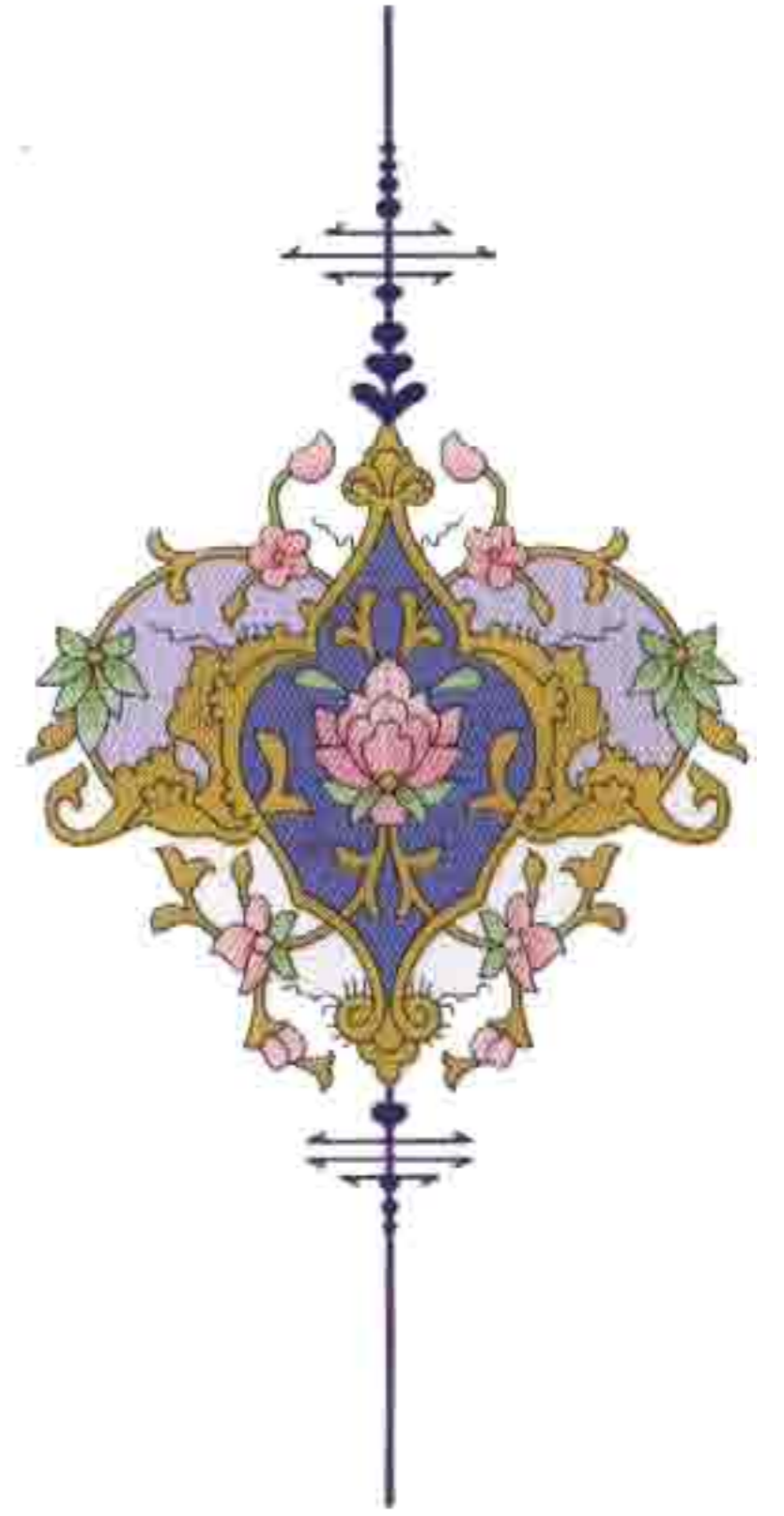
اللہ سے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ  
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ  
روشن رہیں دائمِ در و دیوارِ مدینہ  
تأحشر رہے گرمی بازارِ مدینہ  
ہے شہرِ نبیؐ آج بھی فردوسِ بَدامان  
جاری ہے وہی موسمِ گلبارِ مدینہ  
پھرتے ہیں تصور میں وہ پرکیف مناظر  
تأخذ نظر ہیں گل و گلزارِ مدینہ  
جس قلب میں یارانِ نبیؐ کی ہوعقیدت  
کھلتے ہیں اسی قلب پہ اسرارِ مدینہ  
معمور صحابہ کی محبت سے رہے گا  
وہ سینہ کہ ہے مہبطِ انوارِ مدینہ



وہ آلِ مُحَمَّد ہوں کہ اصحابِ مُحَمَّد  
ہیں زینتِ دربارِ دُرِّ باریہِ مدینہ  
نسبت نہیں شاہوں سے نفیس اہلِ نظر کو  
کافی ہے انھیں نسبتِ سرکارِ مدینہ



(۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء)

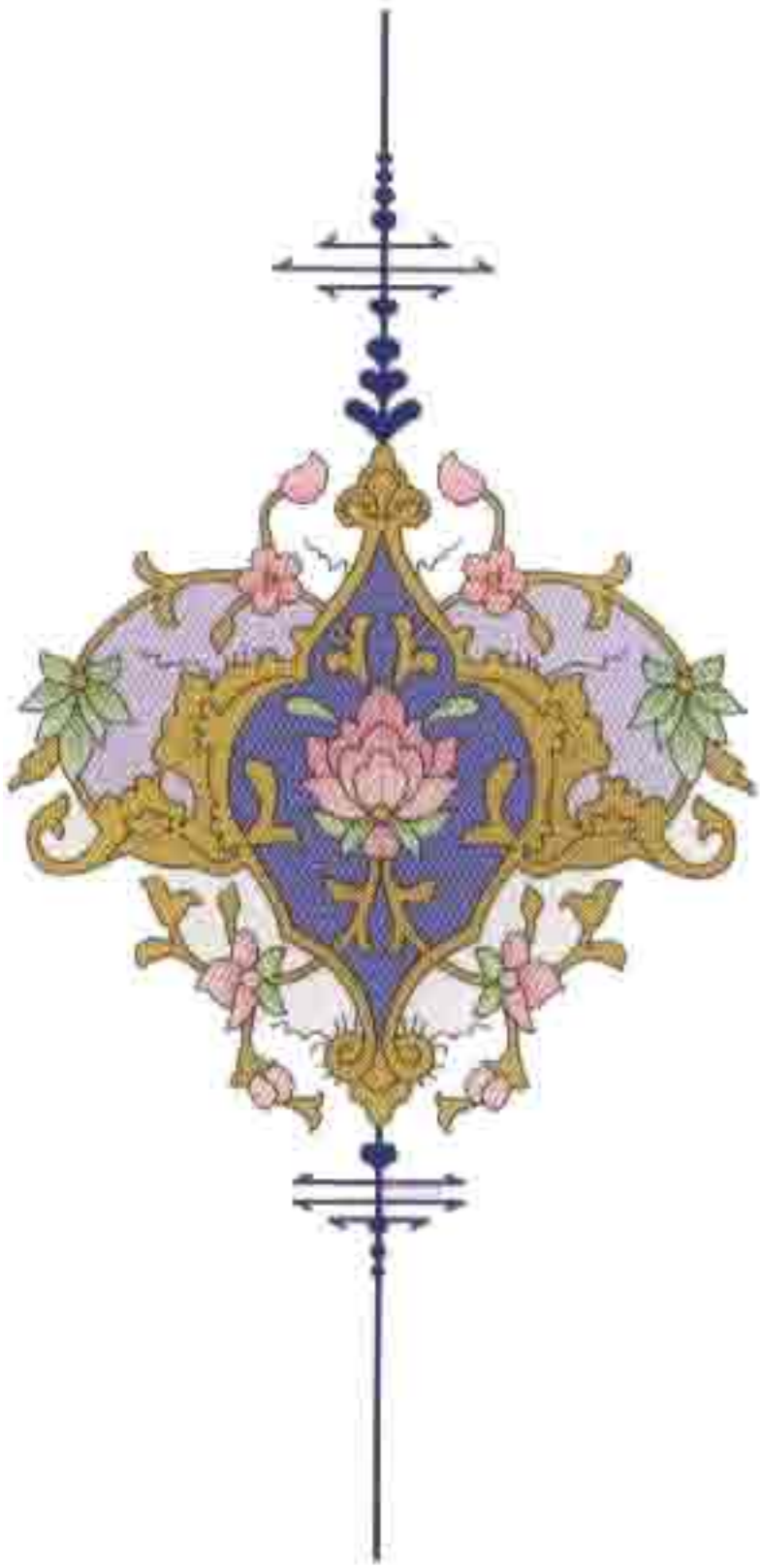


# میں تو اس قابل نہ تھا

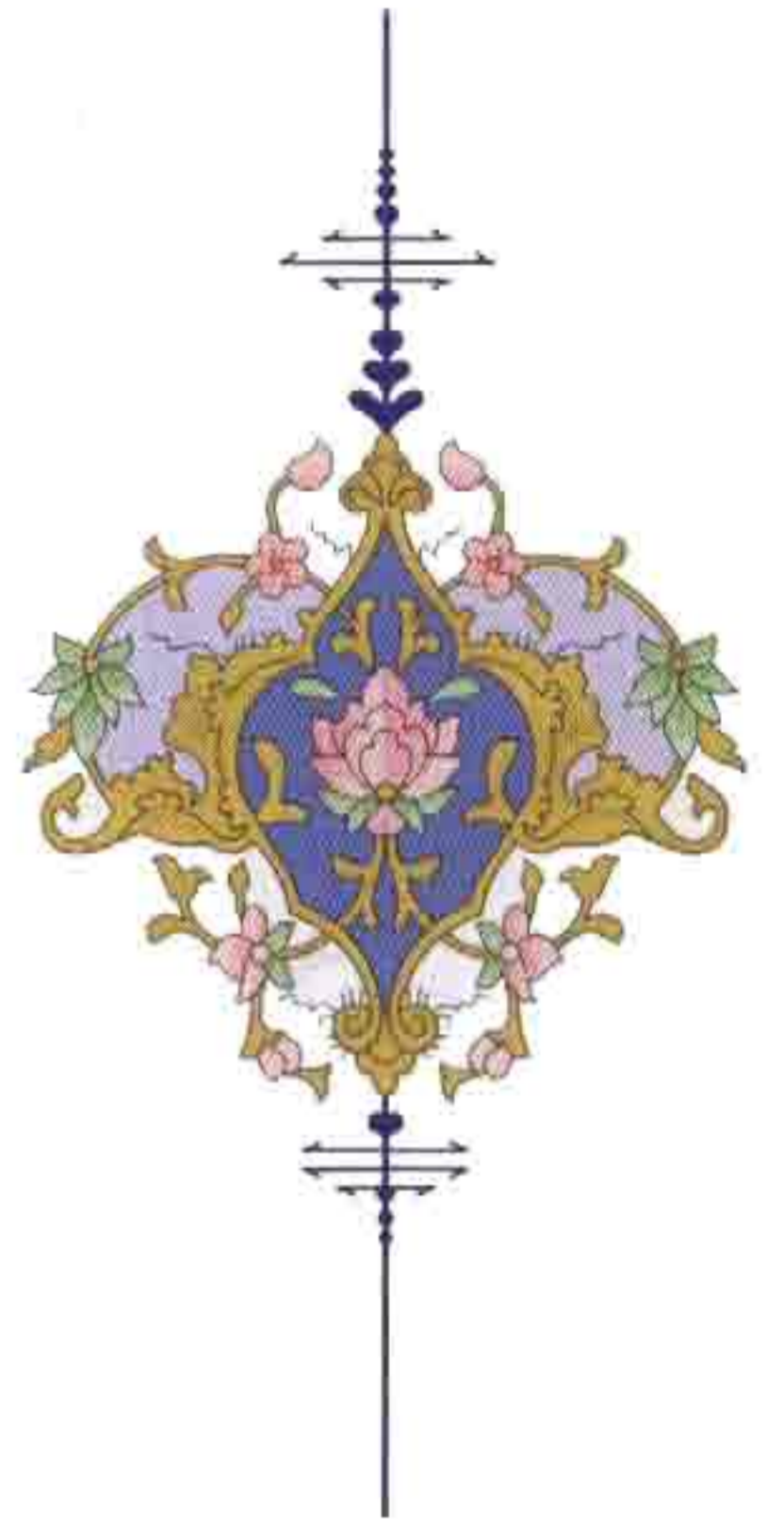
۱۴۰۹ھ میں حج بیت اللہ شریف سے فراغت کے بعد کچھ اشعار حرم پاک میں اور کچھ جدہ میں ہوئے ————— نفیس



شکر ہے تیرا حُدا یا، میں تو اس قابل نہ تھا  
تُو نے اپنے گھر بُلایا، میں تو اس قابل نہ تھا  
اپنا دیوانہ بنایا، میں تو اس قابل نہ تھا  
گرد کعبے کے پھرایا، میں تو اس قابل نہ تھا  
مَدّتوں کی پیاس کو سیراب تُو نے کر دیا  
جسام زمزم کا پلایا، میں تو اس قابل نہ تھا  
ڈال دی ٹھنڈک مرے سینے میں تُو نے ساقیا  
اپنے سینے سے لگایا، میں تو اس قابل نہ تھا



بھا گیا میری زباں کو ذکرِ اِلَّا اللّٰہ کا  
 یہ سبق کس نے پڑھایا، میں تو اس قابل نہ تھا  
 خاص اپنے در کا رکھا تو نے اے مولا مجھے  
 یوں نہیں در در پھرایا، میں تو اس قابل نہ تھا  
 میری کوتاہی کہ تیری یاد سے عنافل رہا  
 پر نہیں تو نے بھلایا، میں تو اس قابل نہ تھا  
 میں کہ تھا بے راہ تو نے دستگیری آپ کی  
 تو ہی مجھ کو رہ پہ لایا، میں تو اس قابل نہ تھا  
 عہد جو روزِ ازل تجھ سے کیا تھا یاد ہے  
 عہد وہ کس نے نبھایا، میں تو اس قابل نہ تھا  
 تیری رحمت، تیری شفقت سے ہوا مجھ کو نصیب  
 گنبدِ خضراء کا سایا، میں تو اس قابل نہ تھا

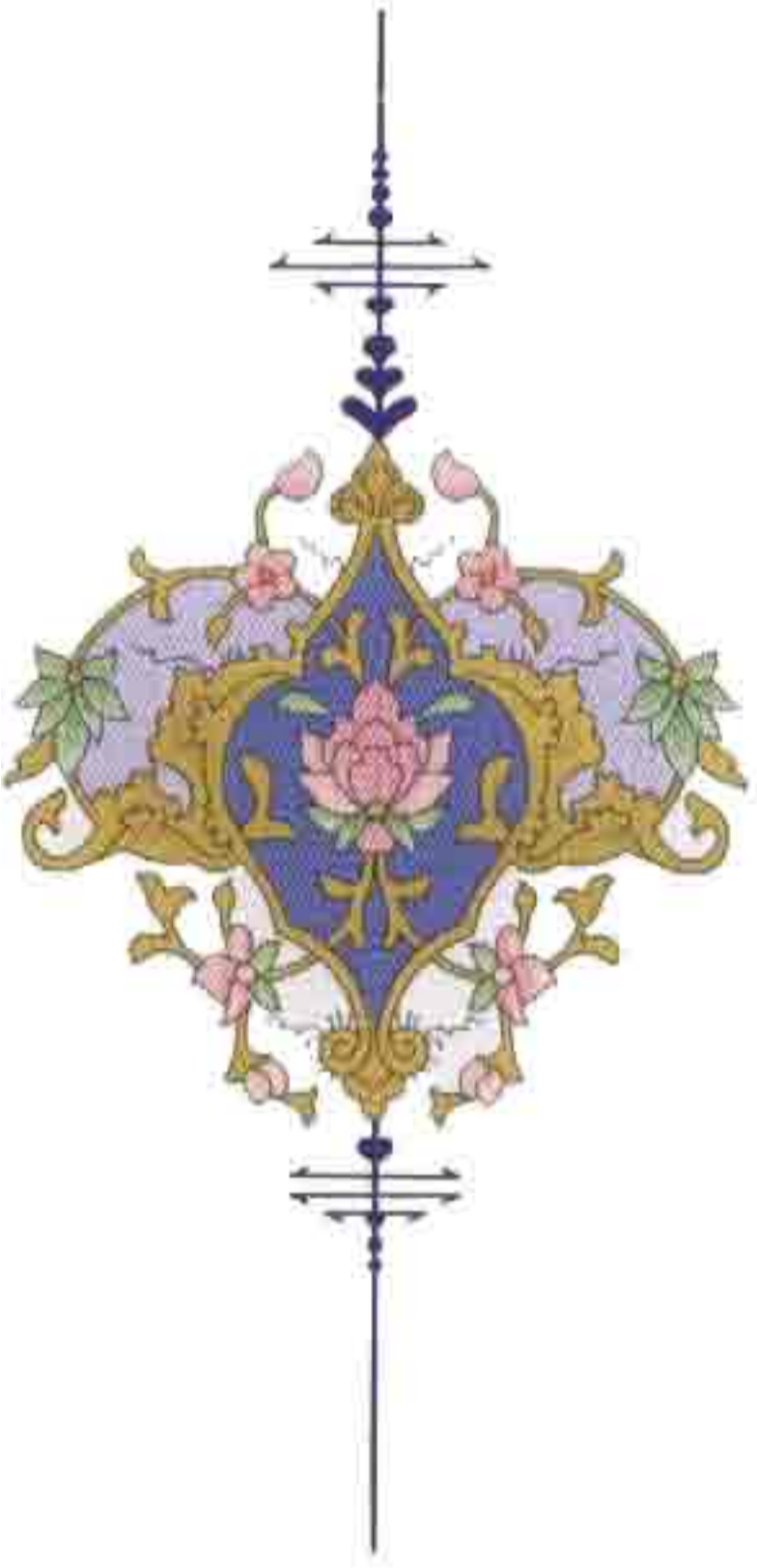




میں نے جو دیکھا سو دیکھا جلوہ گاہِ قدس میں  
اور جو پایا سو پایا، میں تو اس قابل نہ تھا  
بارگاہِ سیدِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آ کر نفیس  
سوچتا ہوں، کیسے آیا؟، میں تو اس قابل نہ تھا

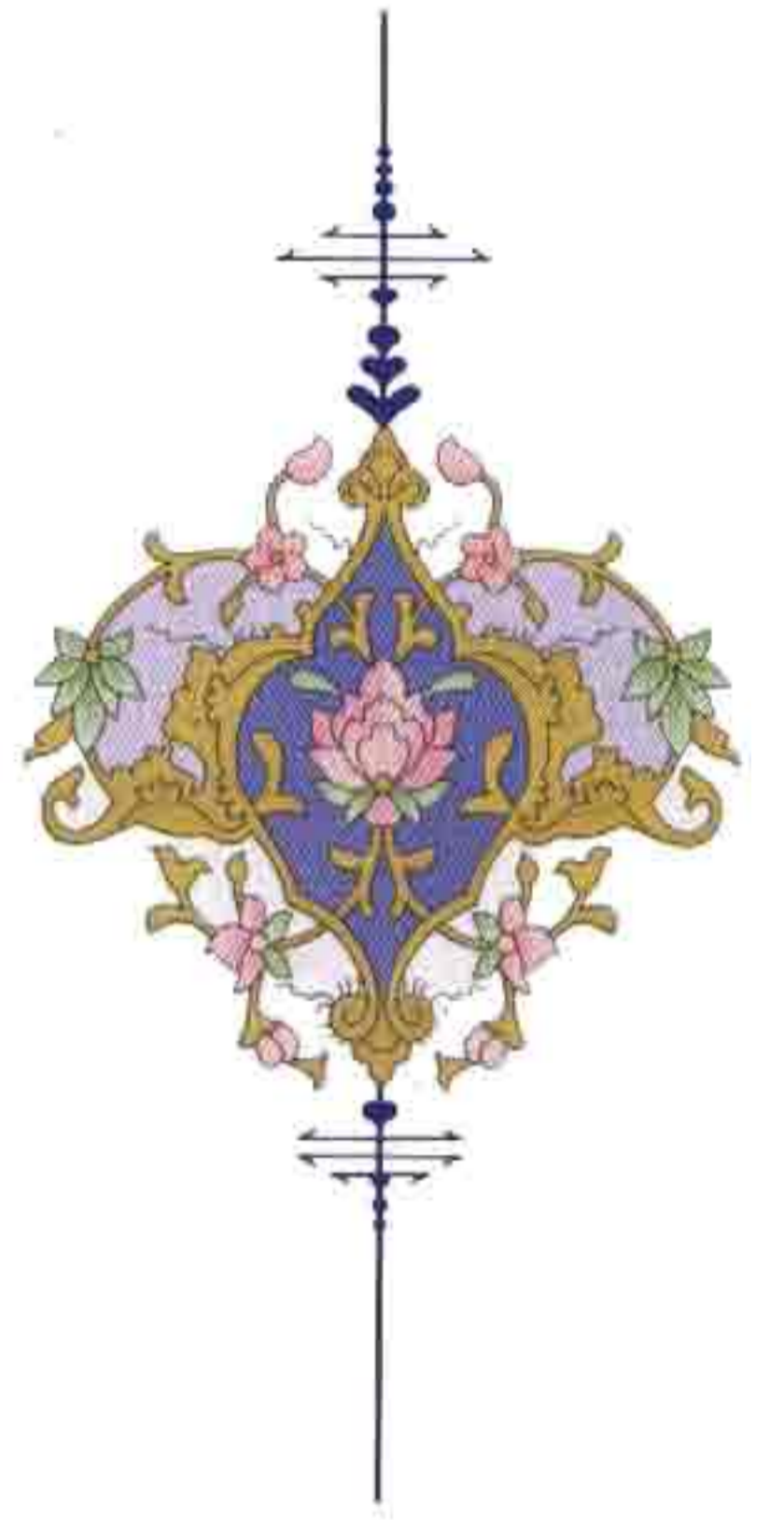


(۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء)



# پیام آہی گیا

اللہ اللہ! جانِ جاناں کا پیام آہی گیا  
لطف کا پروانہ اک دن میرے نام آہی گیا  
جذبہ بے اختیارِ شوق کام آہی گیا  
اک فقیر بے نوا تک دورِ جام آہی گیا  
عاجز و در ماندہ، سر تا پا شکستہ، ہائے ہائے!  
رفتہ رفتہ تا در بیت الحرام آہی گیا  
آپ حیواں کی تمسنا تھی، سو پوری ہو گئی  
چشمہ زمزم پہ آخر تشنہ کام آہی گیا  
اپنے ارماں پورے کر لے، خوب جی بھر کر یہاں  
اے دل بیتیاب! لے تیرا مقام آہی گیا  
میری جاں جس پر فندا، کون و مکان جس پر نثار  
سلنے وہ روضہ خیر الانام آہی گیا



اُن کی یہ ذرّہ نوازی ، اُن کا یہ جُود و کرم  
بارگاہِ قدس میں بہرِ سلام آہی گیا  
حاضری اب ہو رہی ہے سال کے بعد اے نفیس  
صبح کا بھولا ہوا گھر اپنے شام آہی گیا



مکہ المکرّمہ      رمضان المبارک  
مدینۃ المنورۃ      شوال المکرم ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۶ء



# یادِ مدینہ

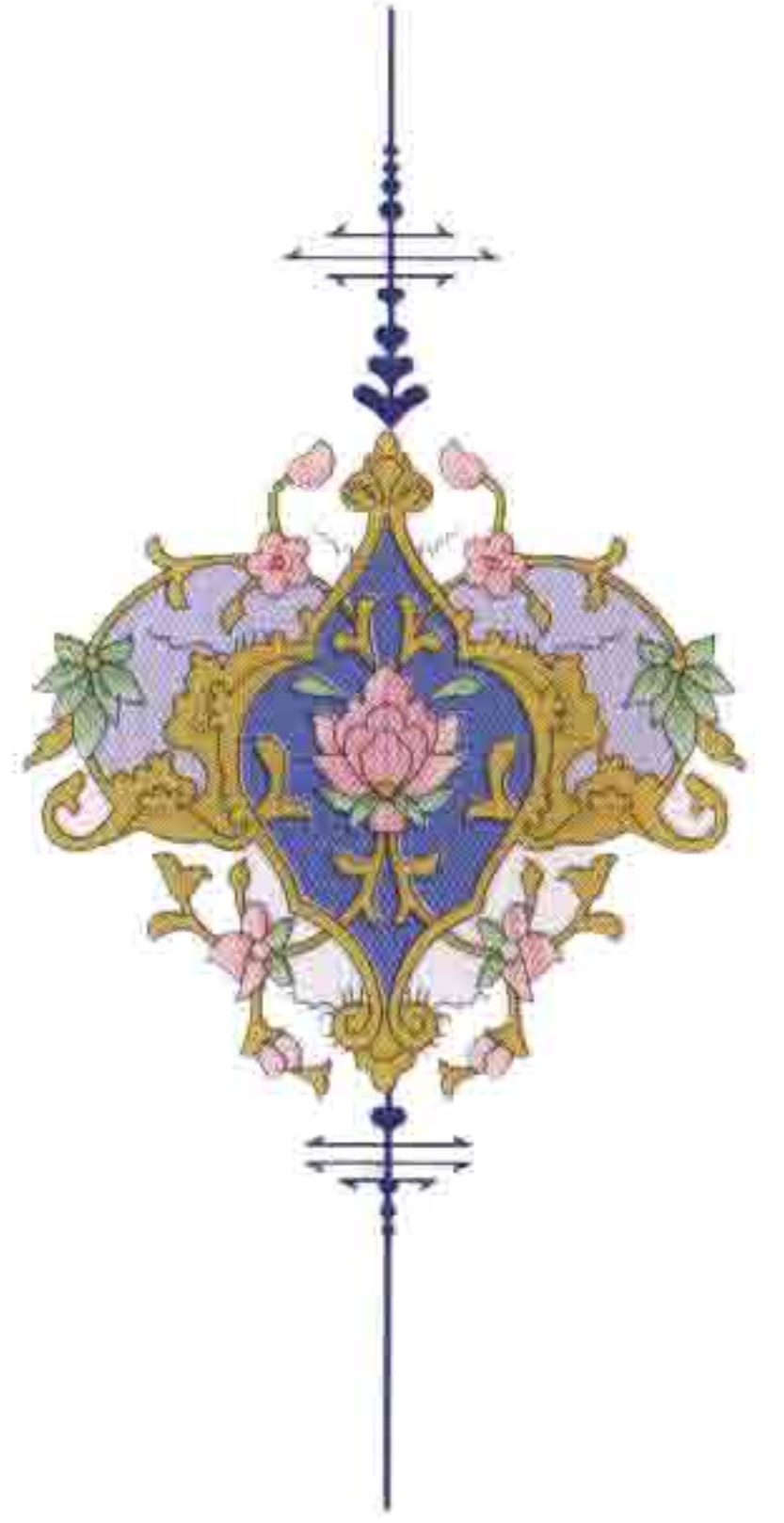
رمضان کا جو مہینہ آیا  
یاد رہ رہ کے مدینہ آیا

ہاتھ اٹھا کر جو دعائیں مانگیں  
ہاتھ رحمت کا خربینہ آیا

بارگاہِ نبویؐ میں پہنچا  
جیسے ساحل پہ سفینہ آیا

حوصلہ سامنے ہونے کا نہ تھا  
مُنہ چھپائے یہ کھینہ آیا

تن بدن کانپ رہا تھا میرا  
اُف، ندامتِ پسینہ آیا

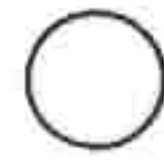


عرض کرنا تھا دلِ زار کا حال  
کچھ سلیقہ نہ قرینہ آیا

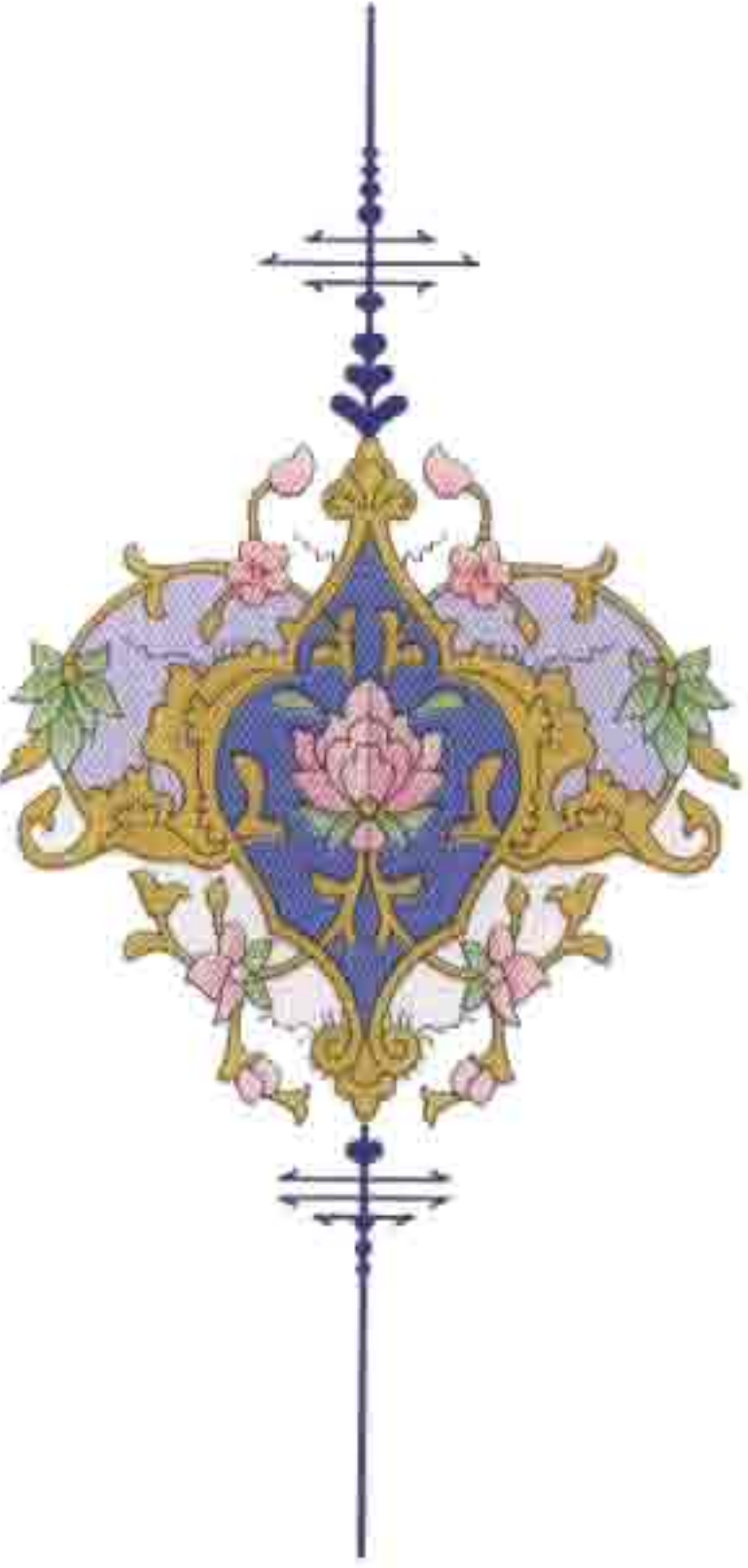
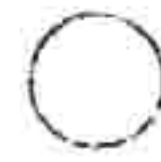
آہ افسوس! صد افسوس نفیس  
فصلِ گل میں بھی نہ پینا آیا



(۶۱۹۹۷/۵۱۴۱۷)



توحید کا دم بھر شام و سحر  
اللہ کے بندے شکر نہ کر



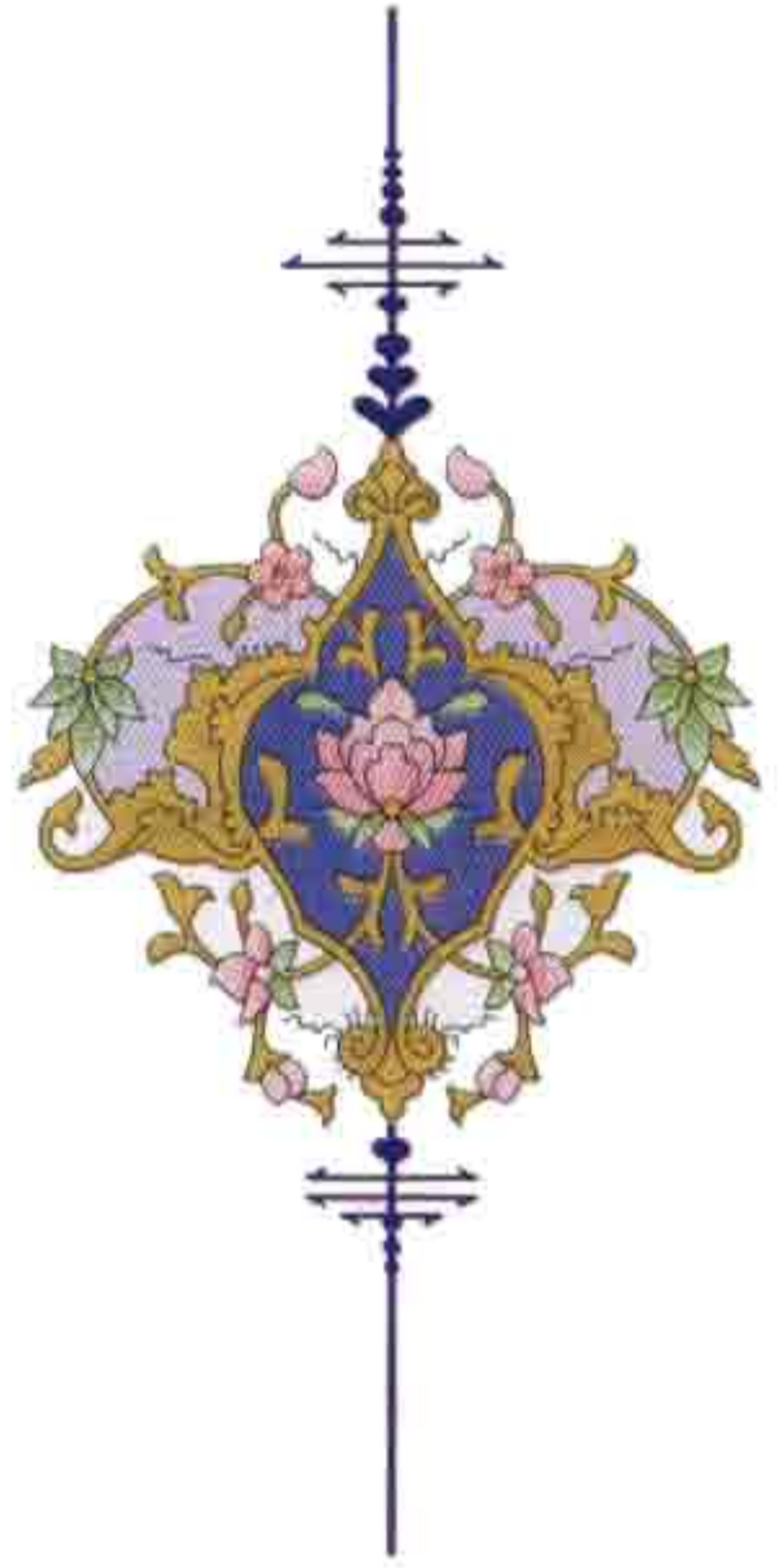
# حسرت

رَمَضَانَ بھي گزر گيا يوں ہی  
 موج آتی نہ کوئی ساحل تک  
 ماہِ نَوْعِشَق کی طَـسْرَحِ آيا  
 کیا سُهانی سُهانی راتیں تھیں  
 دامنِ دِل نہ بھر سکا آبِ کِے  
 لگ رہی ہے فُضَا اُداس اُداس  
 ذکِرِ جاناں سے جاں میں جاں آئی  
 اُن کا عِـنَم تو مُحِیْطِ عَالَمِ ہئے  
 سَفَرِ حَجِّ بَہْت مُبَارکِ ہئے  
 چڑھ کے آیا، مگر گيا يوں ہی  
 دِل کا دَرِیا اُتر گيا يوں ہی  
 ہم پہ الزامِ دَہرِ گيا يوں ہی  
 خواب تھا جو بکھر گيا يوں ہی  
 موسمِ گُلِ گزر گيا يوں ہی  
 ہاتے سُنَّانِ کر گيا يوں ہی  
 زبیت کا رُخِ نِکھر گيا يوں ہی  
 میرے سینے میں بھر گيا يوں ہی  
 کیا کریں گے، اگر گيا يوں ہی

اللہ اللہ اُس کا بَـجْـتِ نَفِیْسِ

جو مَدِیْنَةِ میں مَر گيا يوں ہی

(شوال المکرم ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)



# آرزو

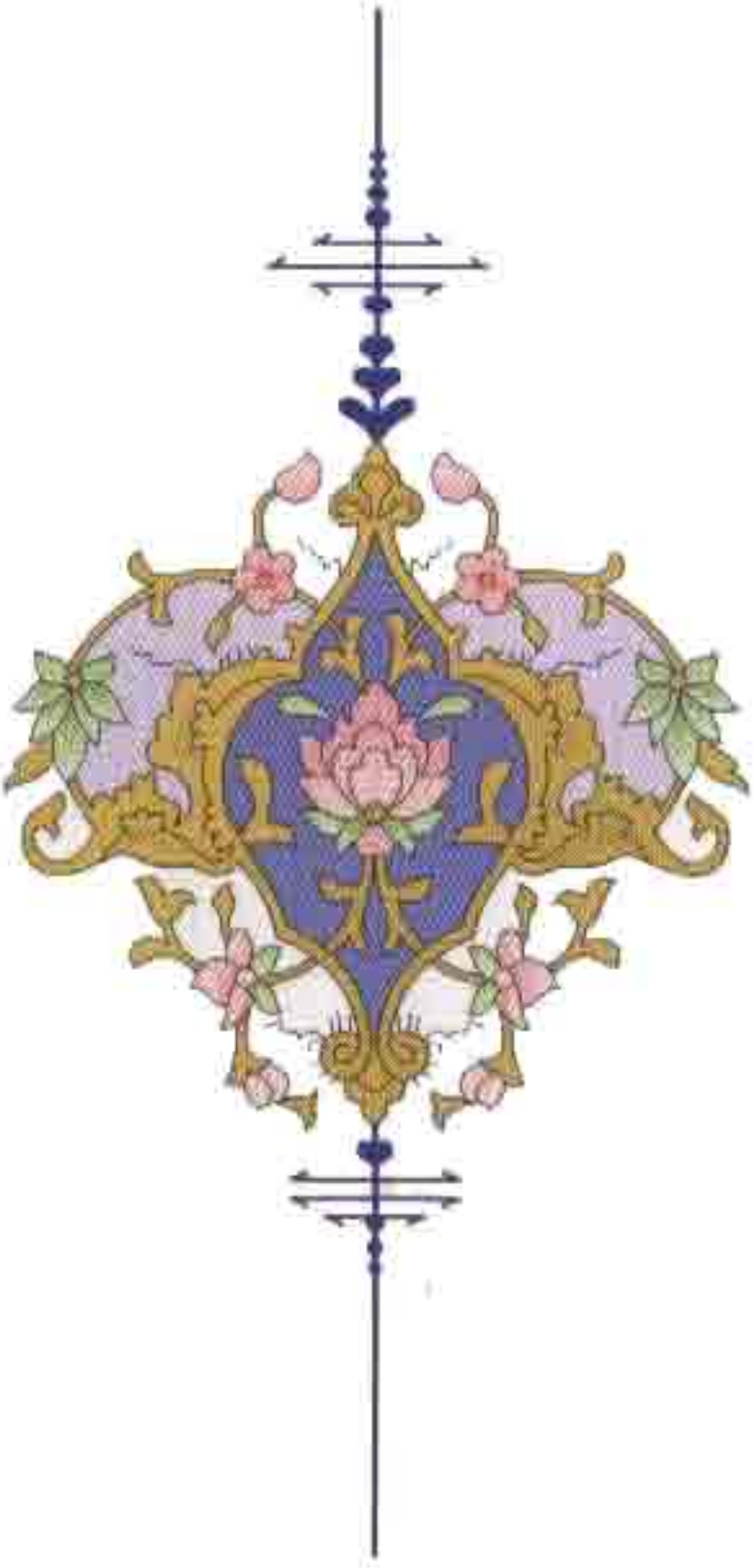
یہی عرض کرنے کو جی چاہتا ہے  
مدینے میں مرنے کو جی چاہتا ہے

یہ کس جانِ جاناں کا فیضِ نظر ہے  
کہ جی سے گزرنے کو جی چاہتا ہے

بگڑنے ہی میں عمر گزری ہے ساری  
خُدا یا! سنورنے کو جی چاہتا ہے



(۱۳۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)



مُحَمَّدٌ رَا بَجَانِ نَحْوِيشِ دَارمِ  
بَجَانِ نَحْوِيشِ بيش از بيش دَارمِ

قَرَابَتِ بَا تُو شُدِ اِعْرَازِ اُمَّتِ

بِحَمْدِ اللّٰهِ مِنْ دَرُوِيشِ دَارمِ

غَمِ تُو مَذْهَبِ اِہْلِ مَحَبَّتِ

ز بے قِسْمَتِ مَحَبَّتِ کِيشِ دَارمِ

بِیَا عَشِقِ جُنُوں سَااں ! مَدَدِ کُنْ

کِه صَحْرَاے عَرَبِ دَرِپِيشِ دَارمِ

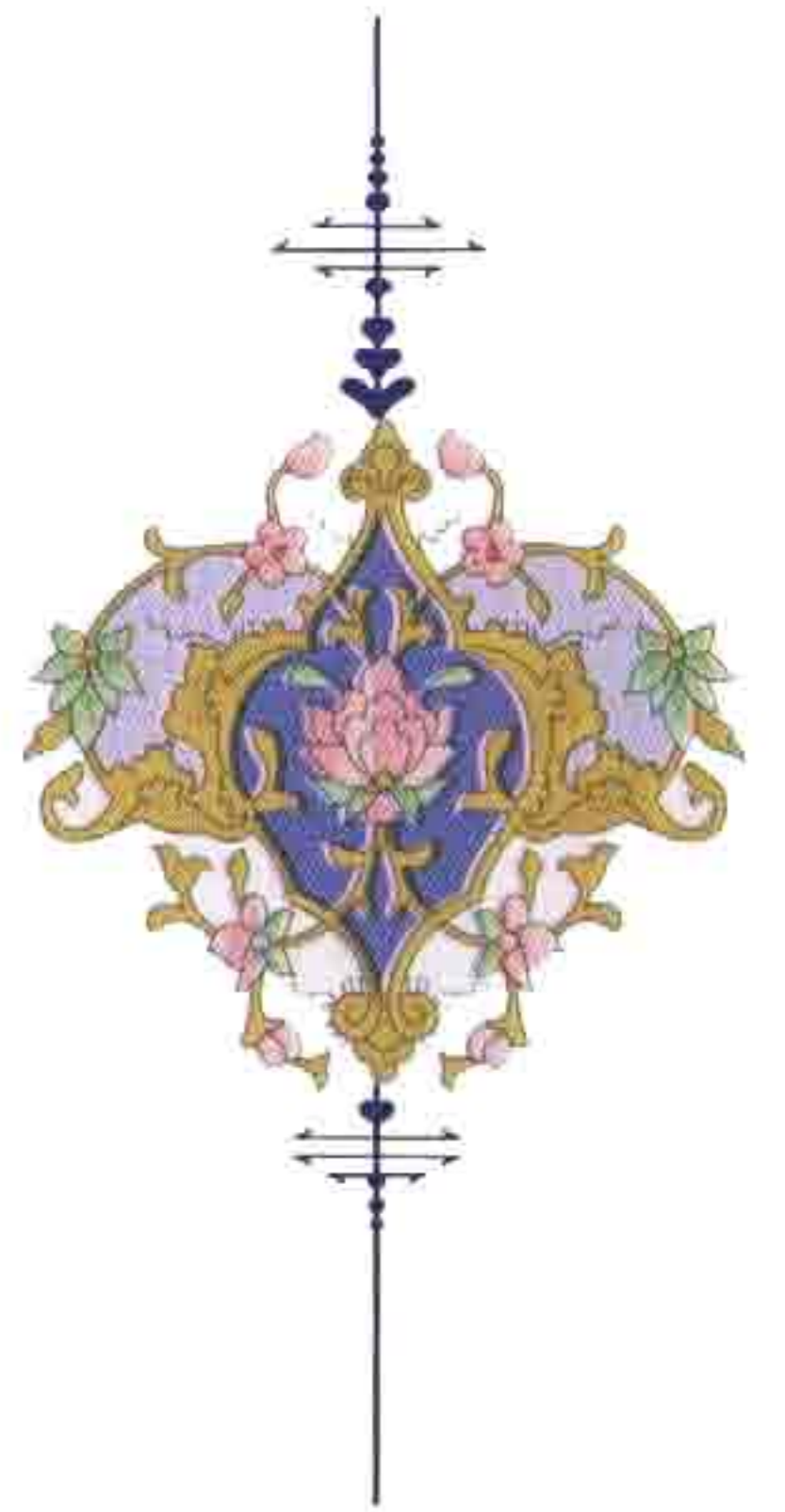
بَفِيضِ حُسْنِ تُو اے شَاہِ خُوبَاں

سِرِّ سُلْطَانِ ، دِلِ دَرُوِيشِ دَارمِ

نَفِيسِ آں جَانِ جَانَاں رَا سَلَا مے

ز دَرْدِ عَشِقِ اُو دِلِ رِيشِ دَارمِ

( نَوَاحِ ۱۹۴۵-۱۹۸۳ ع )





# مَنَاقِب



# بُؤكبر و عؤسر، عثمان و على رضى الله عنهم

اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ولی

یارانِ نبیؐ میں سب سے جلی

وہ شمعِ حرم کے پروانے

بُؤكبر و عؤسر، عثمان و على

اسلام نے جن کو عزت دی

ایماں کی روایت جن سے چلی

ترتیبِ خلافت بھی ہے یہی

لگتی ہے یہی ترتیبِ بھلی

بُؤكبر و عؤسر، عثمان و على

بُؤكبر و عؤسر، عثمان و على

وہ ختمِ رسل کے دیوانے

بُؤكبر و عؤسر، عثمان و على

اسلام کو قوت جن سے ملی

بُؤكبر و عؤسر، عثمان و على

ترتیبِ فضیلت بھی ہے یہی

بُؤكبر و عؤسر، عثمان و على



یہ خوشبو ہر سو پھیلے گی  
”بوکرہ و عسہر، عثمان رض و علی رض“

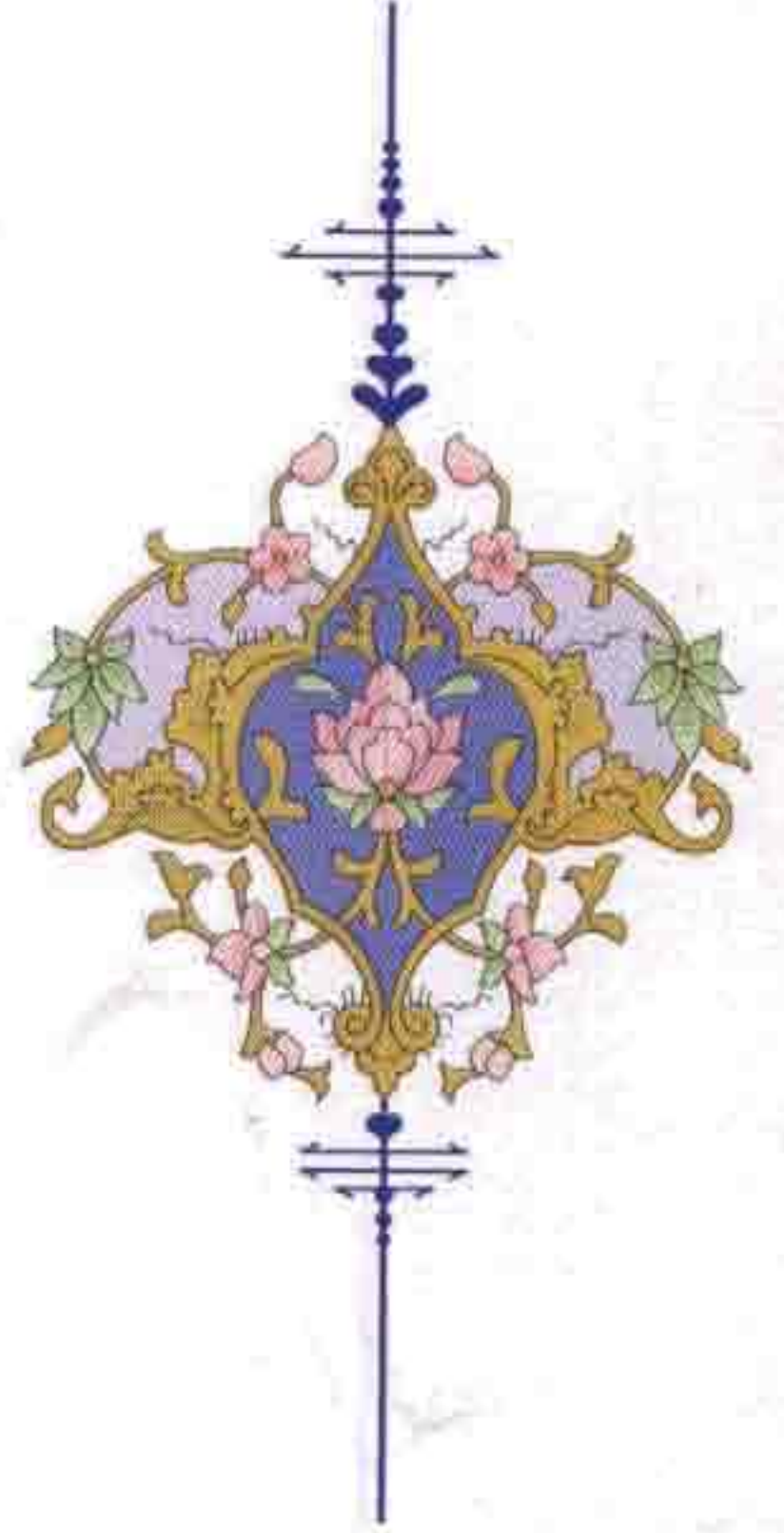
یہ لوح و قلم کی زینت ہے  
بوکرہ و عسہر، عثمان رض و علی رض

اس نظم کی خوشبو پھیلے گی  
گوئجے گا یہ نغمہ گلی گلی

یہ کتبہ حرم کی زینت ہے  
لکھ شاہ نفیس اب اس کو جلی



(۲۰ بیع الاول ۱۴۱۹ھ / ۶۱۹۹۸)



# کربلا کے بعد

لایا جو خونِ رنگِ دگر کربلا کے بعد  
اُونچا ہوا حسین کا سر کربلا کے بعد

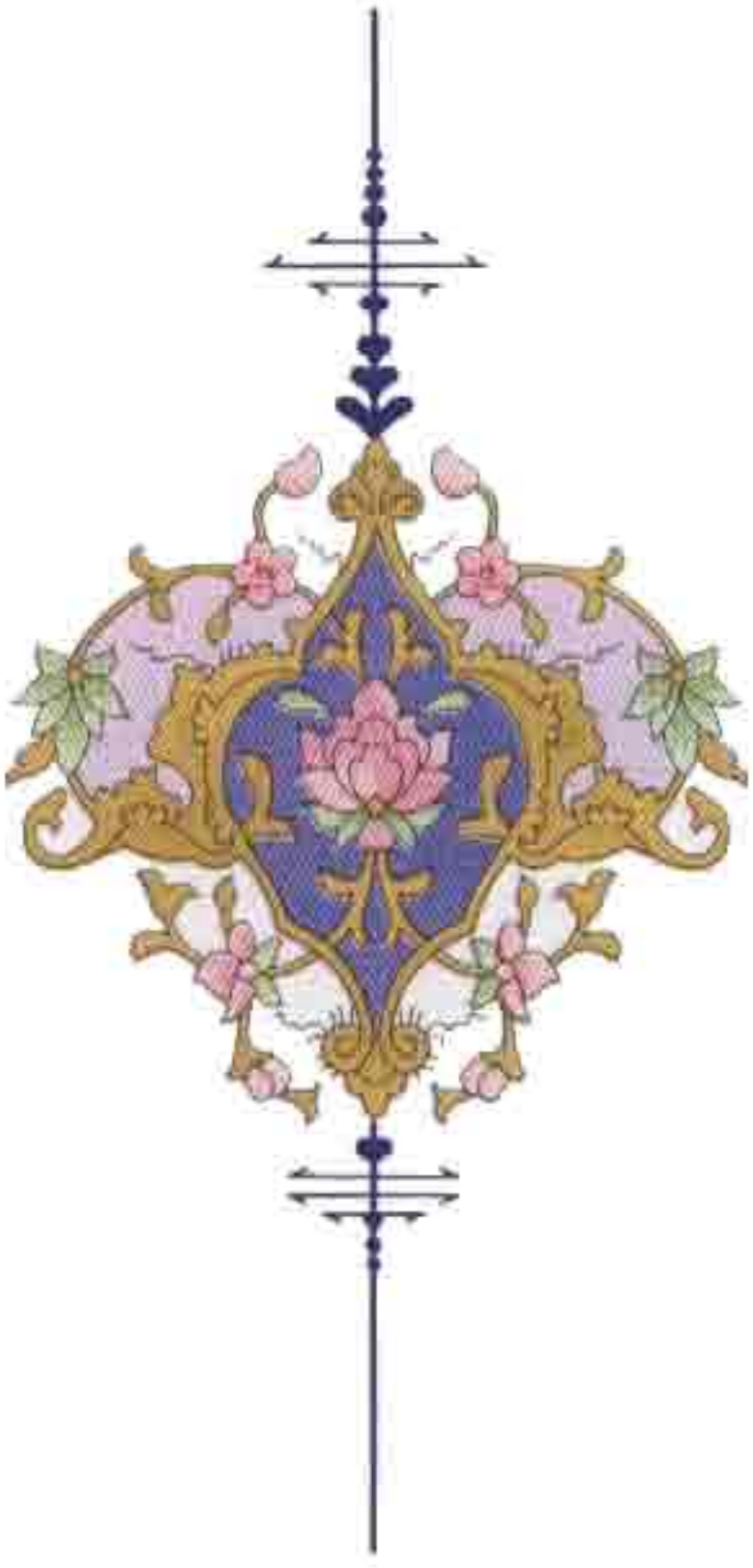
پسِ حرم، لحاظِ نبوت، بقاتے دیں  
کیا کچھ تھا اُس کے پیشِ نظر کربلا کے بعد

اے رہ نوردِ شوقِ شہادتِ ترے نثار  
طے ہو گیا ہے تیرا سفر کربلا کے بعد

آباد ہو گیا حرمِ ربِّ رسولؐ کا  
ویراں ہوا بتولؑ کا گھر کربلا کے بعد

ٹوٹا یزیدیت کی شبِ تار کا فسوں  
آئی حُسنیت کی سحر کربلا کے بعد

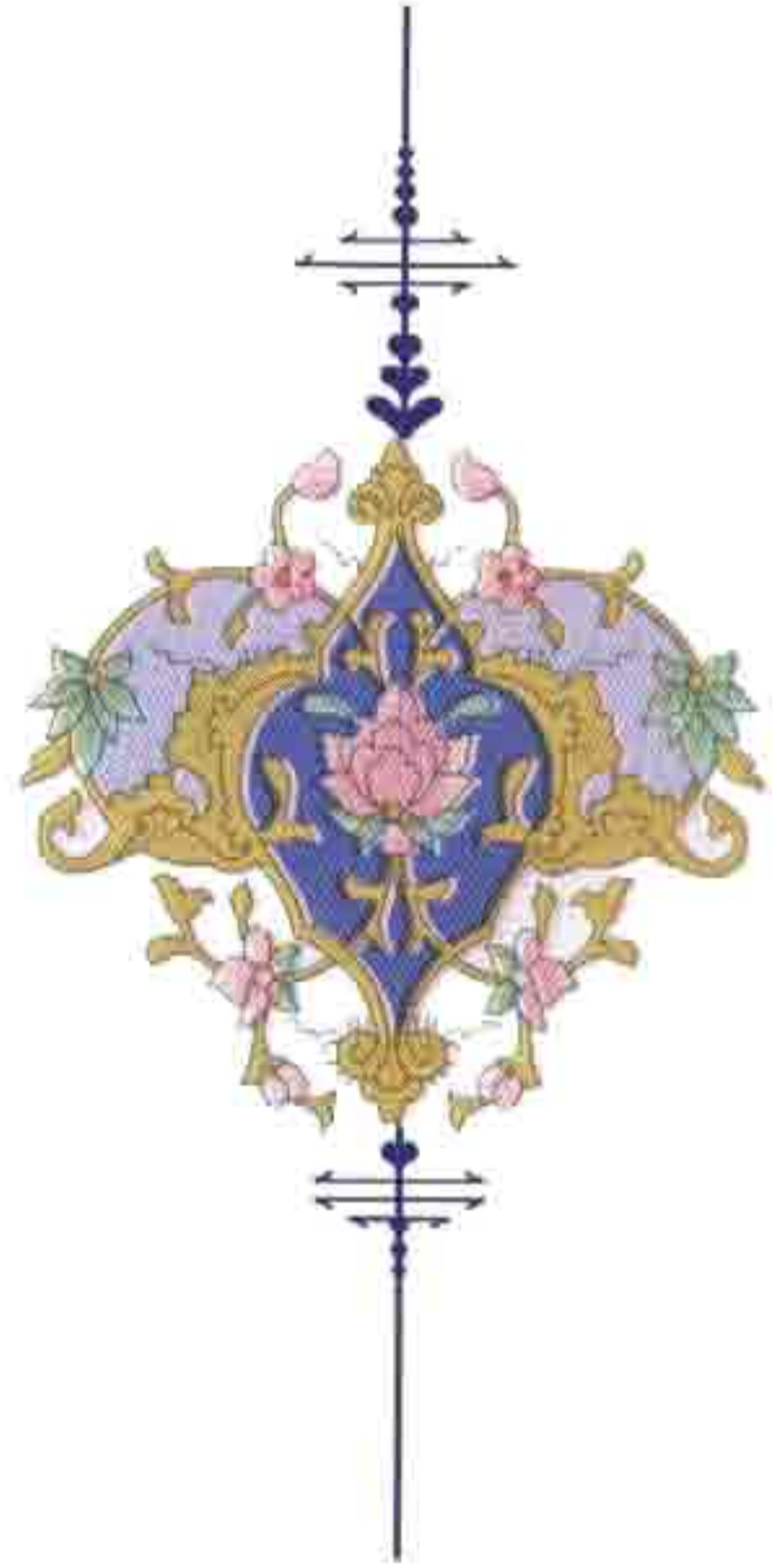
اک وہ بھی تھے کہ جان سے سنس کر گزر گئے  
اک ہم بھی ہیں کہ چشم ہے تر کربلا کے بعد



جوہر کا شعر صفحہ ہستی پہ ثبت ہے  
پڑھتے ہیں جس کو اہل نظر کربلا کے بعد  
”قتل حسین اصل میں مرگِ نیرید ہے  
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد“



(۵۱ - ۱۹۵۵ء)



۱ مولانا محمد علی جوہر

# ذکرِ حَسَنِینِ رضی اللہ عنہما

دوشسِ نبیؐ کے شاہسواروں کی بات کر  
کون و مکاں کے راجِ دُلا روں کی بات کر

جن کے لیے ہیں کوثر و تسنیم موجزن  
اُن تشنہ کام بادہ گساروں کی بات کر

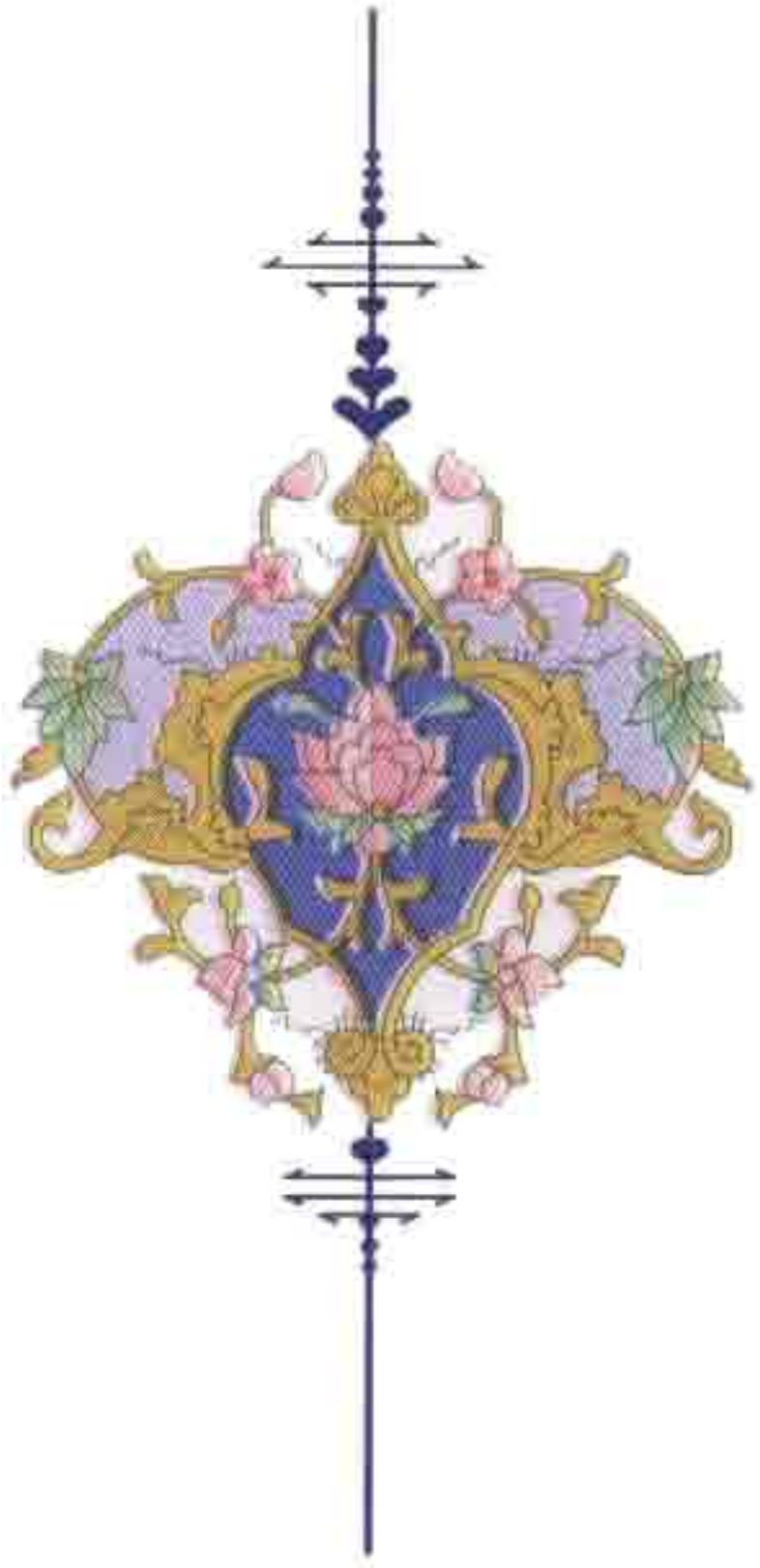
خُلدِ بریں ہے جن کے تقدُّس کی سیرگاہ  
اُن خوں میں غرق غرق نگاروں کی بات کر

کلیوں پر کیا گزر گئی پھولوں کو کیا ہوا  
گلزارِ فِنا طمَّہ کی بہاروں کی بات کر

جن کے نفسِ نفس میں تھے قرآن کھلے ہوتے  
اُن کر بلا کے سینہ فگاروں کی بات کر

شمرِ لعیں کا ذکر نہ کر میرے سامنے  
شیرِ خرد کے مرگِ شعاروں کی بات کر

(۲۳-۴۵ھ / ۵۴-۶۱۹ء کے درمیان کہی گئی)



# اُسوةٌ شریبہ رضی اللہ عنہ

گوئج اُٹھے ارض و سماں نعرۂ تکبیر کے ساتھ

رَن میں نکلا کوئی سُوتی ہوئی شمشیر کے ساتھ

ایک بجلی سی چمکتی ہے پس پردۂ ابر

ایک ظلمت سی اُلجھنے کو ہے تنویر کے ساتھ

ہر قدم اُٹھتا ہے اسلام کی عظمت کے لیے

دَم بدم بڑھتا ہے اللہ کی تکبیر کے ساتھ

یہ تو پھر خونِ جگر گوشۂ پیغمبر ہے

عرشِ بل جاتا ہے اک آہ کی تاثیر کے ساتھ

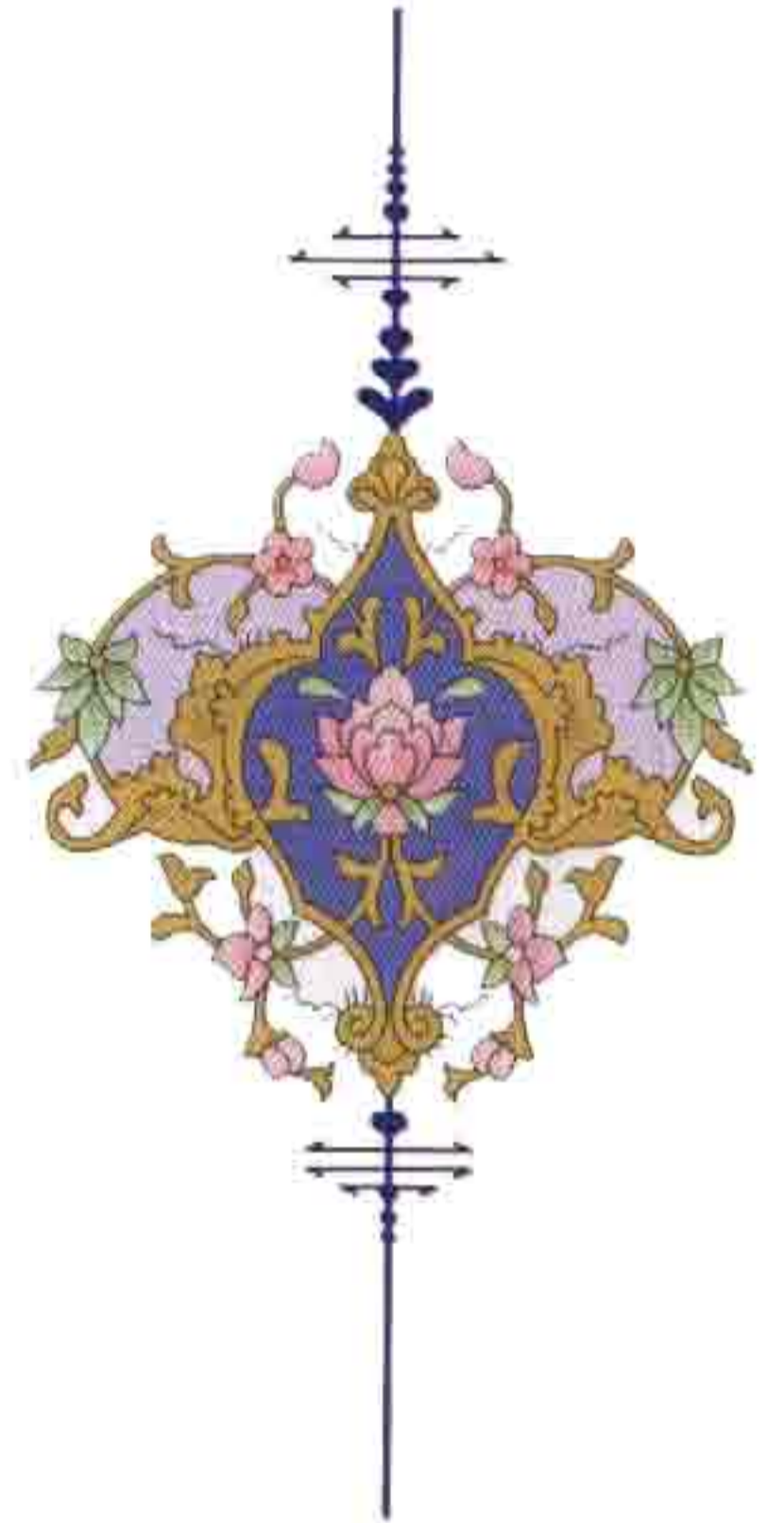
خاک اور خون میں لتھڑے ہوئے جانبازوں سے

پیش آتی ہے مشیتِ بڑی توقیر کے ساتھ

اپنے اللہ کا صد شکر ادا کرتا ہوں

جس نے وابستہ کیا دامنِ شہبیر کے ساتھ

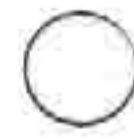
(۶۱-۷۱/۱۳۷۲ھ-۵۲-۶۱۹۵۵)



## خواجہ اجمیریؒ

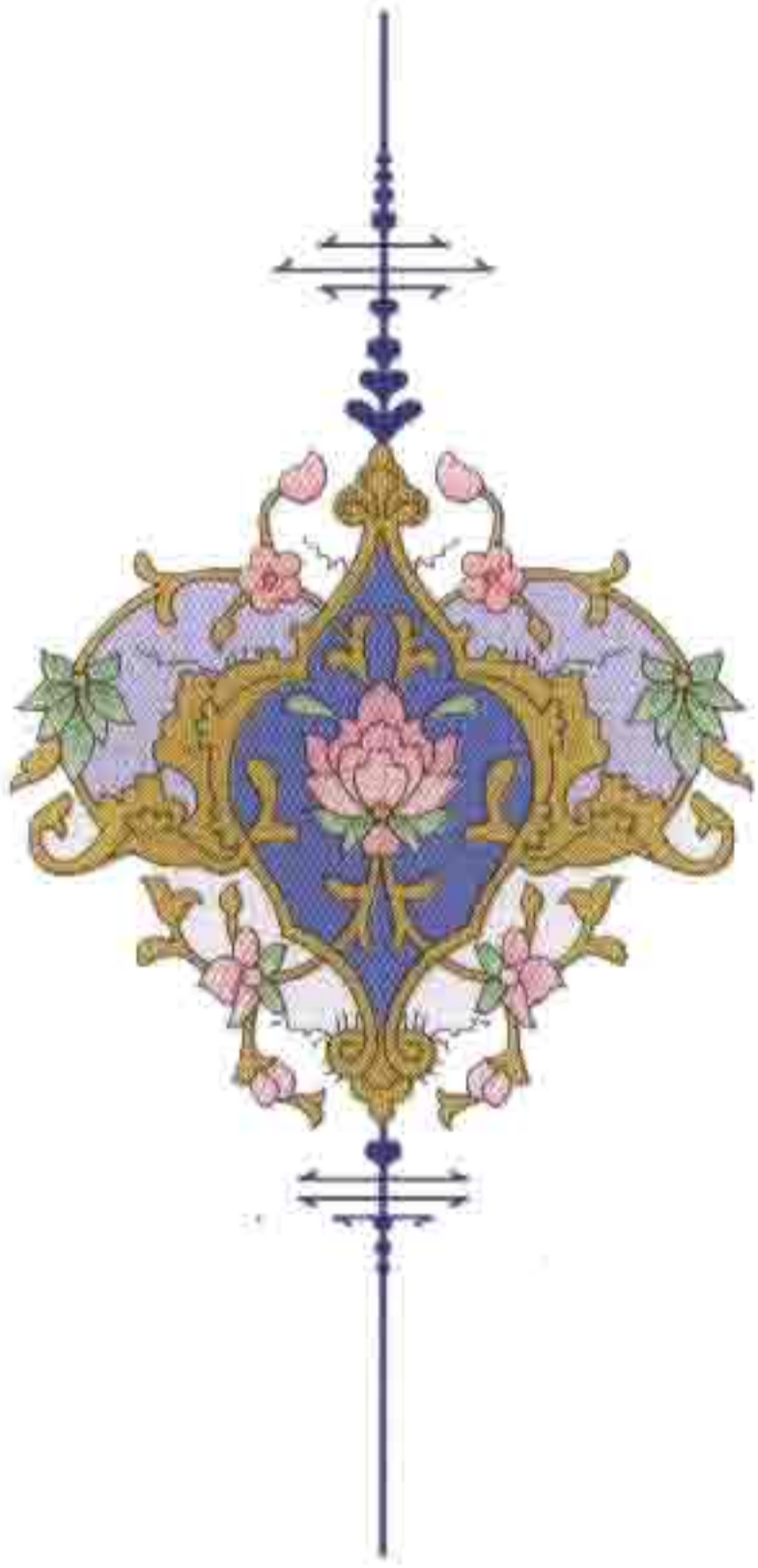
مُعین الدین حسن سجزی امیرے  
امامِ چشتیاں ، روشن ضمیرے  
رسول ﷺ اُو را حکم فرمود  
برائے ملکِ ہند آمد سفیرے

یکم شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ  
۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء



۵ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمہ اللہ

(م-۶۳۳ھ/۱۲۶۶ء) .





# قطب صاحب

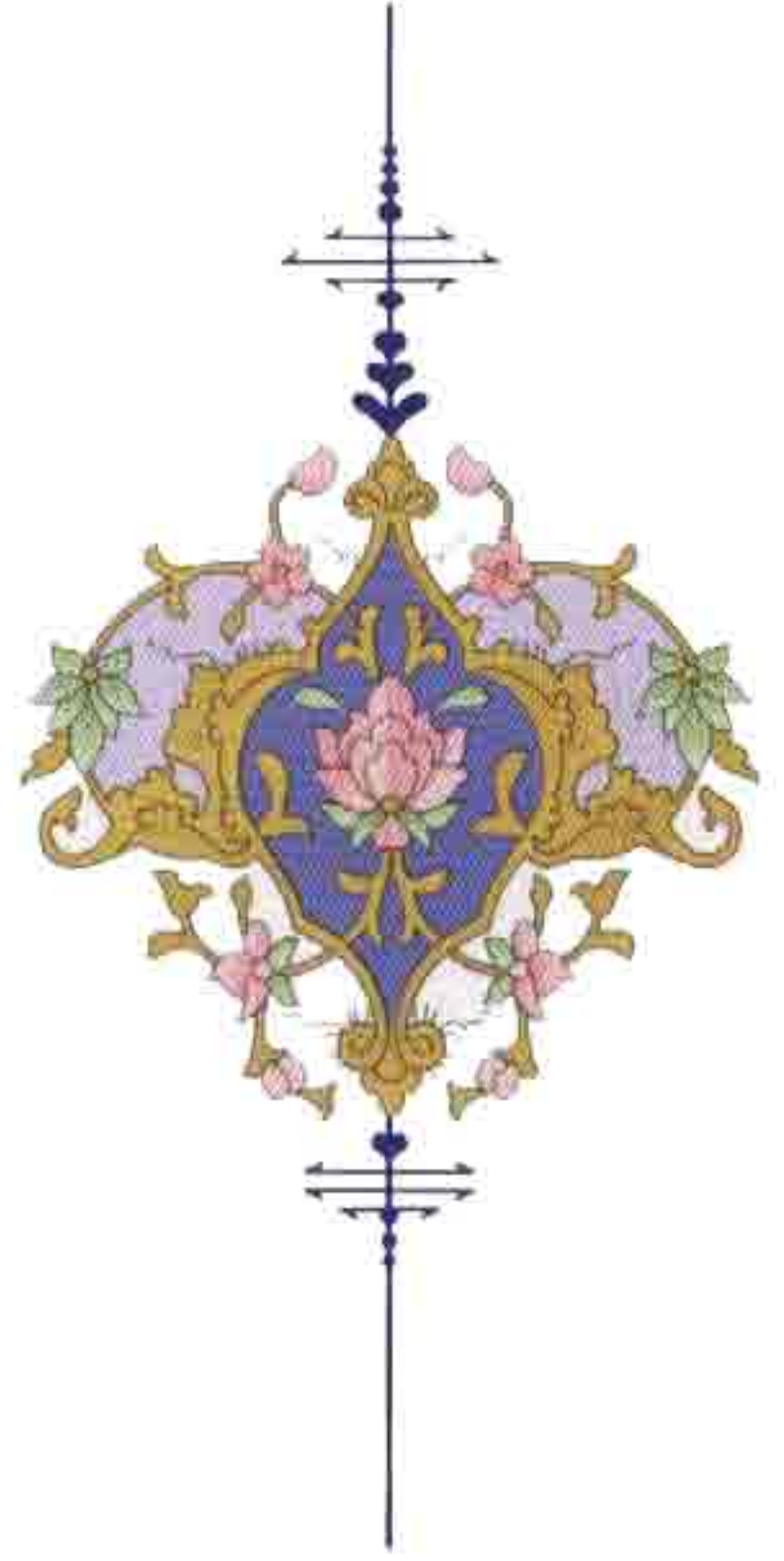
بختیار آل قطب دین مصطفیٰ  
 پیروان مر ترضیٰ را رہنما  
 شعر پیر جام بشنید از قضا  
 گشتگان خنجر تسلیم را  
 ہر زماں از غیب جانے دیگر است

یکم شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ  
 ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء

۱ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی رحمہ اللہ تعالیٰ  
 (م - ۶۳۳ھ / ۱۲۳۵ء)

۲ حضرت شیخ احمد جام رحمہ اللہ

شہاب الدین ابو نصر احمد، المعروف بہ زندہ پیل (۴۴۱ھ / ۱۰۴۹ء  
 تا ۵۳۶ھ / ۱۱۴۱ء) دورِ سلاجقہ کے ایرانی صوفی اور متعدد فارسی کتابوں کے  
 مصنف (مرتب)



# بابا فریدؒ

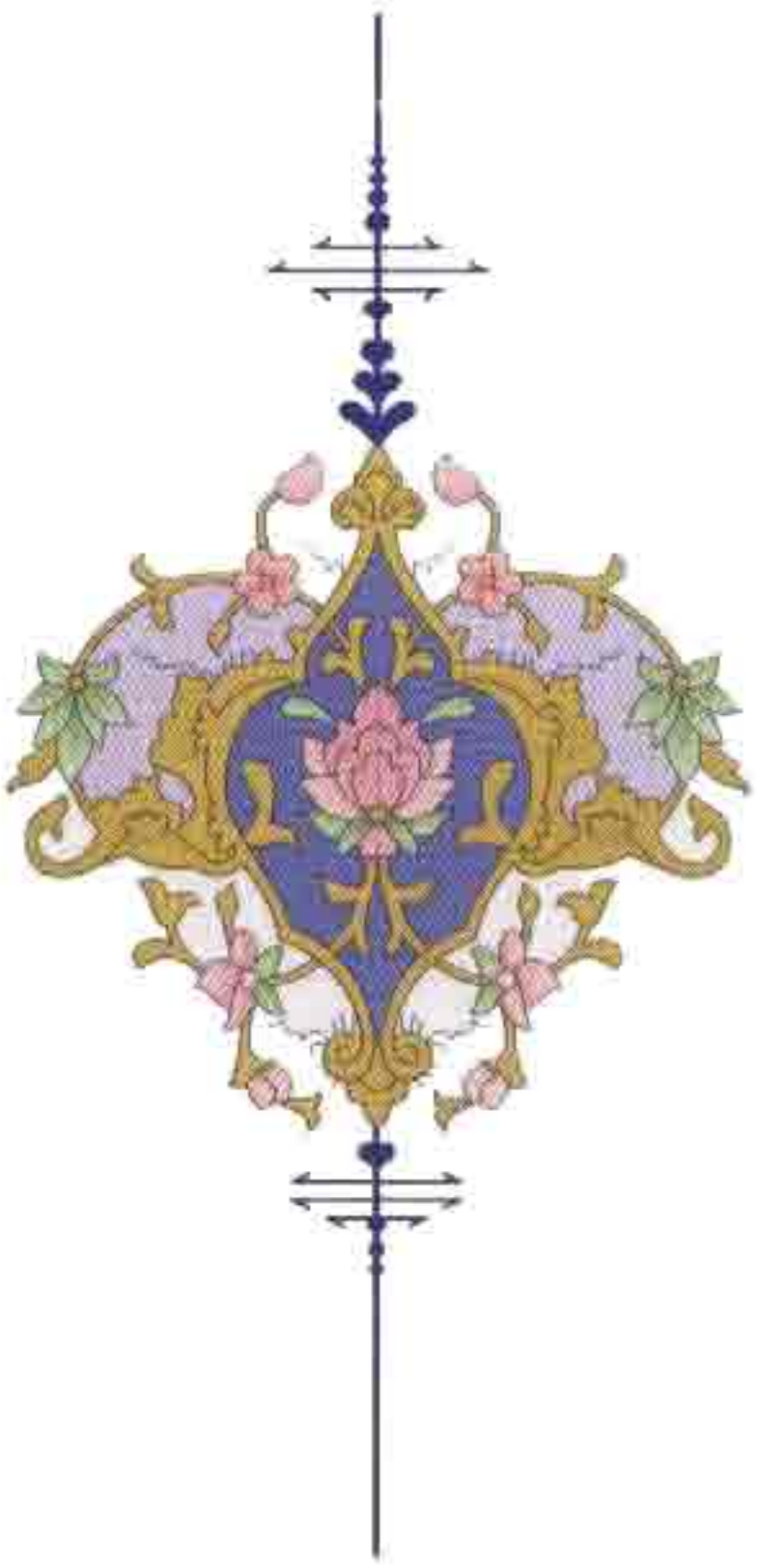
فریدؒ آں امیرِ امیرانِ عالم  
شہِ چشتیاں پیرِ پیرانِ عالم  
چہ خوش گفت سید محمد حسینیؒ  
”فریدؒ است از بے نظیرانِ عالم“

(۱۳۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)



۱۰ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً (م - ۶۶۳ھ)

۱۱ حضرت خواجہ گیسو دراز رحمہ اللہ (م ۸۲۵ھ)

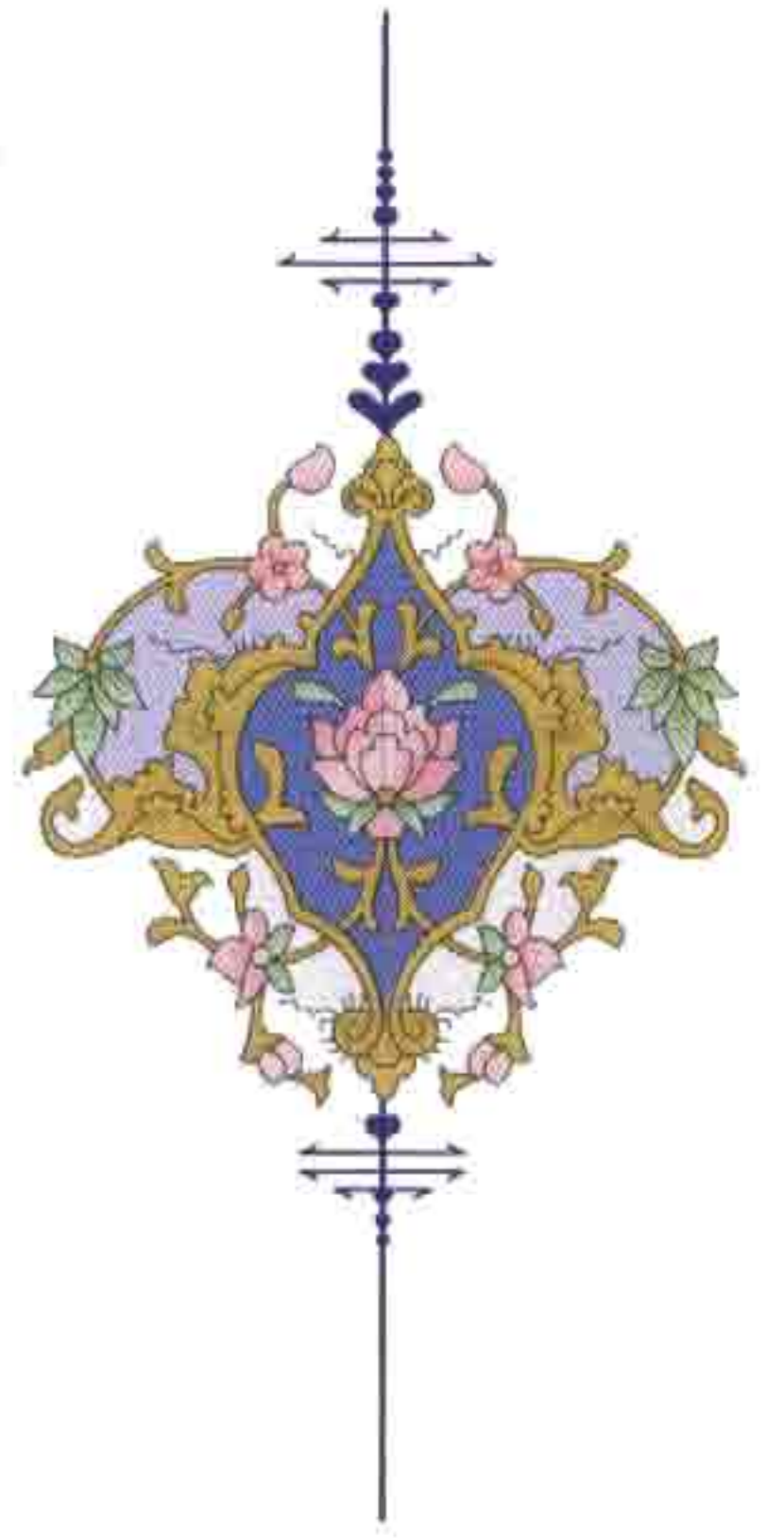


## سُلطانِ حَیّ

یتیمے بُودِ مَرِدِ باحدا شد  
مردِ اُو را منصبِ عالی عطا شد  
اجودهن چوں رسیدِ آلِ جانِ جانان شد  
نظامُ الدّینِ محمدِ اولیاءِ شد

یکم شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ  
۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء

سُلطان المشائخ حضرت خواجہ نظامُ الدّین لولیاہ رحمہ اللہ  
(م - ۵۷۲۵ / ۱۳۲۵ء)  
پاک پٹن شریف



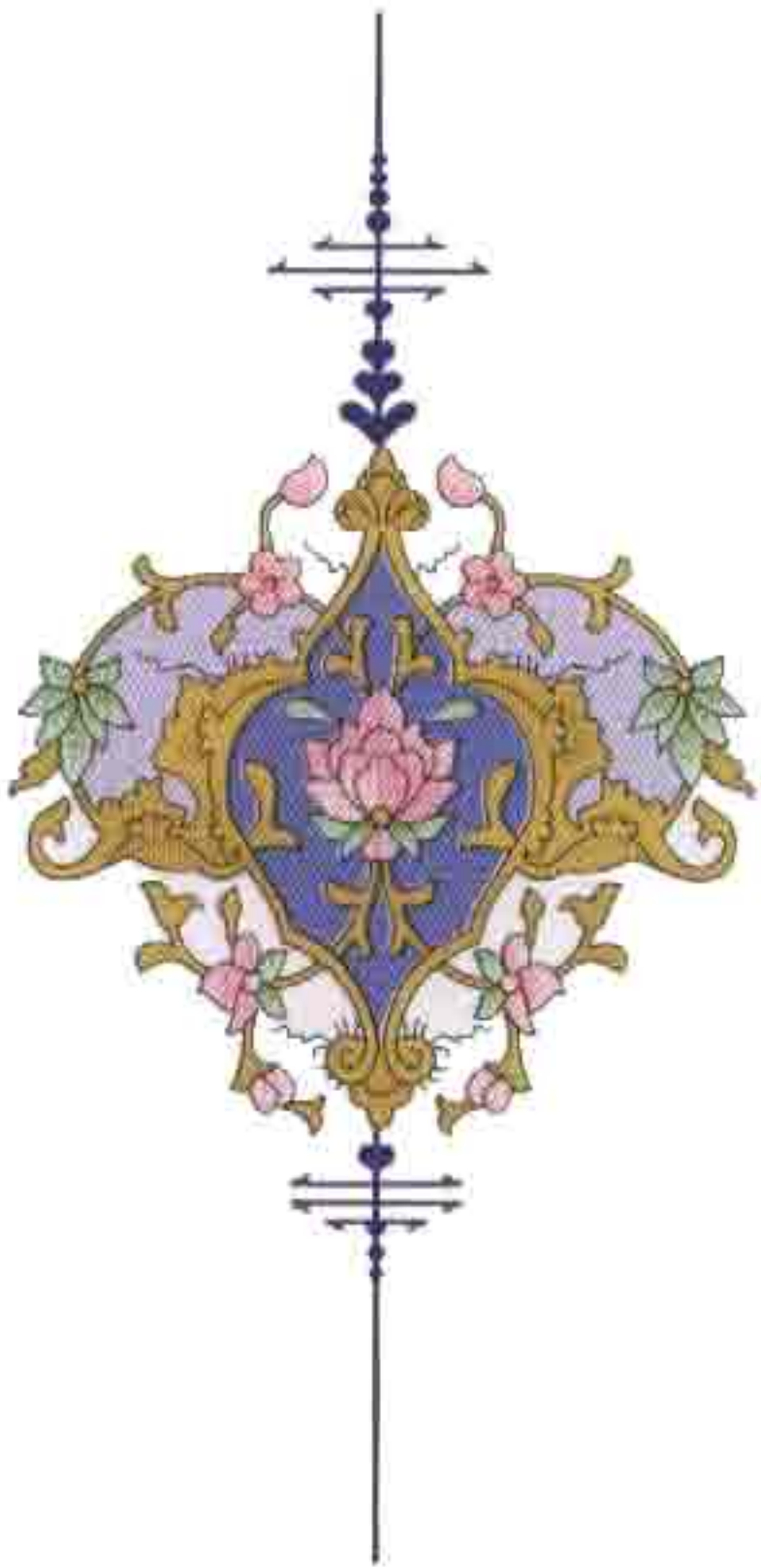
# چراغِ دہلیؑ

آہ وہ عسدرِ باغِ ترا  
جس سے پاتے ہیں ہم سُرِ ترا  
کتنے طوفانِ سر سے گزرے ہیں  
جل رہا ہے مگر چراغِ ترا

(۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)



ؑ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغِ دہلی (م - ۵۷۷ھ) جانشین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہما اللہ



بکھنورِ خواجہ کلسو دراز رحمہ اللہ

اے منظرِ شانِ کبریائی

اے پرتوِ نورِ مصطفائی

اے پیکرِ زہد و پارسائی

اے وارثِ فقرِ مرتضائی

اے خواجہ خواجگانِ عالم

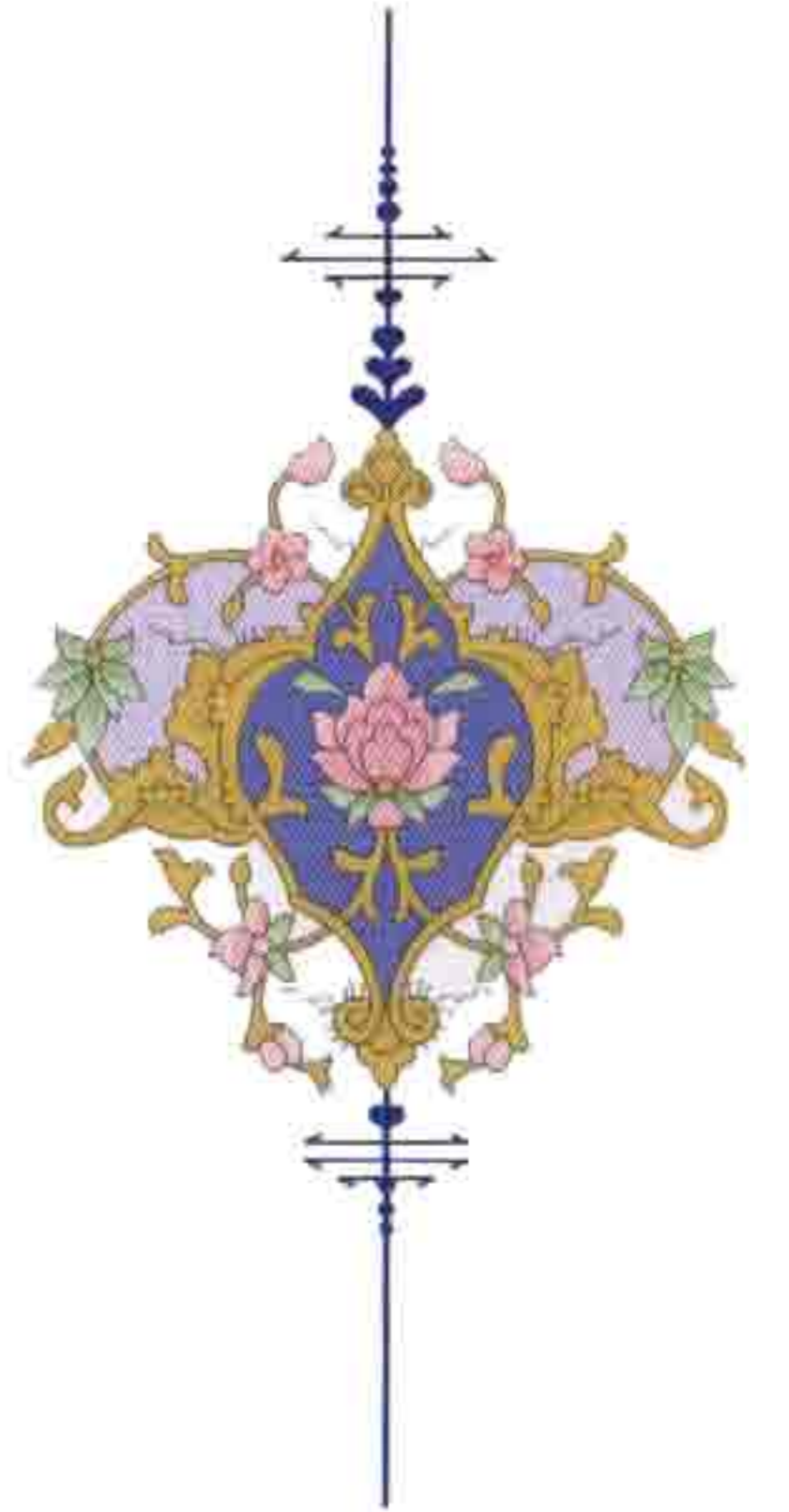
اے رشکِ اجودھنی و طائی

اے خسروِ زمزمہ طرازے

اے ثانیِ سعدی و سنائی

اے روشنیِ چراغِ دہلی

اے رونقِ بزمِ چشتیائی



اے مشربِ تستِ عشقِ احمد  
 اے مسکِ تو خُدا نمائی  
 ہر نقشِ تو آفتابِ ادا  
 تا حشرِ فسانہِ روشنائی  
 یکبار کہ باریابِ کردی  
 ہم بارِ دگر کرمِ منائی  
 شاقِ است چو برِ دلِ نفیسی  
 اے جانِ جہاں! چرا جدائی

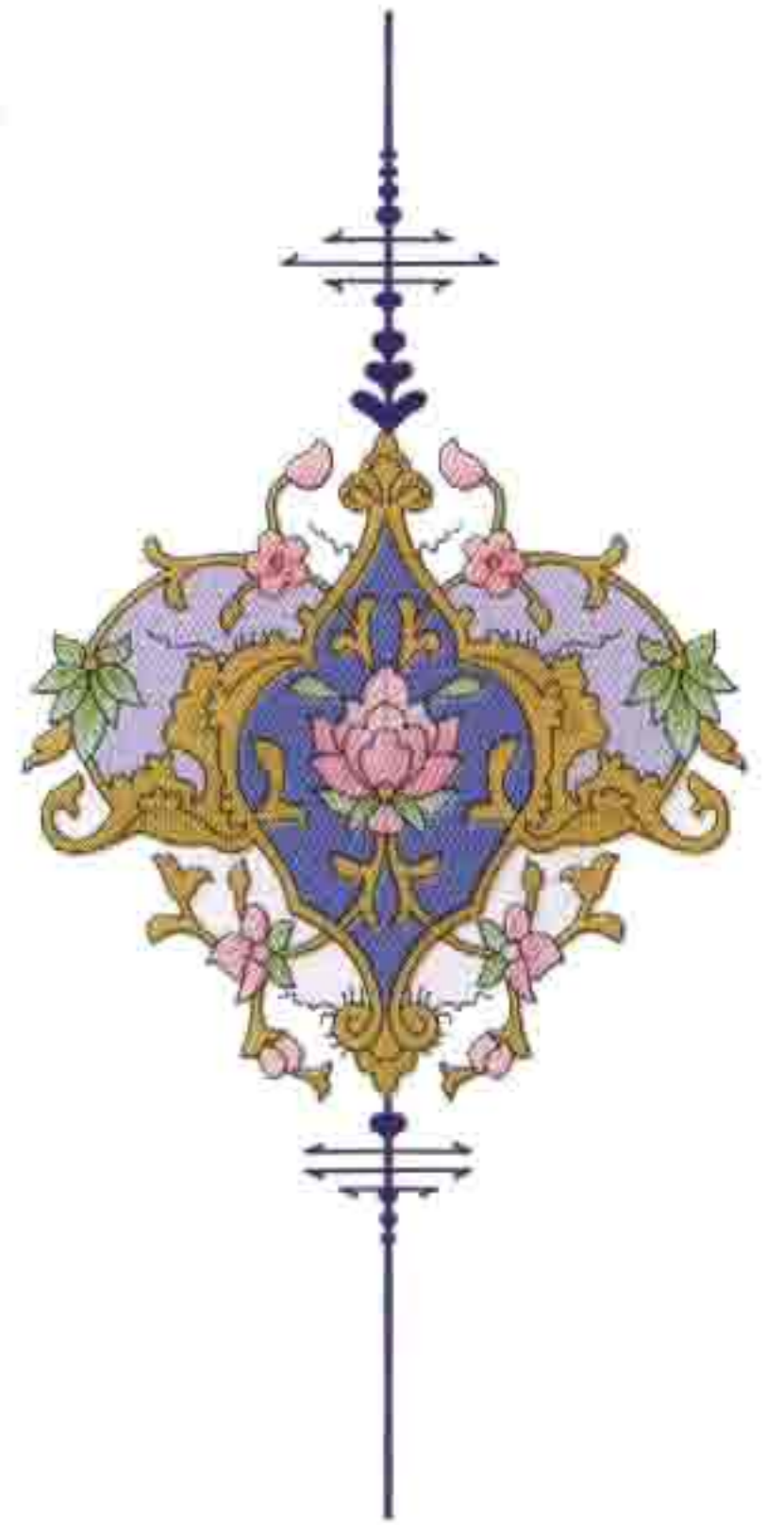


(۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء)

اے حضرت خواجہ گیسو دراز قدس سرہ کو خواب میں دیکھا، ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہیں۔ میں بچہ ہوں حضرت  
 کی انگشتِ شہادت تھامے ہوئے چل رہا ہوں۔ (نفیس)

# حضرت سید اکبر حسینؑ

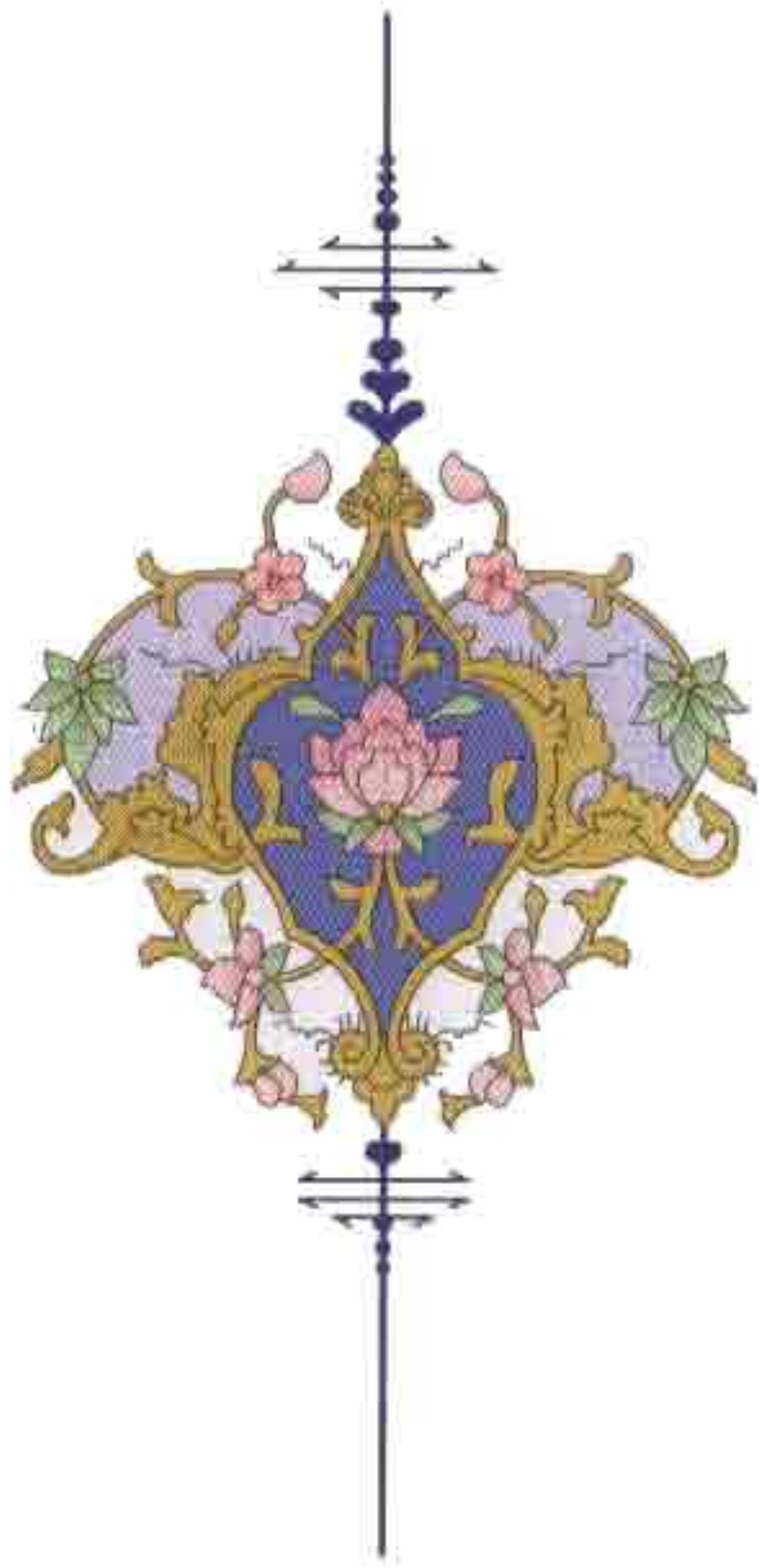
حسین ابنِ محمّدومِ بندہ نواز  
زِ اقطابِ مرحومِ اہلِ دکن  
بہ اکبر حسینؑ و ”سید بڑا“  
مگر ہست موسومِ اہلِ دکن  
چہ مہرِ جہانناپِ افلاکِ چشت  
چہ خوشِ دُرِّ منظومِ اہلِ دکن



۱۰ سید حسین المعروف بہ حضرت سید محمد اکبر حسینؑ فرزند اکبر خواجہ بندہ نواز حضرت گیسو دراز قدس سرہ  
یہ قطعہ تاریخ ”تذکرہ مخدوم زادہ بزرگ“ مولفہ سید عظمت اللہ حسینؑ شائع کردہ بزم معراج العاشقین  
گلبرگہ میں طبع ہوا۔ تاریخ تصنیف: ۱۳۸۳ھ / ۶۳-۶۱۹۶۴

زِ دِہی بہ گلبرگہ تشریف بُرد  
مزار است مقسومِ اہلِ دکن  
چو پُرسند سالِ وصالشِ نفیس  
بگو "بُودِ محسومِ اہلِ دکن"

۲ ۱ ۸ ۵



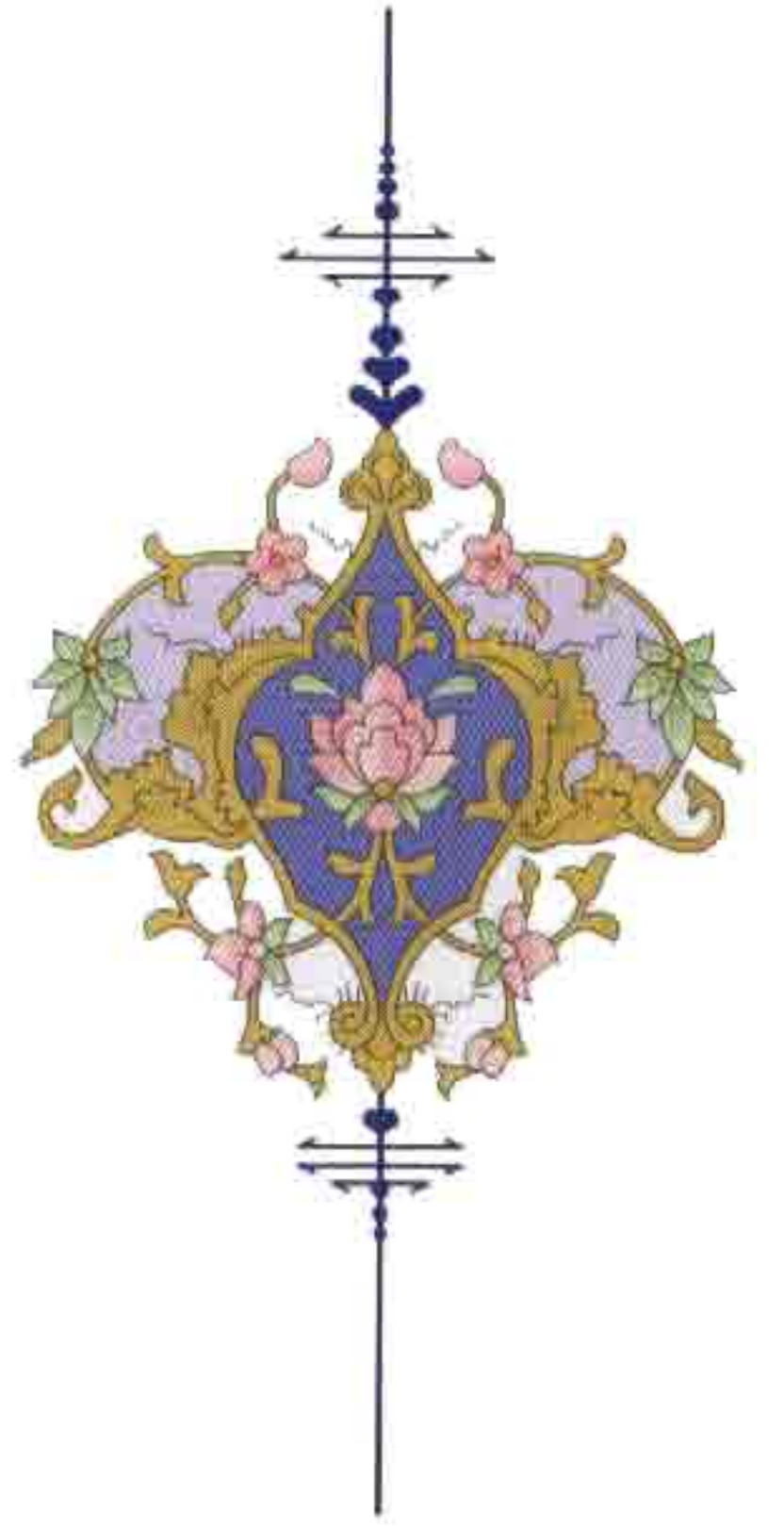


# بر مزارِ قُطْبِ الارشاد

خاتم المتحذین، شیخ الاسلام و المسلمین، سید الاصفیاء الکاملین، مجدد العصر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ  
(م۔ ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) کے حضور میں نذرانہ نفیس

ہے یہ کس کی خوابگہ حسیں، یہ نفیس کس کا مزار ہے  
کہ نفسِ نفس کو جو ہے سکوں تو نظرِ نظر کو قرار ہے  
یہاں اک نگار ہے خمیہ زن، یہ حریمِ حُسنِ نگار ہے  
یہاں موجِ جلوۂ سردی، وہ ہزار رشکِ بہار ہے  
یہ فرودگاہِ رشید ہے، یہ مقامِ ندرِ فرید ہے  
یہ مکانِ خلدِ نشان ہے، یہ مکینِ عرش و قار ہے  
جو ابوحنیفہ وقت تھا، جو کبھی محسنِ آری عصر تھا  
جو جنید و شبلی دہر تھا، یہ اسی کی خاکِ مزار ہے

۱۔ ابوحنیفہ وقت: حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو تفسیر میں مقامِ بلند  
کی بنا پر "ابوحنیفہ عصر" کا لقب دیا تھا۔ وہ اپنے عہد میں اسی لقب سے معروف تھے۔



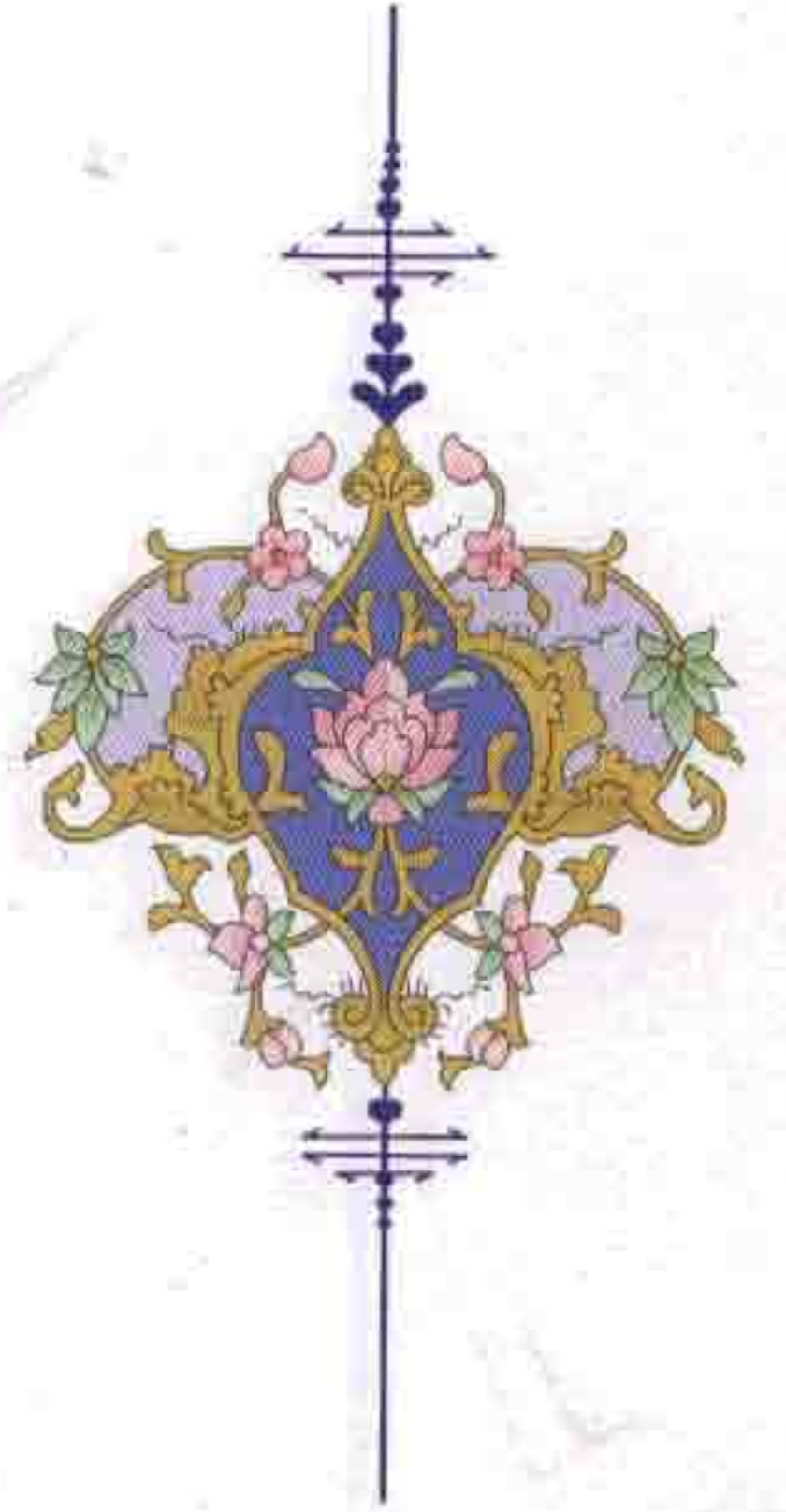
یہ مزار بُقعہ نور ہے، یہ جہانِ عشق کا طور ہے  
یہاں آفتابِ جمال ہے، یہ تجلیوں کا دیار ہے  
یہاں قدسیوں کا نزول ہے، یہ دلیلِ حُسنِ قبول ہے  
یہاں سو رہا ہے وہ نازنین، جو نبی کا عاشق زار ہے  
جو کلامِ دوست کا نور ہے، تو حدیثِ یار کا فیض ہے  
اسی فیض سے، اسی نور سے، یہ مزارِ مقتومہ زار ہے  
یہ جنوں کا مجملِ شوق ہے، یہ نظر کی منزلِ شوق ہے  
میرا عشق حاصلِ شوق ہے، میرا عشق اس پہ نثار ہے  
وہ کہ تھا مجاہدِ شامی، صفیں جس نے اٹھیں فرنگ کی  
اسی صفِ شکن کی یہ گھات ہے، اسی شیر کا یہ کچھار ہے

۱۷ شامی: آپ ۱۸۵۷ء کے جہاد میں خانقاہِ قدوسی سے مردانہ وار نکل کر انگریزوں کے خلاف صفِ آراء  
ہو گئے اور اپنے مُرشد حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے رفقاء کے ساتھ قصبہ شامی کے معرکہ جہاد  
میں شامل ہو کر خوب دادِ شجاعت دی۔ ۱۷، ۱۸ قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہ

(پچاس مثالی شخصیات بحوالہ تاریخِ دارالعلوم دیوبند)

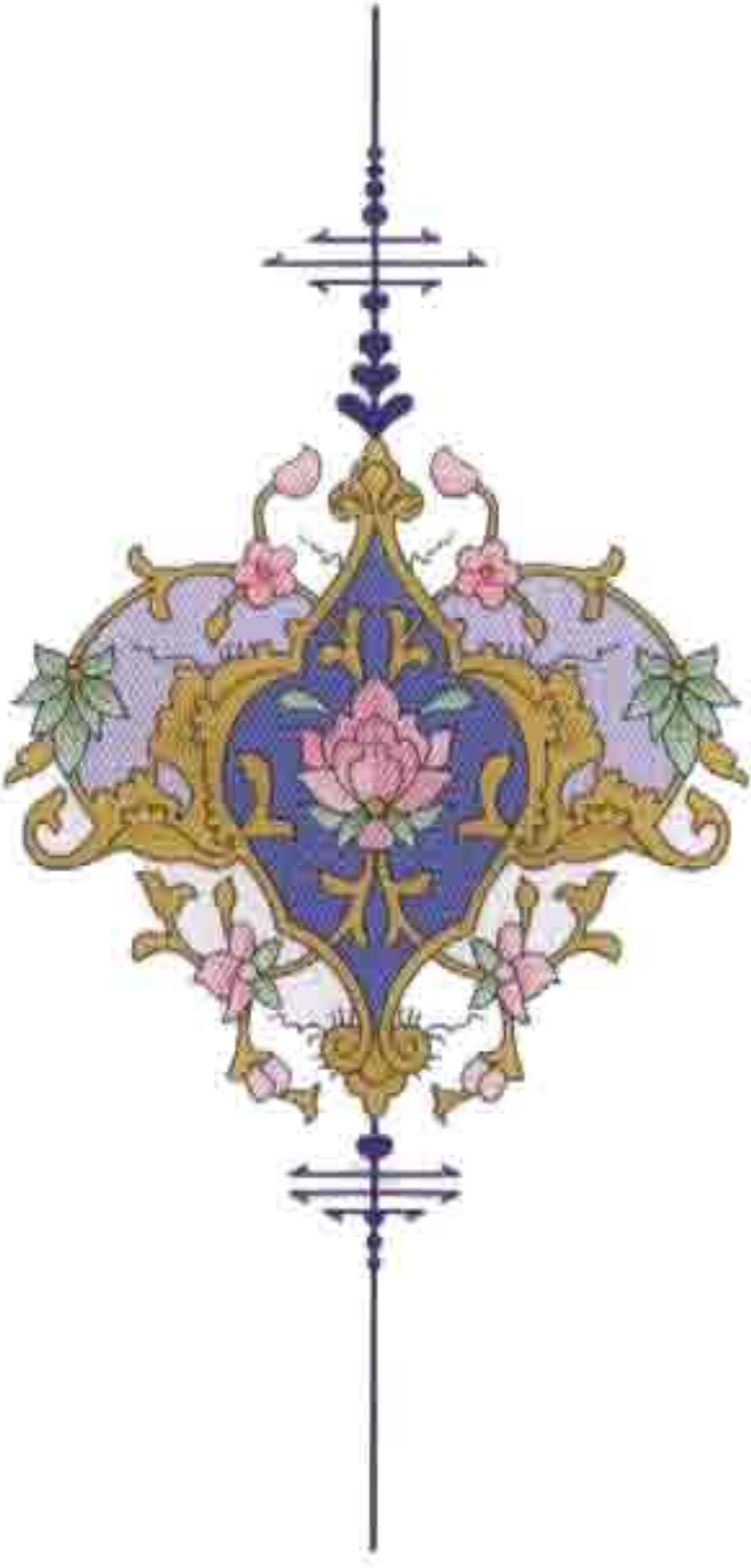


کوئی دیدہ ور ہو تو دیکھ لے، بڑے معرکے کا یہ مرد ہے  
 یہ جو کمکشاں کی سی گرد ہے، اسی گرد میں وہ سوار ہے  
 کبھی جام پینے پہ آگئے، تو سمن دروں کو چڑھا گئے  
 یہ جو آج تک نہیں ہوش ہے، فے عشق ہی کا خمار ہے  
 یہ عنایتیں، یہ نوازشیں، ابھی آپ مجھ سے نہ پوچھیے  
 مری آنکھ محو جمال ہے، مرے سامنے رخ یار ہے  
 میں نگاہ شوق کا کیا کروں، دلِ ناصبور سے کیا کہوں  
 ابھی حشر میں بڑی دیر ہے، ابھی دور روزِ شمسار ہے  
 کوئی نکتہ چیں ہو، ہوا کرے، مگر اے نگاہِ کمال ہیں  
 ذرا کر کے دیکھ مشاہدہ، یہاں نور ہے وہاں نار ہے  
 کسی خشک طبع سے کیا غرض، کسی تنگ ظرف سے کام کیا  
 مری اہل دل سے ہے دوستی، مجھے اہل درد سے پیار ہے

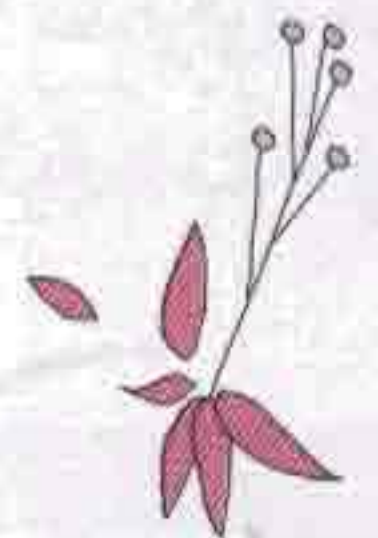


یہی میرا ناز و نیا زہت ہے کہ اسیر زلفِ رشید ہوں  
اسی سلسلے کا مُرید ہوں، مرا اس پہ دار و مدار ہے  
میں فدائے عشقِ رسول ہوں، میں نبی کے پاؤں کی دھول ہوں  
مراد دلِ حُسنِ خدا کے حضور میں، نبی از سجدہ گزار ہے

○  
سہارنپور  
۲۹ ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ  
۲۷ جنوری ۱۹۷۰ء



# شعر الفراق



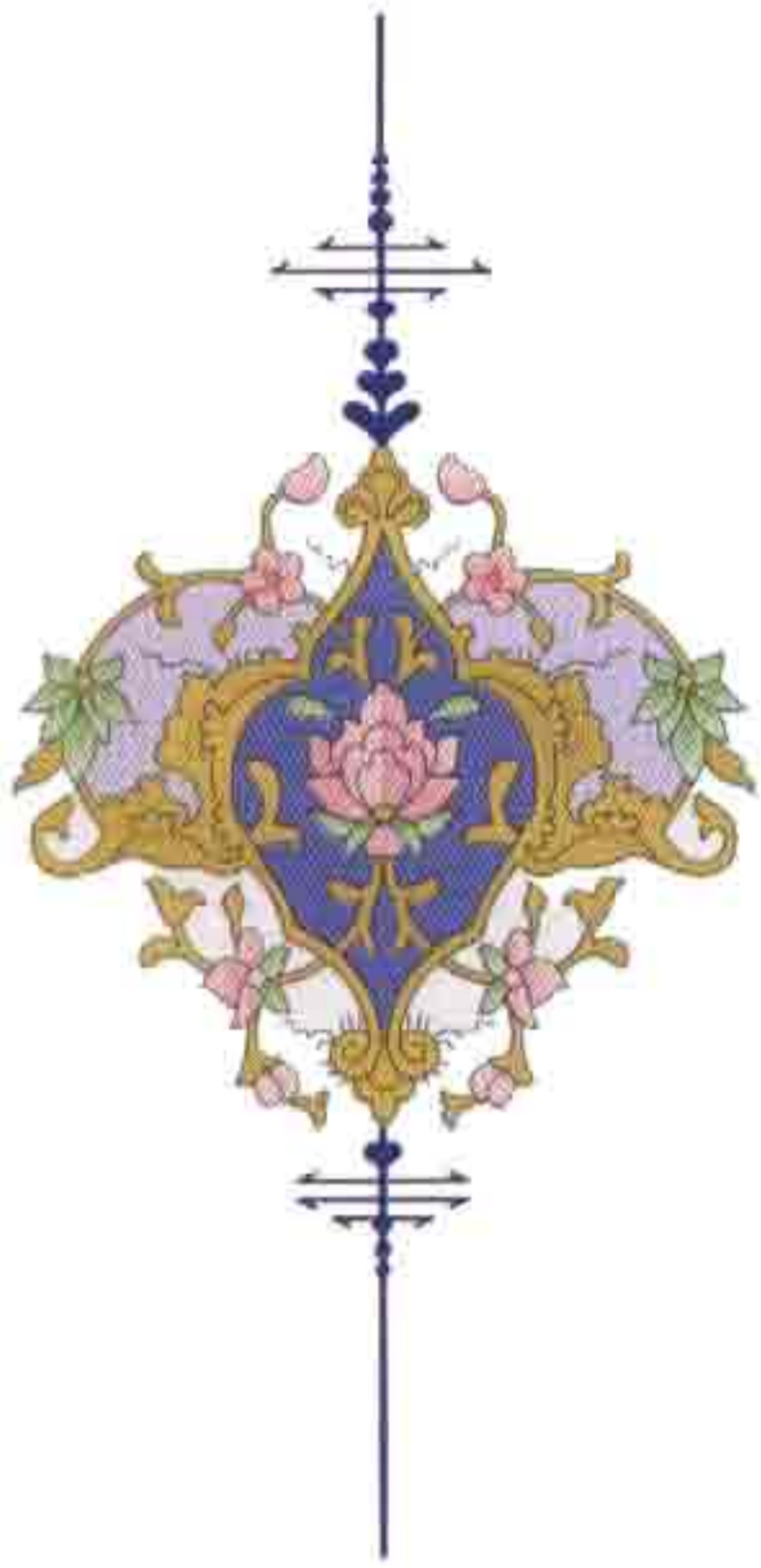
# آہِ قُطْبِ الْإِشَادِ كَرِشْتِ ۱۳۸۲ھ

نظمِ فراق

سُلْطَانِ الْعُرْفَاءِ سَيِّدِ الطَّائِفَةِ خَضْرَاءِ اِقْدَاسِ مَوْلَانَا وَمُرْشِدِنَا شَاهِ عَبْدِ الْقَادِرِ رَاسُوْمِي نُوْرِ اللّٰهِ مَرْقَدُهُ

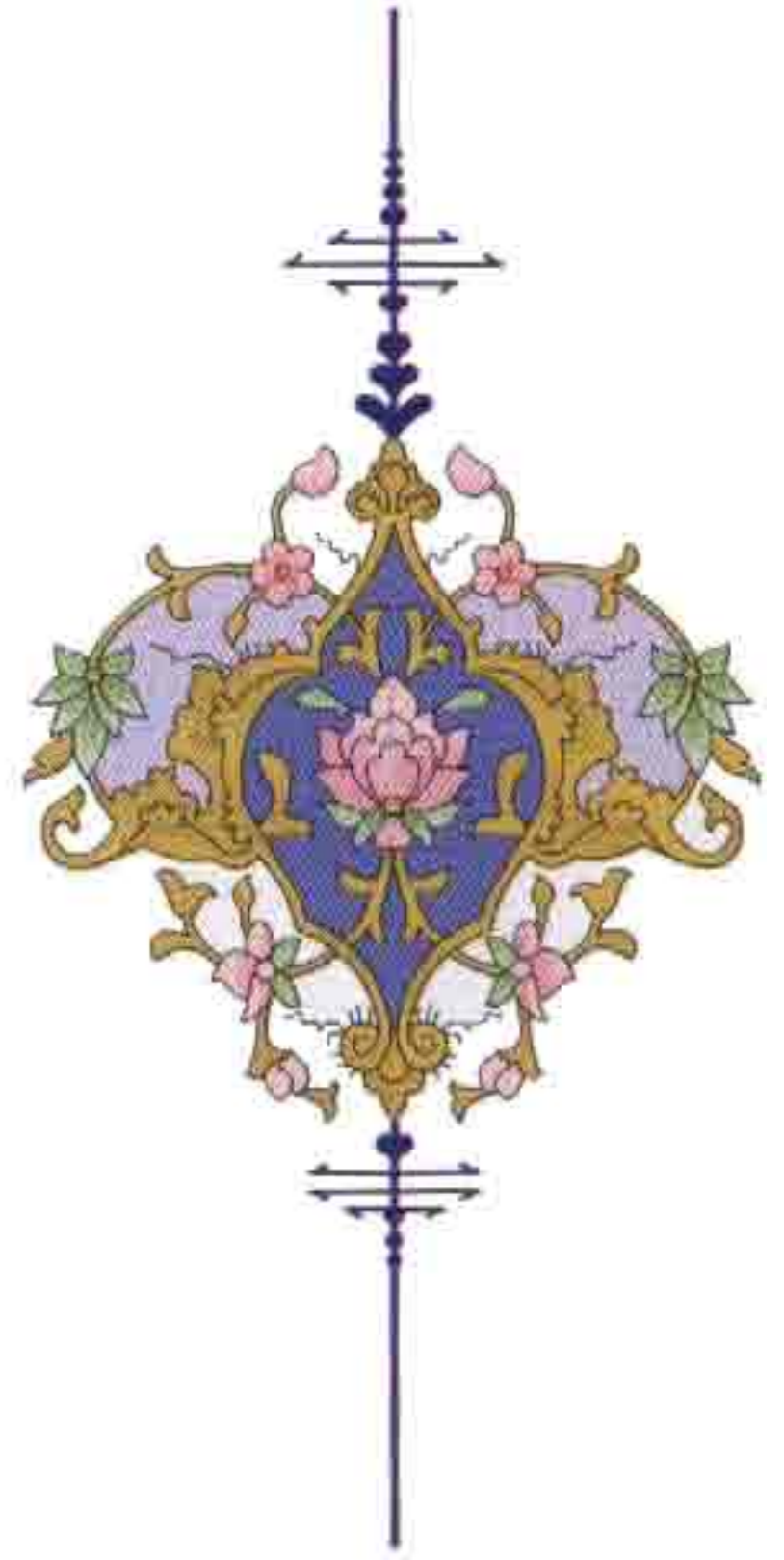
دل ہے پُرِخُوں، آنکھیں پُرِخُم	اے غمِ جاناں، اے غمِ جانم
عِشْقِ سَرِاِپَا، حُسْنِ مُجَسَّم	اللّٰهُ اَللّٰهُ، اُنْ كَا عَاَلَم
قِبْلَةُ نَمَا وِ قِبْلَةُ عَاَلَم	حَضْرَتِ عَبْدِ الصَّادِقِ ثَانِي
رَشْكِ حَبْنِيْدِ وَ شَبْلِيْ وَ اَدِهَم	قُطْبِ زَمَانَةِ، غَوْثِ يَكَاَن
خَتْمِ اُنْهِيْ پَرِ اُنْ كَا عَاَلَم	فَانِي فِي اللّٰهِ، بَاقِي بِاللّٰهِ
نَايِبِ حَضْرَتِ فَخْرِ دُوْ عَاَلَم	جَامِعِ سُنَّتِ، قَامِعِ بَدْعَتِ
شَكْرَتِيْ سَيِّمِيْبِرِ خَسَاْمِ	عَسْكَرَتِيْ اَصْحَابِ مُحَمَّد
جَارِي سَارِي بَاهَمِ بَاهَمِ	نُوْرِ شَرِيعَتِ، فَيْضِ طَرِيْقَتِ

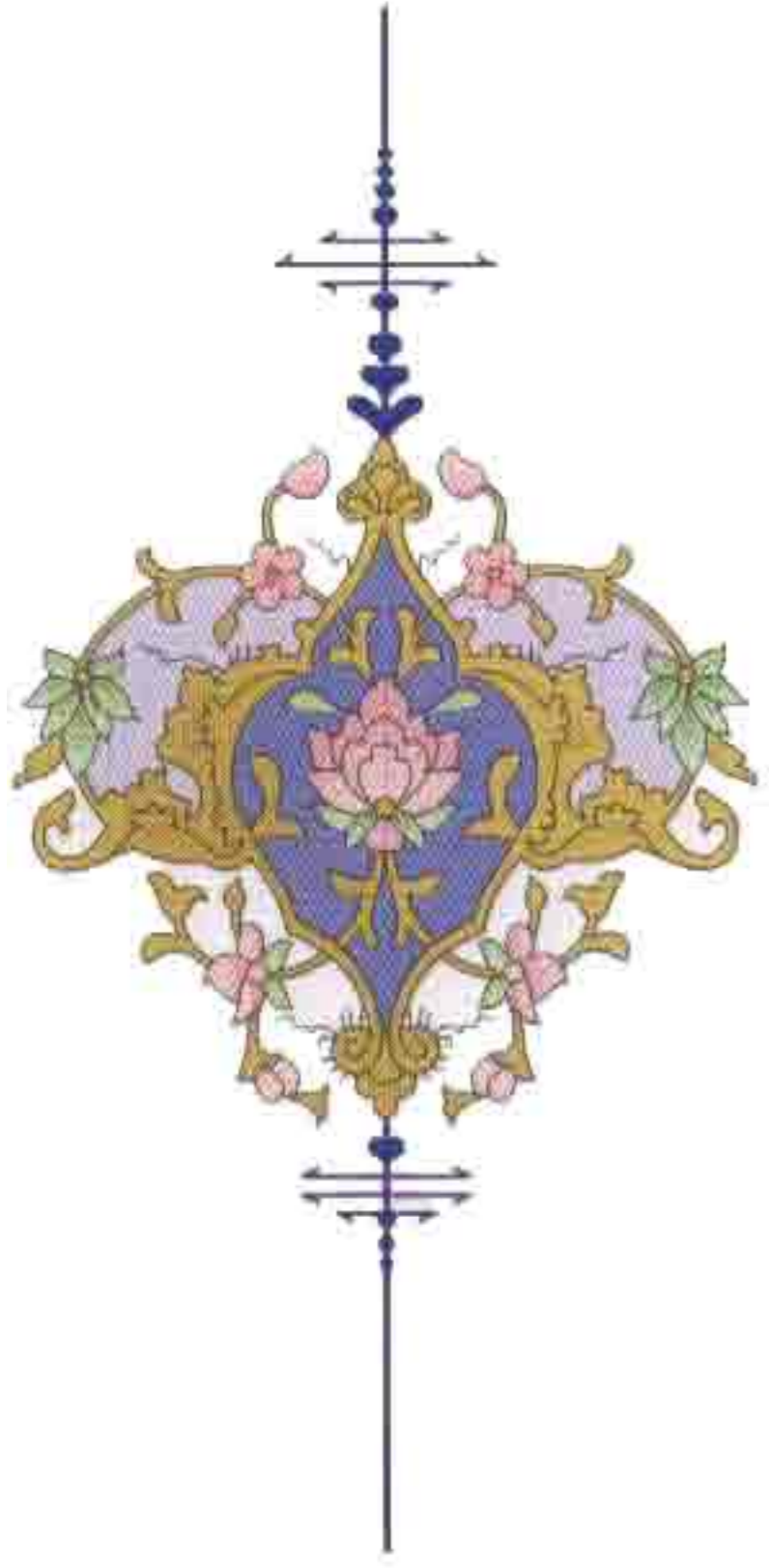
۱۴ وصالِ مبارک ۱۳۸۲ھ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ بروز پنجشنبہ مطابق ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء بوقت چاشت دربلدہ لاہور، پاکستان۔



دُھونڈ نہ پائے عالمِ عالم  
 اُتر ، دکھن ، پُورب ، کچھم  
 تیرا عالم ، تیرا عالم  
 غم کا مُداوا ، زخیم کا مرہم  
 مجھل مجھل ، مہم مہم  
 دردِ محبت سپیم سپیم  
 سب کا مونس ، سب کا ہمدم  
 خاک برابر لاکھوں درہم  
 آگ لگا دی پُورب کچھم  
 عشق میں شعلہ ، حُسن میں شبنم  
 روشن روشن ، مَدھم مَدھم  
 آہ کہ اب ہے درہم برہم  
 ہاتے وہ راتے پُور کا عالم  
 آہ وہ طوفناں برہم برہم

ایسا عارف ، ایسا مرشد  
 تجھ سا دیکھا ، نہ تجھ سا پایا  
 لاکھوں دلبر ، لیکن پھر بھی  
 حُسن تکلم ، رنگِ تبسم  
 گاہ اشارہ ، گاہ کینایہ  
 سوزِ مروت لخط لخط  
 اپنے پرانے ، یکساں یکساں  
 استغنا کا عالم ، واللہ  
 اُن رے دبی چنگاری دل کی  
 آہ ! ترا اندازِ محبت  
 یاد رہیں گے تیرے جلوے  
 آہ کہ تجھ سے گرم تھی محفل  
 اُجڑا اُجڑا ، ویراں ویراں  
 ساحلِ جہننا پر کیا گزری





تم ہی کہو کچھ عنسہم کی کہانی  
 آہ نفیس زار کی حالت  
 اللہ اللہ دیکھ لیا ہے!  
 سینہ بریاں، دیدہ گریاں  
 ذکر کی دُنیا سونی سونی  
 دُنیا دُنیا، عُقبی عُقبی  
 دل کہ شہیدِ ناز ہے تیرا  
 آہ کہ تجھ بن چہن نہیں ہے  
 آہ کہ زادِ حشر نہیں ہے  
 اے مرے مُشفق، اے مرے مُحسن!  
 انشاء اللہ، انشاء اللہ  
 وہ جو عزیزِ جاں ہے تمہارا

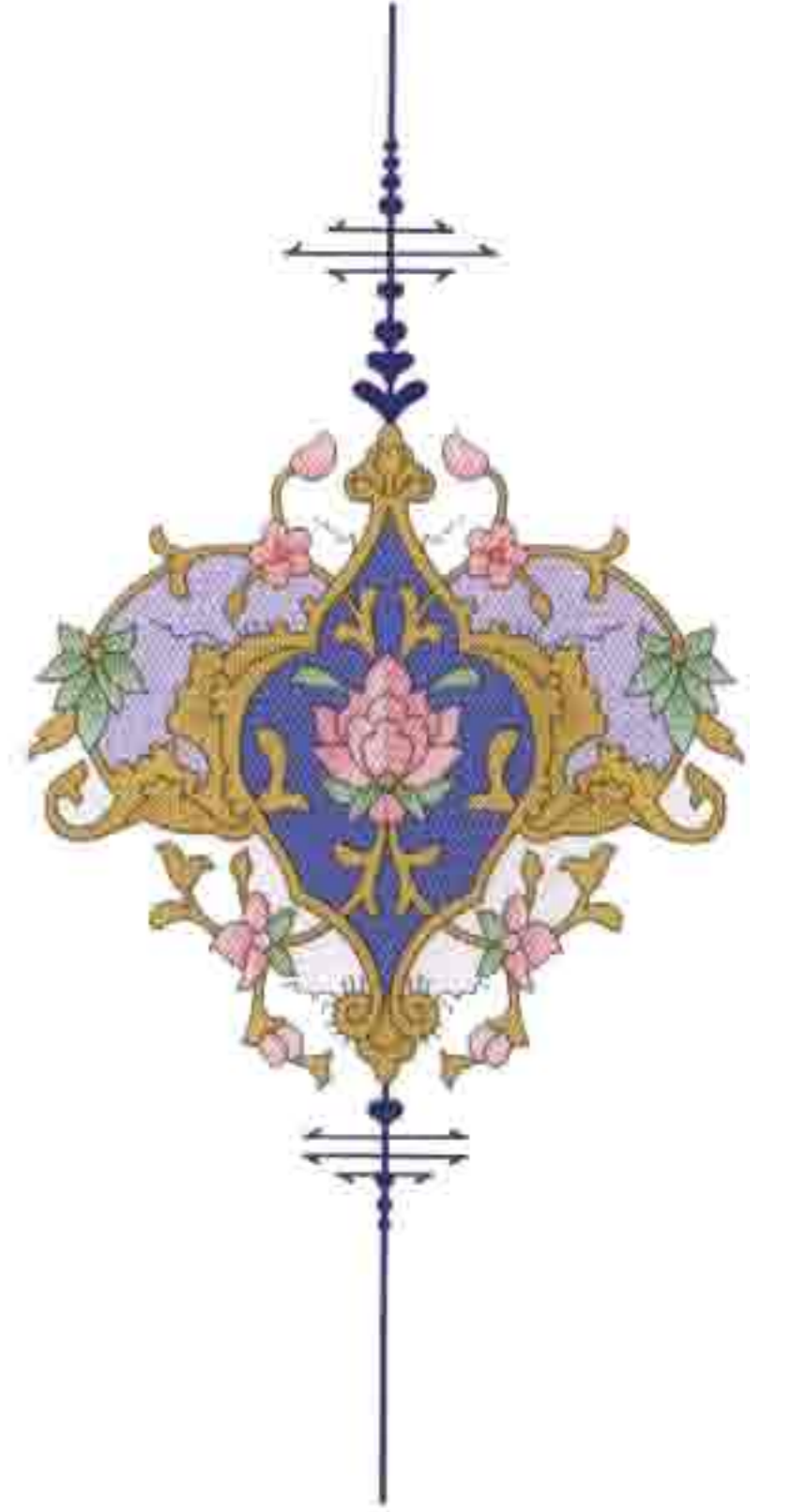
اے لبِ راوی، اے لبِ جہلم  
 بیکل بیکل، بیدم بیدم  
 حشر سے پہلے حشر کا عالم  
 آہ کہ اب کس حال میں ہیں ہم  
 فکر کا عالم درہم برہم  
 عالم عالم تیرا ماتم  
 زندہ ہے اب بھی لیکن کم کم  
 یاد ہے تیری پہیم پہیم  
 آہ اندامت سے ہے سر خم  
 تم ہو جو میرے پھر مجھے کیا غم  
 آج سے ہے یہ وعدہ مجھ کو  
 وہ ہے ہمارا اُس کے ہیں ہم

حضرت مولانا عبدالعزیز راپوری صاحبین حضرت قدس اپوری نور اللہ مرقدہ



ہاتھ میں تیرے ہاتھ دیا ہے لاج بھی تیرے ہاتھ ہے ہمدم  
حشر میں ہم کو بھول نہ جانا یاد کے لائق گرچہ نہیں ہم  
حشر تلک تربت پر تیری  
نور کی بارش برسے چھم چھم

(۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء)



# حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ

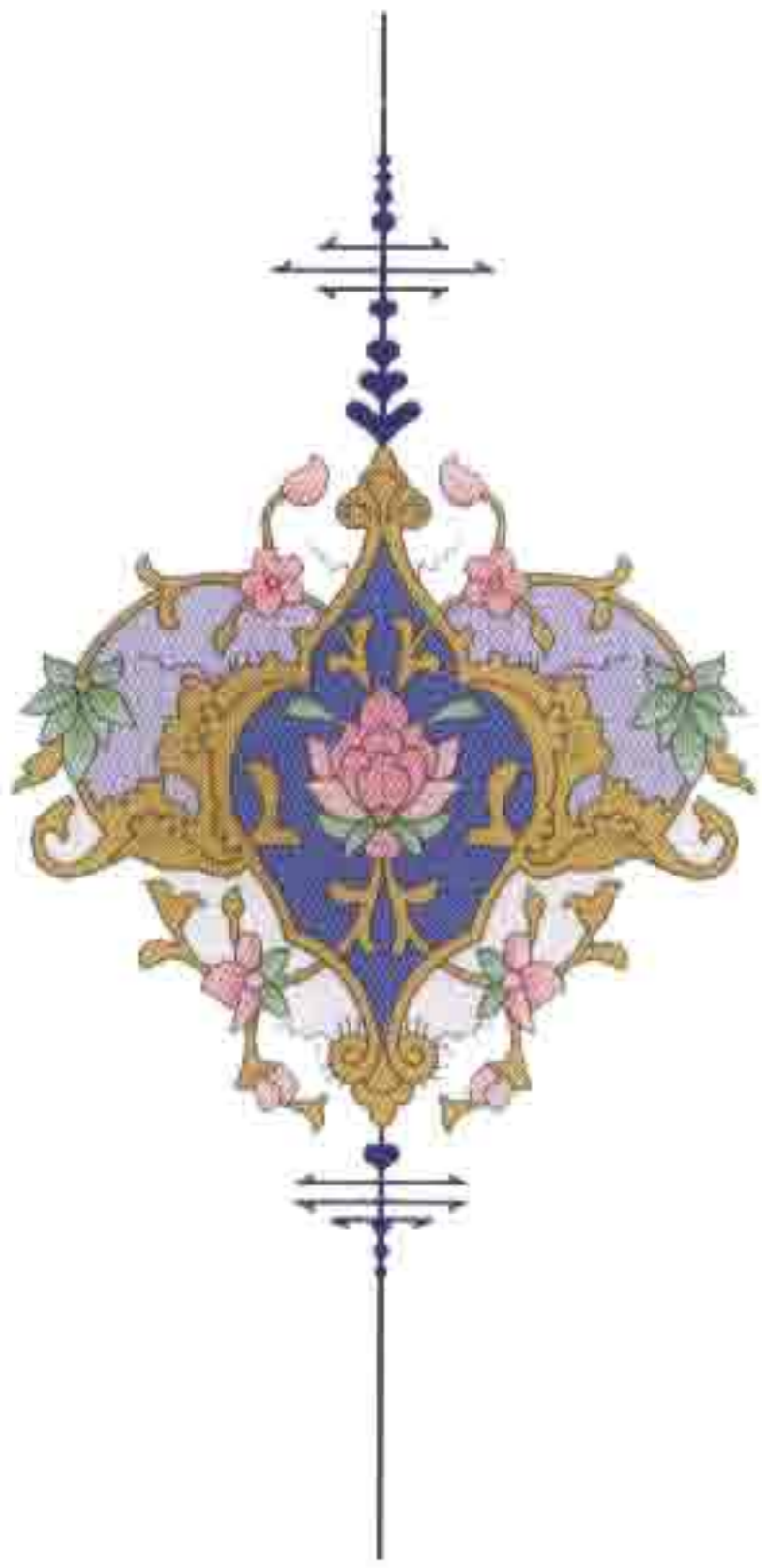
اہل علم و فضل کے سرتاج ، ولیوں کے ولی  
 عارفِ لاہور یعنی حضرت احمد علی  
 اللہ اللہ ایک نو مسلم کا سرزندِ جلیل  
 شرک کے ماحول میں جس نے مچا دی کھلبلی  
 تربیت دی تھی عبید اللہ سندھی نے اُسے  
 انقلابی فکر و حکمت جن کے سایے میں پلی  
 مُرشدِ امروٹ سے اور عارفِ دین پور سے  
 زندگی پائی تھی نورِ حق کے سانچے میں ڈھلی  
 اُن کی رگ رگ میں تھا فکرِ دیوبندی موجزن  
 اُن کے خونِ دل سے شاخِ حریت پھولی پھلی

۱۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ، سانحہ ارتحال، ۱۸ رمضان ۱۳۸۱ھ (۱۹۶۱ء)

۲۔ مولانا عبید اللہ سندھی : (م۔ ۲۱ اگست ۱۹۴۴ء)

۳۔ مُرشدِ امروٹ : حضرت مولانا تاج محمود امروٹی (م۔ ۵ نومبر ۱۹۲۹ء)

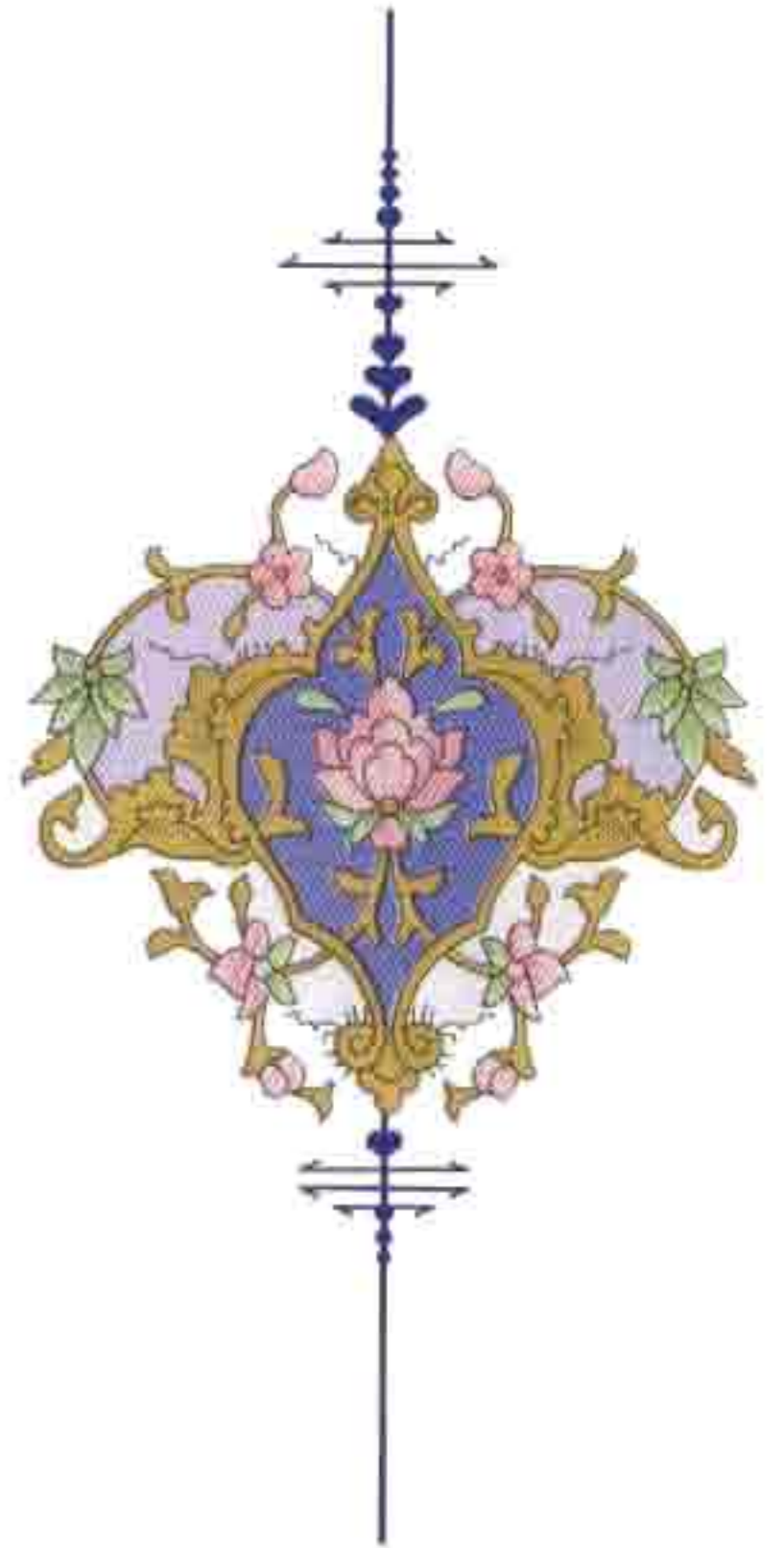
۴۔ عارفِ دین پور : حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری (م۔ ۲۴ مارچ ۱۹۳۶ء) مُرشدِ مولانا احمد علی



کون تھا اس دور میں انگریز کا پکا حریف  
 جانتی ہے خوب یہ لاہور کی ہر ہر گلی  
 کس نے لکارا فرنگی جبر و استبداد کو  
 سر اٹھانے کی یہاں رسم جنوں کس سے چلی  
 مجمع اوصاف تھی لاریب ان کی شخصیت  
 وہ مُفسر، وہ مُصنّف، وہ مجاہد، وہ ولی

ان کی بزمِ فقر تھی اس بات کی زندہ دلیل  
 شاہِ ہفت اقلیم سے درویش کی صحبت بھلی  
 یہ حقیقت ہے کہ ان کے قلبِ نور افروز سے  
 نختہ پنجاب میں ایمان کی مشعل جلی  
 اللہ اللہ، جس کے حق میں اٹھ گئے دستِ دُعا  
 عمر بھر کی تیرہ بختی کی بلا سر سے ٹلی  
 عشق تھا ان کو جو مولانا حسین احمد کے ساتھ  
 اس کی وجہِ حناص تھی عشقِ نبیؐ کی بے کلی

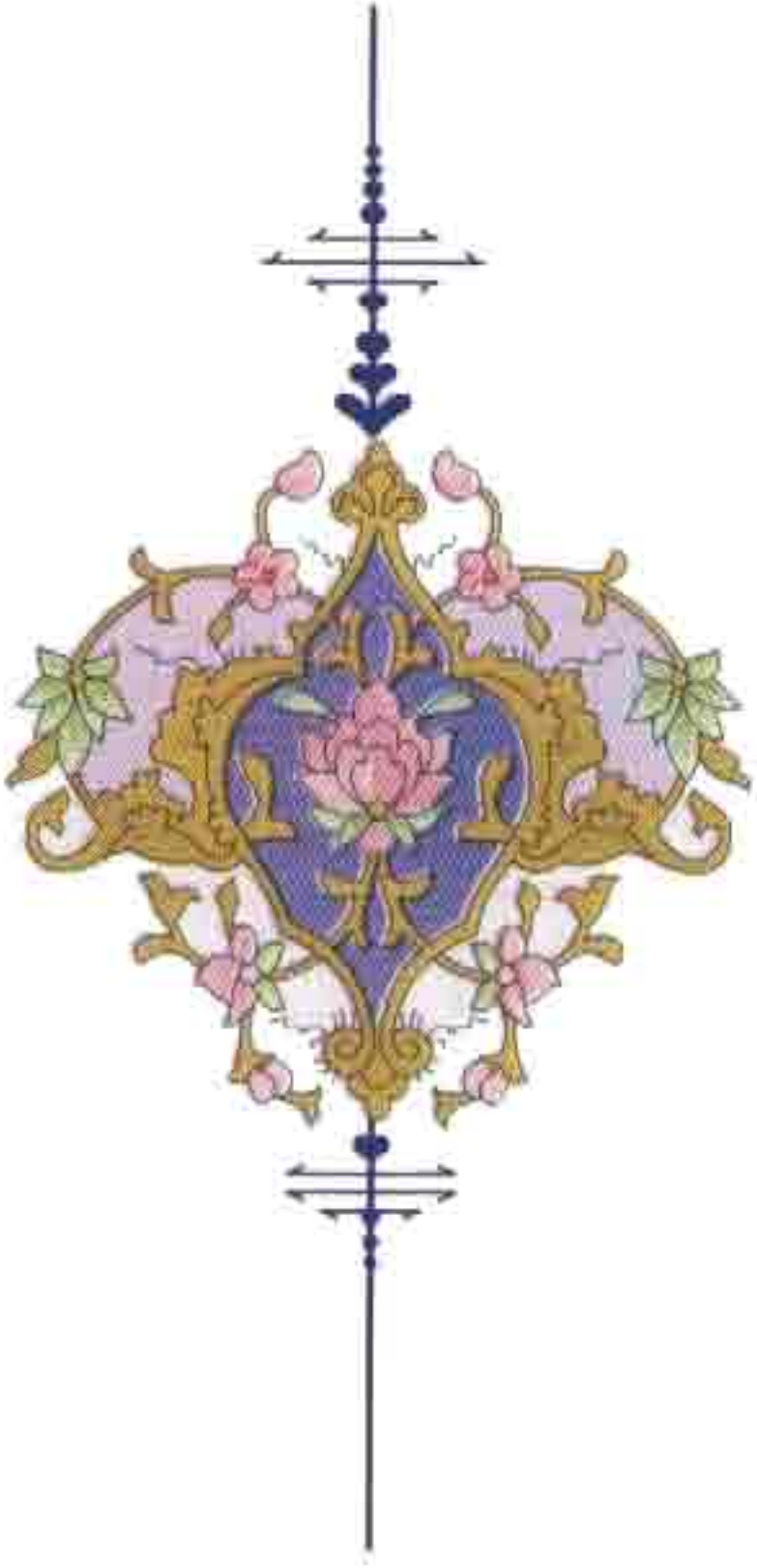
۵۰ شیخ اللہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ : (م-۵، دسمبر ۱۹۵۷ء)



زندہ جاوید ہیں اُن کے نقوشِ زندگی  
 نامِ نامی ثبوت ہے اُن کا بے سنوانِ حلی  
 جانشین اُن کے ہیں مولانا عبید اللہ آج  
 لوگ کہتے ہیں بجا اُن کو ولی ابنِ ولی  
 میں نے مولانا کو دیکھا وقتِ رخصت اے نفیس  
 چہرہ انور تھا جیسے حسد کی کھلتی کلی



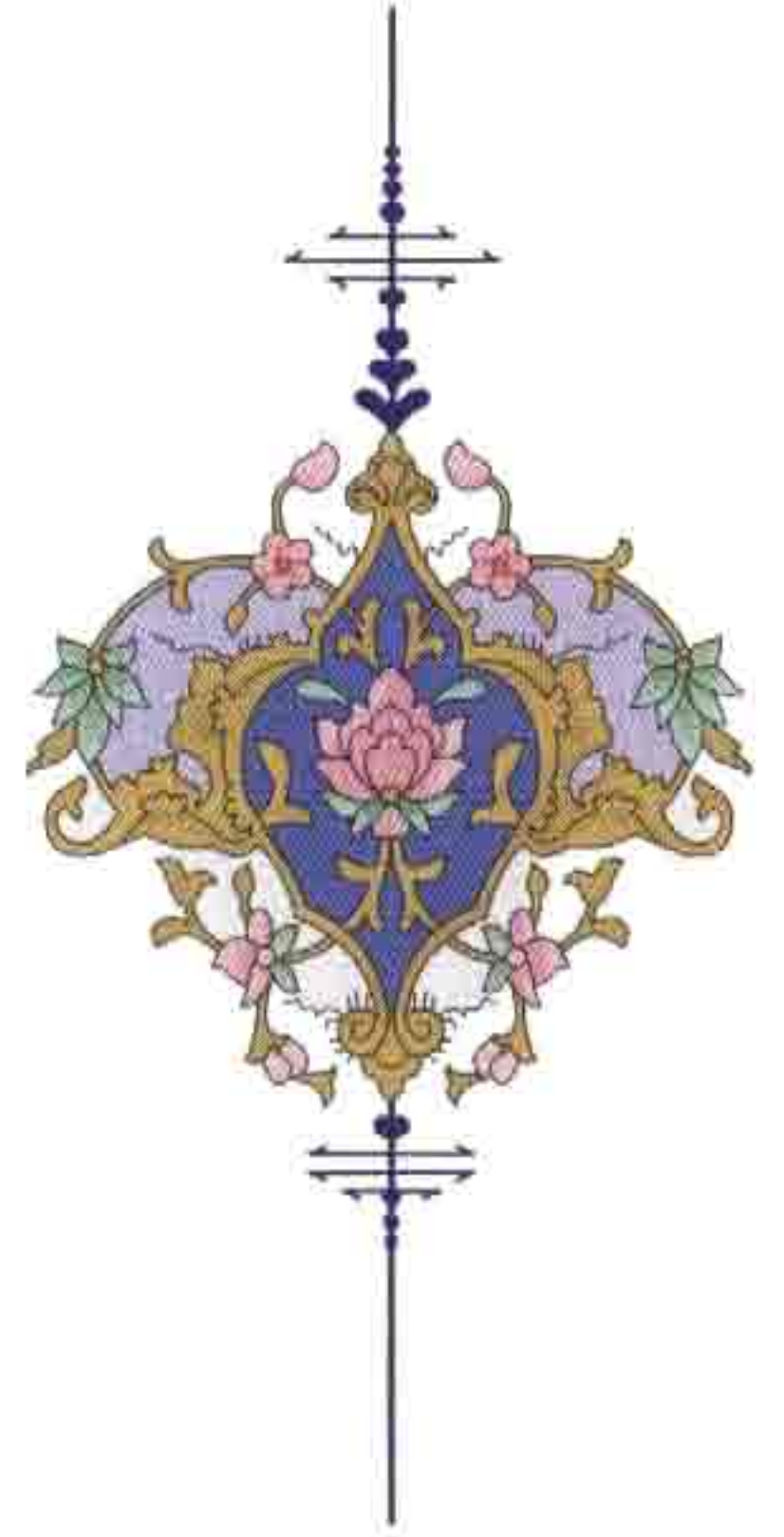
(۸۱-۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء)



۶ مولانا عبید اللہ انور رحمہ اللہ (م- ۲۸ اپریل ۱۹۸۵ء) ابنِ حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ۔

## مولانا محمد کشیر رحمۃ اللہ تعالیٰ

داعی اہل سنت، محمد کشیر  
 جانشین امیر کبیر شہر  
 فاضل دیوبند و ولی حندا  
 آن مجتہد خصال و ستودہ صفات  
 فیض علمی ز انور شہ<sup>۱</sup> بے مثال  
 شیخ الیاس<sup>۲</sup> و از شیخ عبد الشکور<sup>۳</sup>  
 بالیقین بود او یادگار سلف  
 صاحب خلق، خیلے کریم و حلیم  
 عالم با عمل، مرد روشن ضمیر  
 پیرو راہ آن ہادی کا شیر  
 مصلح تبت خرد، شیخ کبیر  
 حامل دولت فقر و خیر کشیر  
 ہم ز سید حسین احمد<sup>۴</sup> بے نظیر  
 باطن و ظاہر اوشدہ مستنیر  
 اہل اسلام را ہم صغیر و سفیر  
 گفتگو اش ملائم، سخن دلپذیر



۱۔ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۸۶ھ) ہادی کشیر

۲۔ دارالعلوم دیوبند (ضلع سہارنپور، ہند)

۳۔ خاتم المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی

قدس سرہ سے حدیث شریف پڑھی۔ زیادہ تر شاہ صاحب سے پڑھا۔

۴۔ رئیس التبلیغ بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کا

شرف حاصل کیا اور طریقہ تبلیغ سیکھا۔

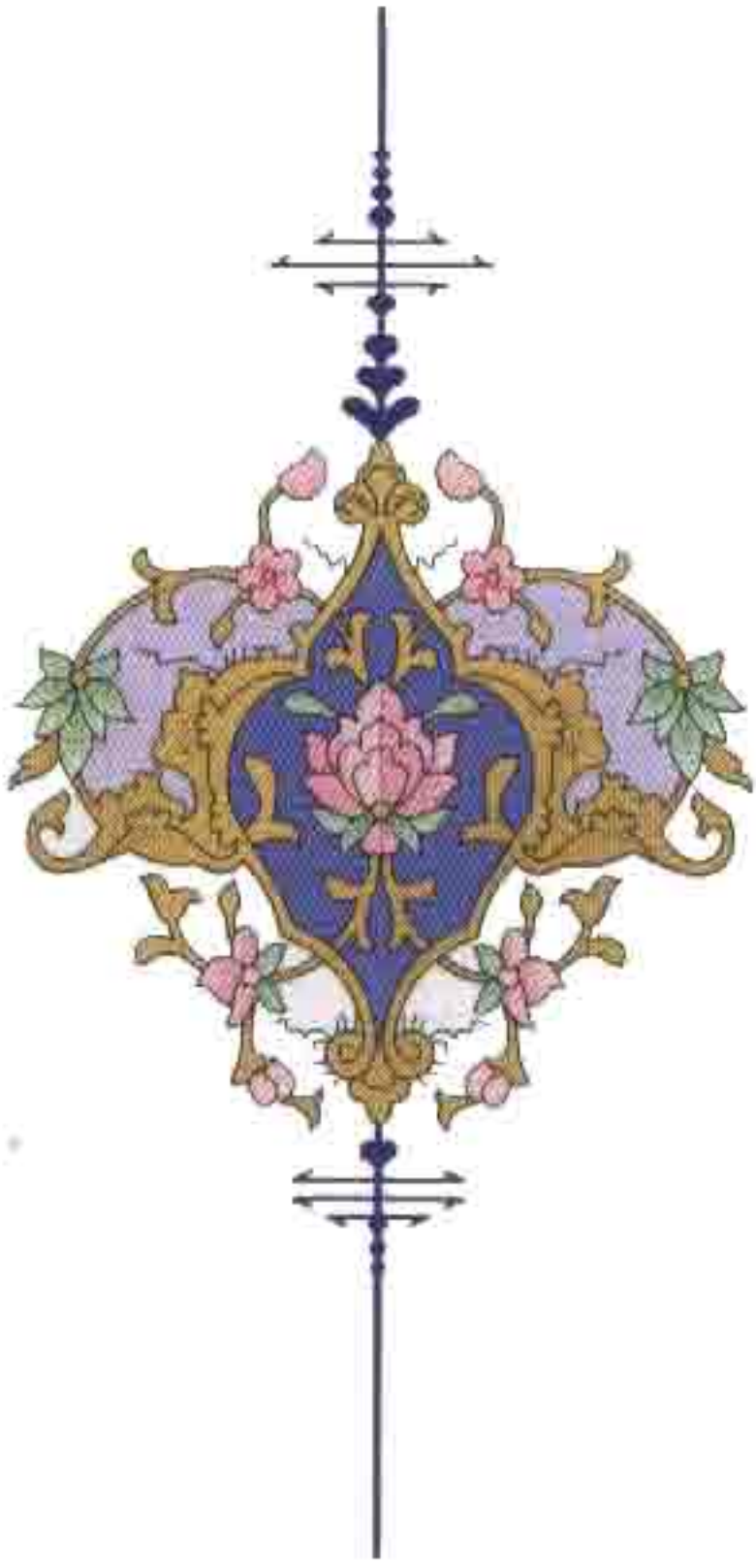
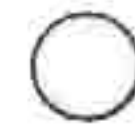
۵۔ امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تردید شیعیت کی تعلیم حاصل کی۔

ساکنانِ سکر دو و خچل کو ہمہ  
 حُسنِ اخلاقِ او را مُطیع و اَسیر  
 خادمِ اہلِ بَیتِ و صحابہؓ بے  
 عاشقِ مُصطفیٰؐ بود غایتِ کثیر  
 ظلمتِ رِفْضِ از نُورِ او پاش پاش  
 ذاتِ اُو بَلتیاں را سراجِ مُنیر  
 غازی و زاہد و عجبِ شبِ زندہ دار  
 صائمِ لذتِ اندوزِ نانِ شَعیر  
 بادِ مَغْفُورِ رَبِّ عَفُورِ اے نَفِیسِ

بہرِ جہاہِ رَسولِ بَشیرِ و نذیرِ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تاریخِ وفات : ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ / ۲۱ جنوری ۱۹۹۶ء

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ  
 ۱۲ جنوری ۱۹۹۶ء



بیاد رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ

اے نورِ عینِ حضرتِ الیاسِ دہلویؒ

اے یوسفِ زمانہ! نہیے صاحبِ جمال

اسلام کا نمونہ تیری زندگی رہی

لاریب تیری ذات تھی روشن ترین مثال

ہر بتکدے میں تیری اذان گونجتی رہی

اللہ نے دیا تجھے نطق و لبِ بلاؒ

تبلیغِ دینِ حق میں گزارا تمام عمر

اس راستے میں جان بھی دے دی ہے کمال

وارد ہوا یہ قلبِ عزمِ نفیس پر

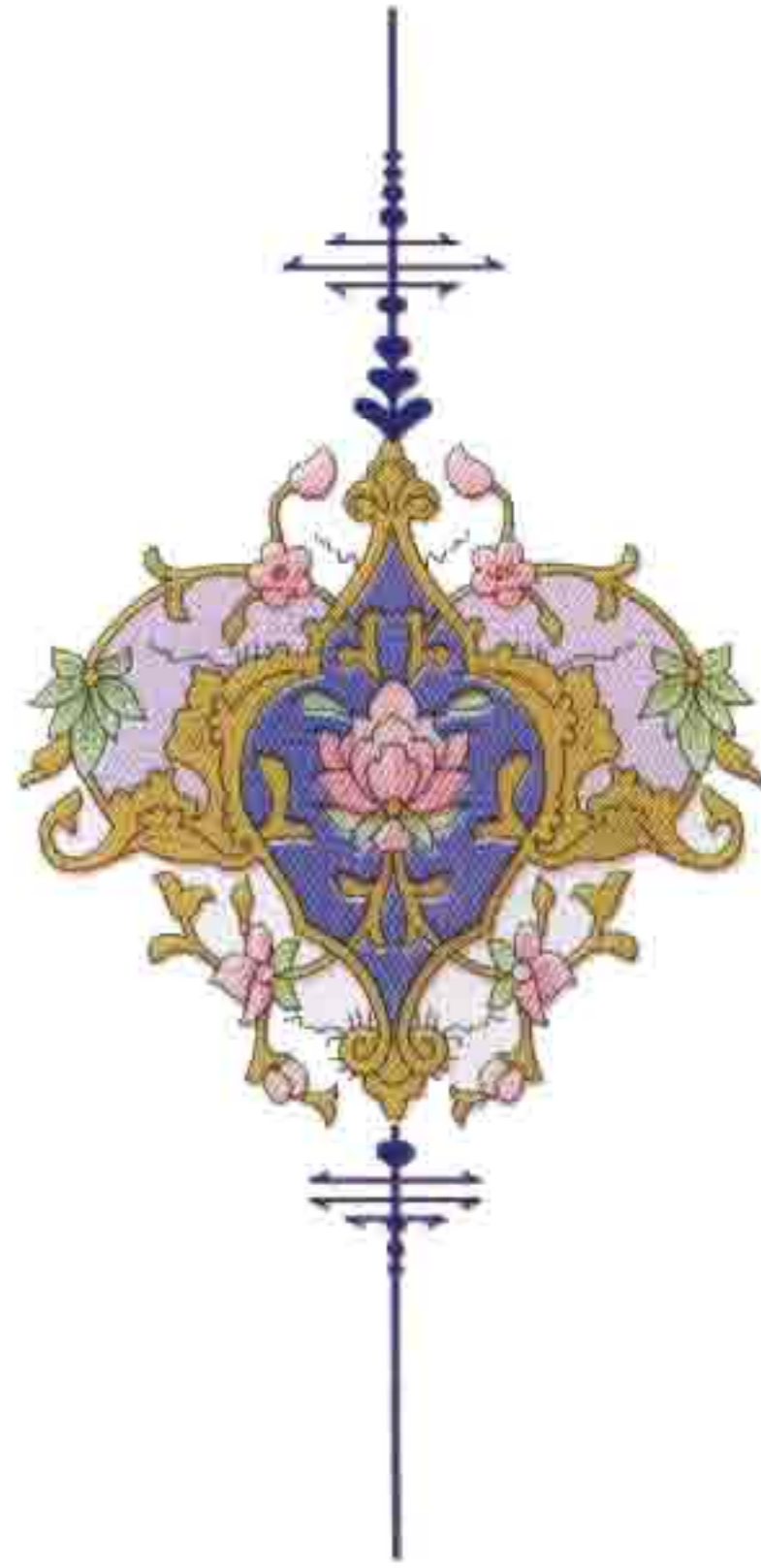
”رأس مبلغاں“ ہے ترا سالِ انتقالؒ

۱۳۸۴ھ

۱۔ قطب الواصلین شیخ التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی رحمہ اللہ، بانی تبلیغی جماعت۔

(۱۳۸۴ھ/۱۹۶۵ء)

۲۔ تاریخ وفات ۲ اپریل ۱۹۶۵ء

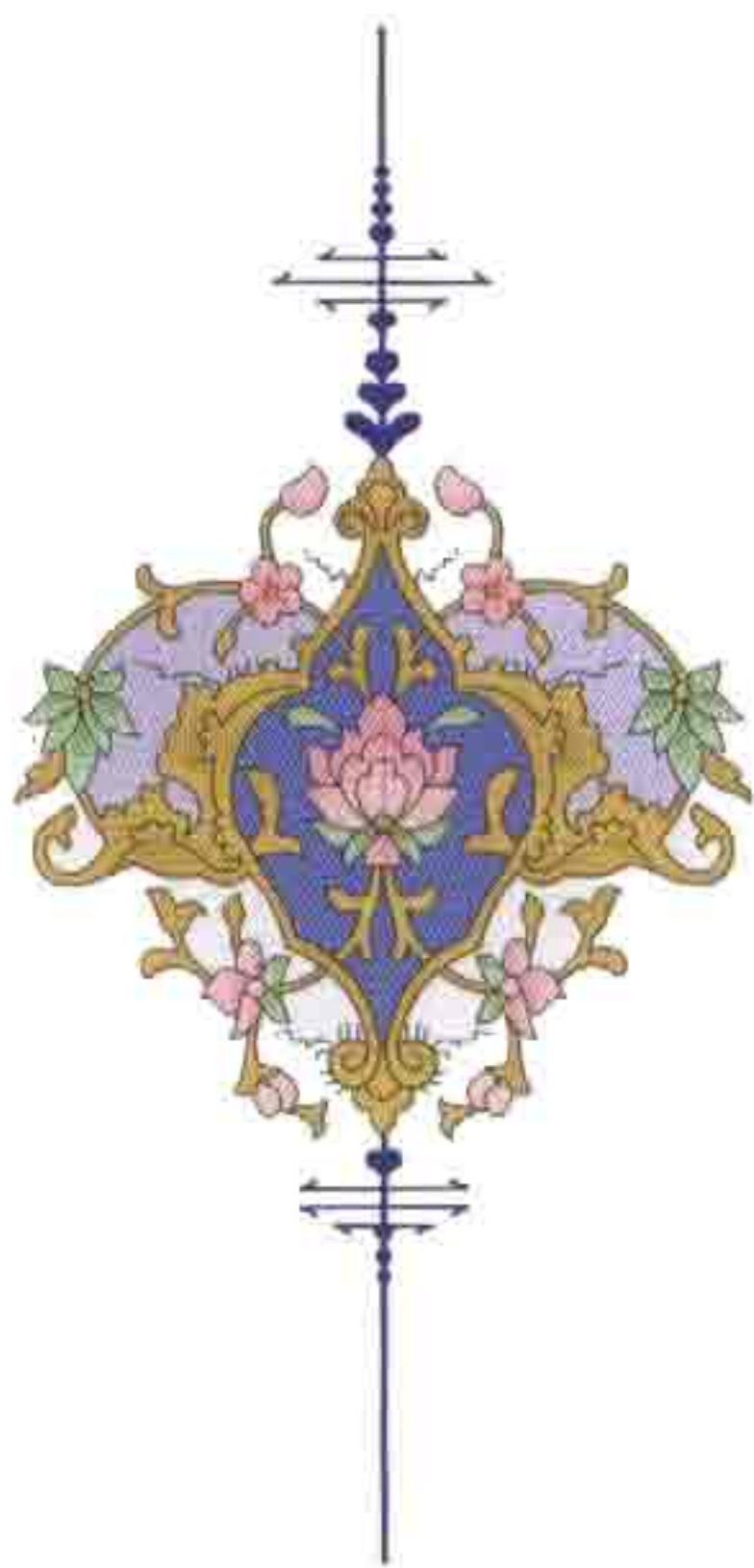


# جناب شاہ حسین خیر بند نوازی رحمۃ اللہ علیہ

آں عاشقِ الہ مقبول بارگاہ  
 چشم و چراغِ چشت سلطانِ خانقہ تہ  
 مہتابِ کَر و فر خورشیدِ عز و جہا  
 پیشانیِش و سراخ روشن چو مہر و ماہ  
 طبعش و سرُغِ بزمِ ذلتش چراغِ راہ  
 انوارِ روضتین ہر شام و ہر پگاہ  
 گلبرگہ شریف بر شان او گواہ  
 گیسو دراز بودہ خوش قلب و خوش نگاہ

ع سجادہ نشین روضۃ بزرگ گلبرگہ شریف

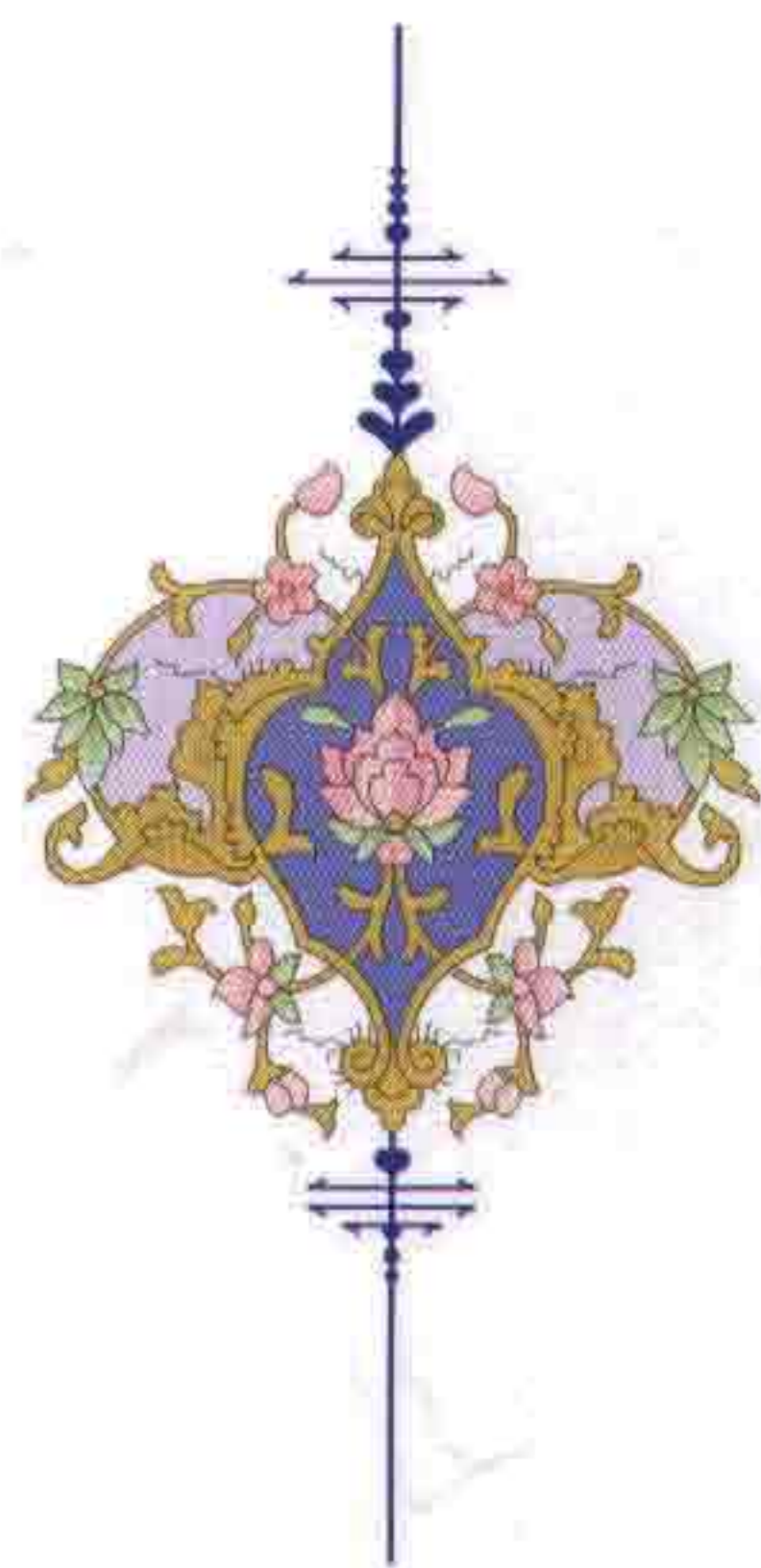
۱۳۸۵ھ (۶۶-۱۹۶۵ء)





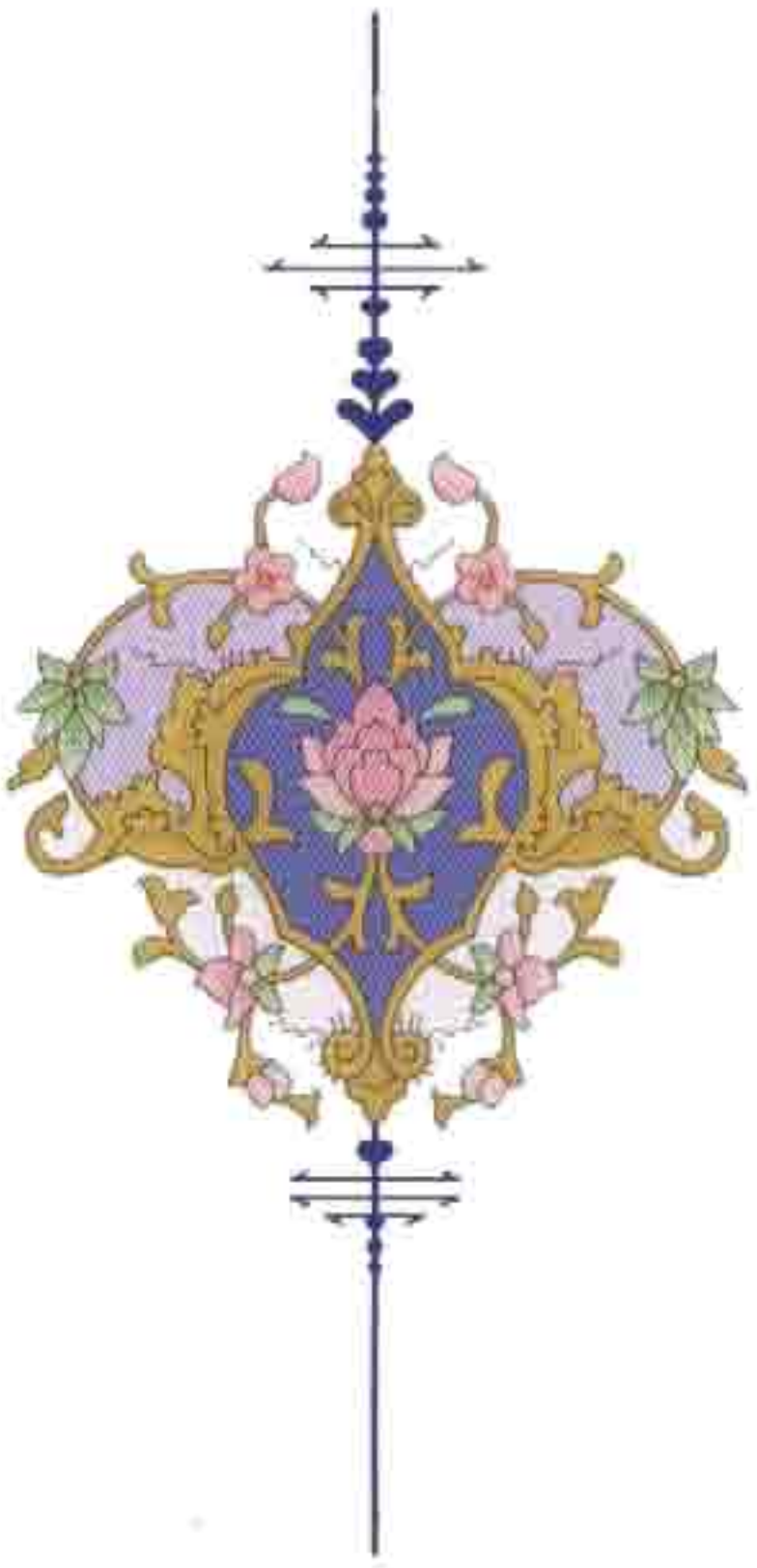
زین عرصۂ حیات رحلت نمود آہ  
گفتہ ولم نفیس سال وصال شاہ

”شاہ حسین خیر بندہ نوازی آہ“  
ہم ”عاقبت بخیر“ گفتہ دل تباہ  
۵ ۸ ۳ ۱ ۵



## حکیم سید محمد عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حق تعالیٰ را چنین منظور شد  
از جہاں آں جانِ جاں مستور شد  
نام او سید محمد عالم است  
شہرہ ذاتش قریب و دور شد  
آں حکیم حاذق و خطاطِ عصر  
یک جہاں از فیضِ او معمور شد  
اے خوشا منظر کہ ہنگامِ وصال  
رُوش از عینِ الیقین پُر نور شد

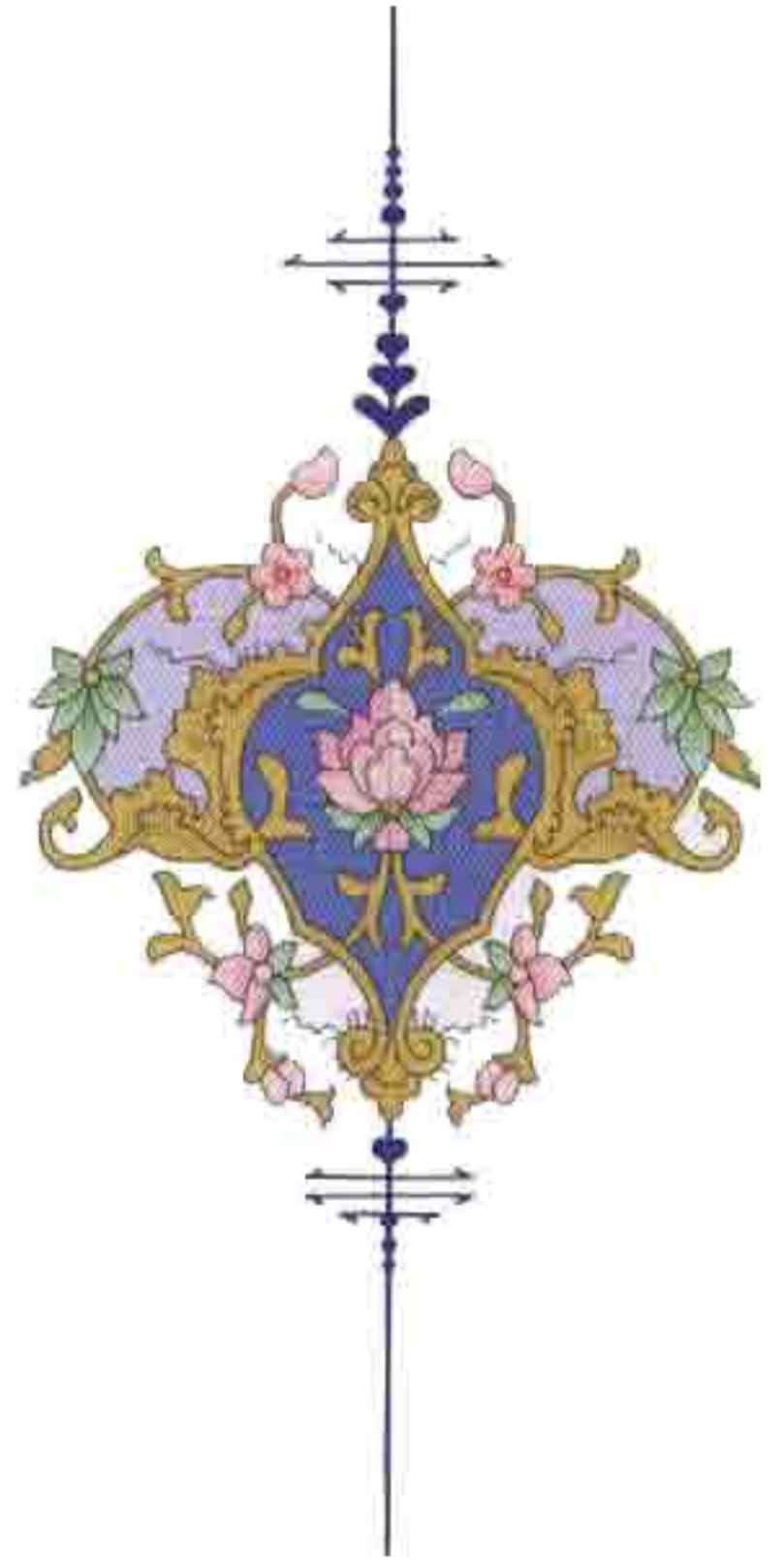


فردِ واحدِ بُود و رفتِ آخرِ نفیس  
”از جہاں لقمانِ ثانی دور شد“

۱۳۶۳-۱ = ۱۳۶۲ھ



۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء



ولادت: ۱۶ محرم الحرام ۱۳۰۱ھ / ۱۷ نومبر ۱۸۸۳ء

وفات: ۳ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ / ۸ جون ۱۹۴۳ء

استاذ الخطاطین حکیم سید محمد عالم گھوڑیالوی اور کاتب القرآن حکیم سید نیک عالم شاہ سیالکوٹی  
رحمۃ اللہ علیہما (فرزند ان سید نواب شاہ بن سید محمد شاہ بن شاہ محمد سلیم از اولاد قطب الاقطاب  
حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز قدس اللہ سرہ) دونوں حقیقی بھائی اور والد  
ماجد کے اساتذہ خطاطی تھے۔  
نفیس

حکیم سید نیک عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

بِجَنانِ شاہِ نیکِ عالمِ رفت  
زہے آں مردِ نیکِ و با تقدیس  
شَباباً سیدِ حسینِ بود  
قلمش بد کلامِ پاکِ نویس  
بُزبانِش دُعا و ہم تاریخ  
غُفر اللہ لی نوشتِ نفیس  
۱۳۸۴ھ



(۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء)

۱۔ سید نفیس الحسینی شاہ صاحب کے والد گرامی سید محمد اشرف علی شاہ کے برادرِ عم زاد، متواضع، متوکل، سادہ پوش اور خدا ترس انسان۔ عمر بھر میں ۵۹ قرآن پاک کی خطاطی کے علاوہ صرف تینیس دنوں کی ریکارڈ مدت میں ایک جہائل کی کتابت فرمائی۔

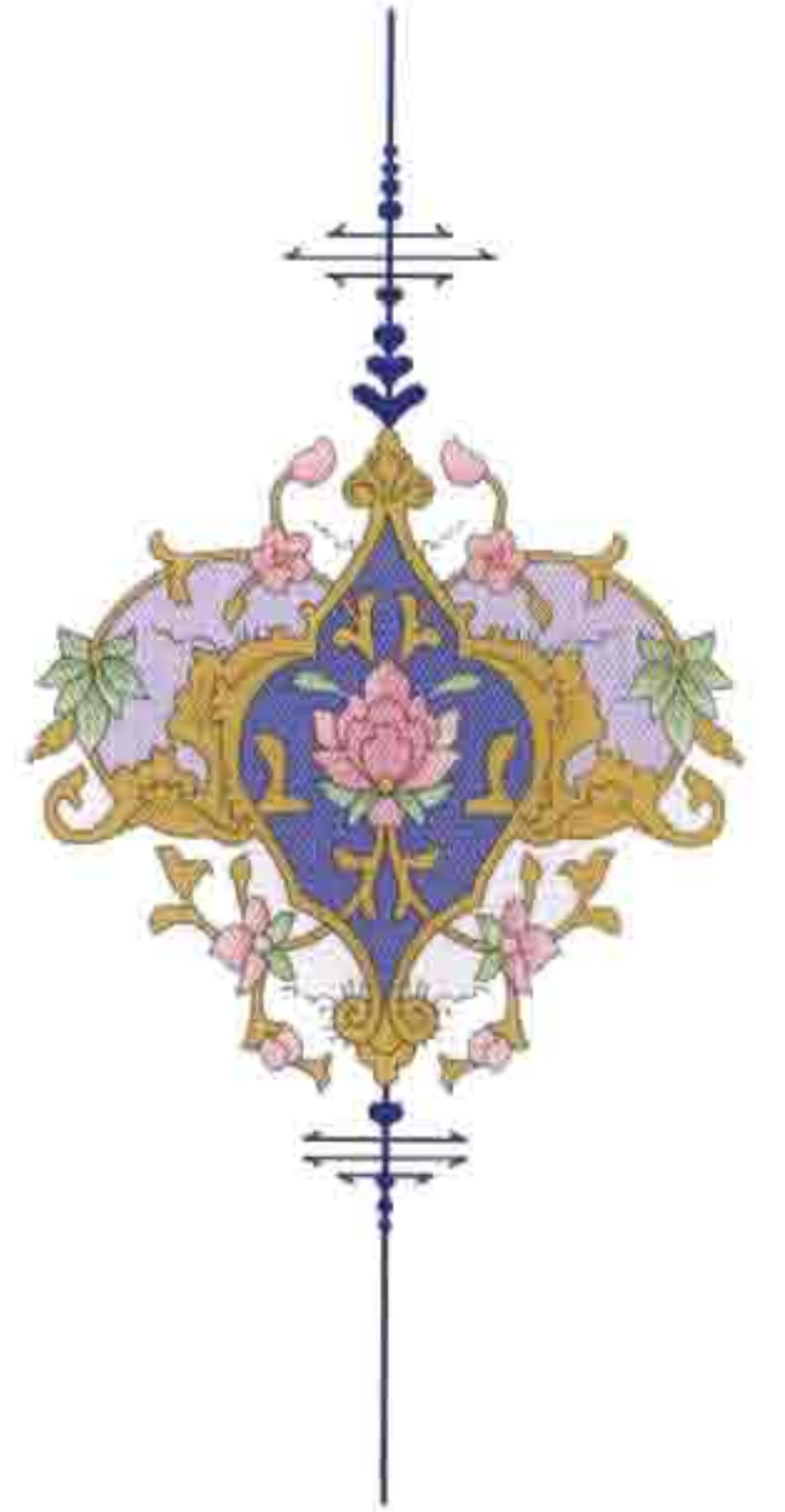
تاریخ وفات : ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۴ھ بمطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۶۴ء بروز دو شنبہ بھر بفتاد و چہار سال۔

# غروبِ آفتاب

نالہ دل برضا عارفِ بانی حضرت صوفی سید شاہ مقبول احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۴ ربيع الثاني ۱۳۹۸ھ شب جمعہ  
۲۳ مارچ ۱۹۷۸ء

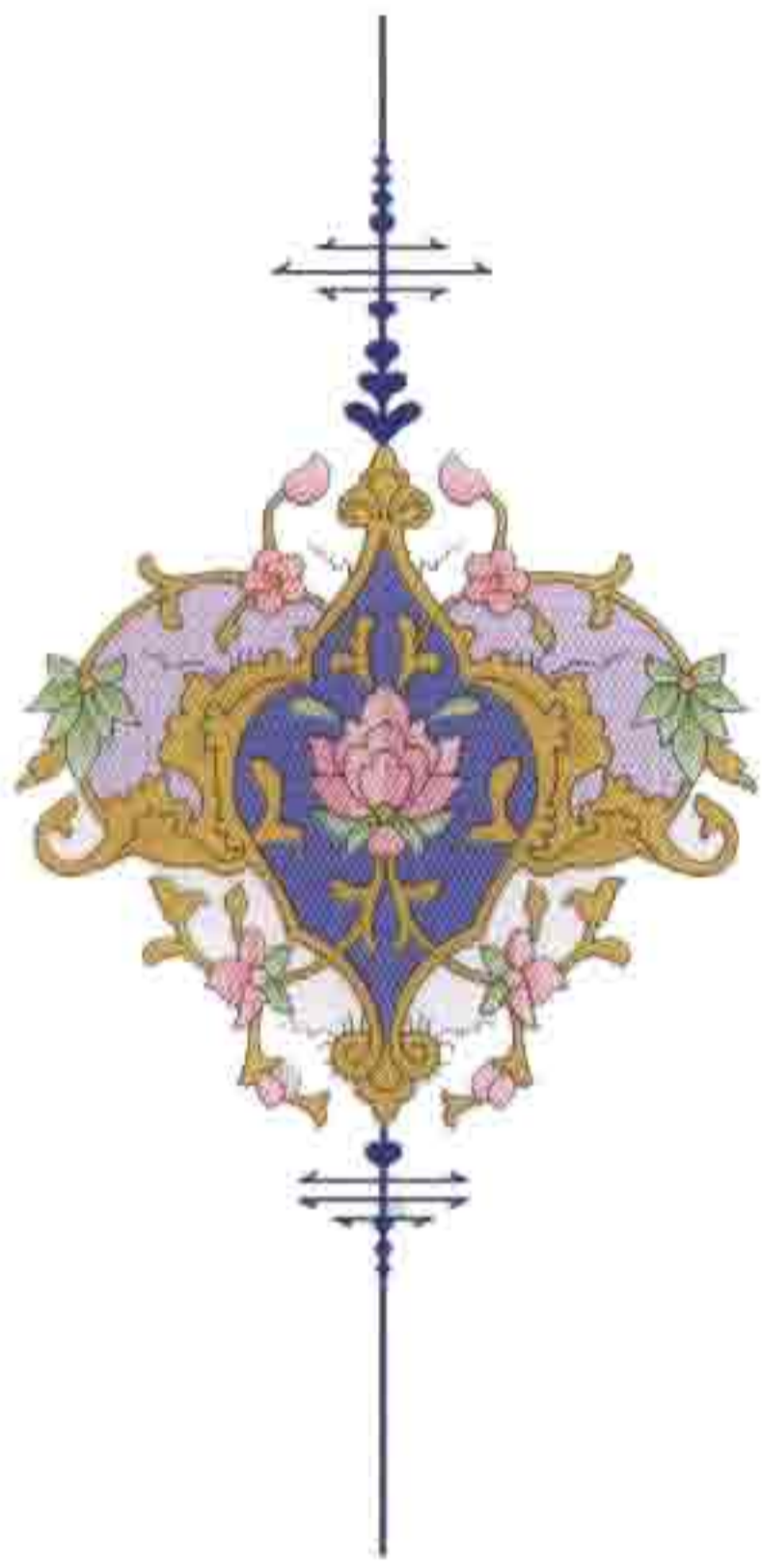
چھپ گیا آفتابِ شام ہوتی  
شب سیہ پوش ہو گئی غم سے  
زندگی پر کُشا رہی برسوں  
آہِ خاموش ہیں وہ لب جن سے  
اٹھ گئی برکتِ سحر گاہی  
مے و مینا کا دور ختم ہوا  
جانِ جاناں کے ساتھ ہی رخصت  
گوشہ چشمِ التفاتِ پھرا  
اک مسافر کی رہ تم سام ہوتی  
صبح کی آنکھ لالہ فنام ہوتی  
احسنِ کار زیرِ دام ہوتی  
یاد حق با صد التزام ہوتی  
لیلۃ القدر بے قیام ہوتی  
آخر شب شکستِ جام ہوتی  
لذتِ نامہ و پیام ہوتی  
ختمِ رسم و رہِ سلام ہوتی



میکدے کی بہار بیت گئی  
 اُن کا دل مہبطِ محبت تھا  
 جب بلے، دل سے دل قریب ہوا  
 اُن کی گمنام زندگی دکھیں  
 لاکھ گرہوں میں بند تھی پھر بھی  
 ساعتِ وصل آن ہی پہنچی  
 زہے وہ جاں کہ مٹھن تھی یہاں  
 مَر جبا وہ نفس کہ جس کو نصیب  
 شادباش اے مکینِ خلد، تری  
 میری تحریر رہ گئی قاصر  
 بند اب وہ صلاتے عام ہوتی  
 اب محبت خیالِ خام ہوتی  
 رُوح سے رُوح ہم کلام ہوتی  
 وہ جنہیں شہرتِ دوام ہوتی  
 مشک و عنبر کی موج عام ہوتی  
 بندگی فنا اِز المرام ہوتی  
 آخرت میں بھی شاد کام ہوتی  
 خلد کی عشرتِ دُام ہوتی  
 تریبتِ خام خوش مقام ہوتی  
 اُن کی توصیف نامتام ہوتی

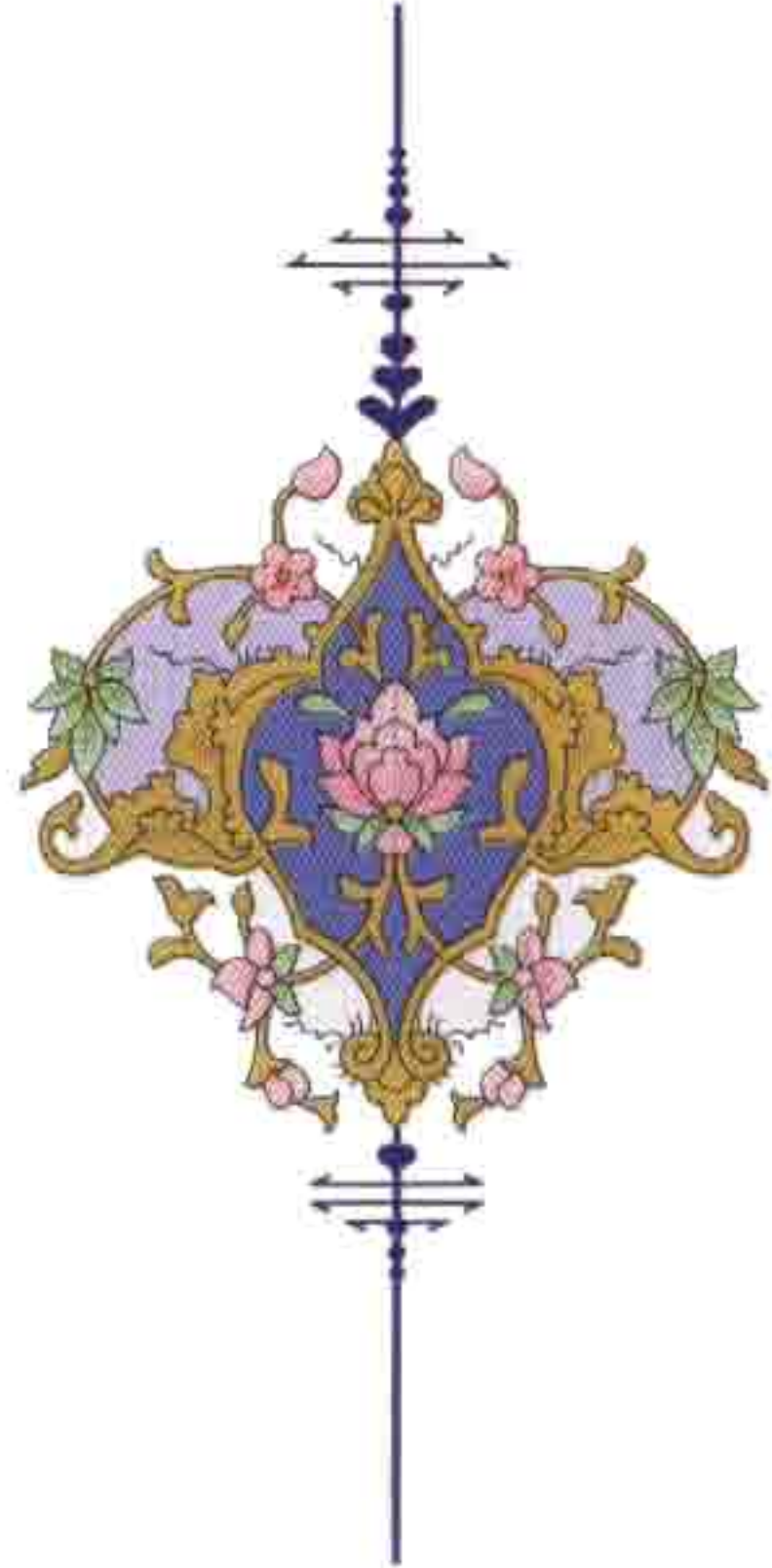
تُو بھی کر فکرِ آخرت کہ نفیس

زندگی رُو بہ اِختتام ہوتی

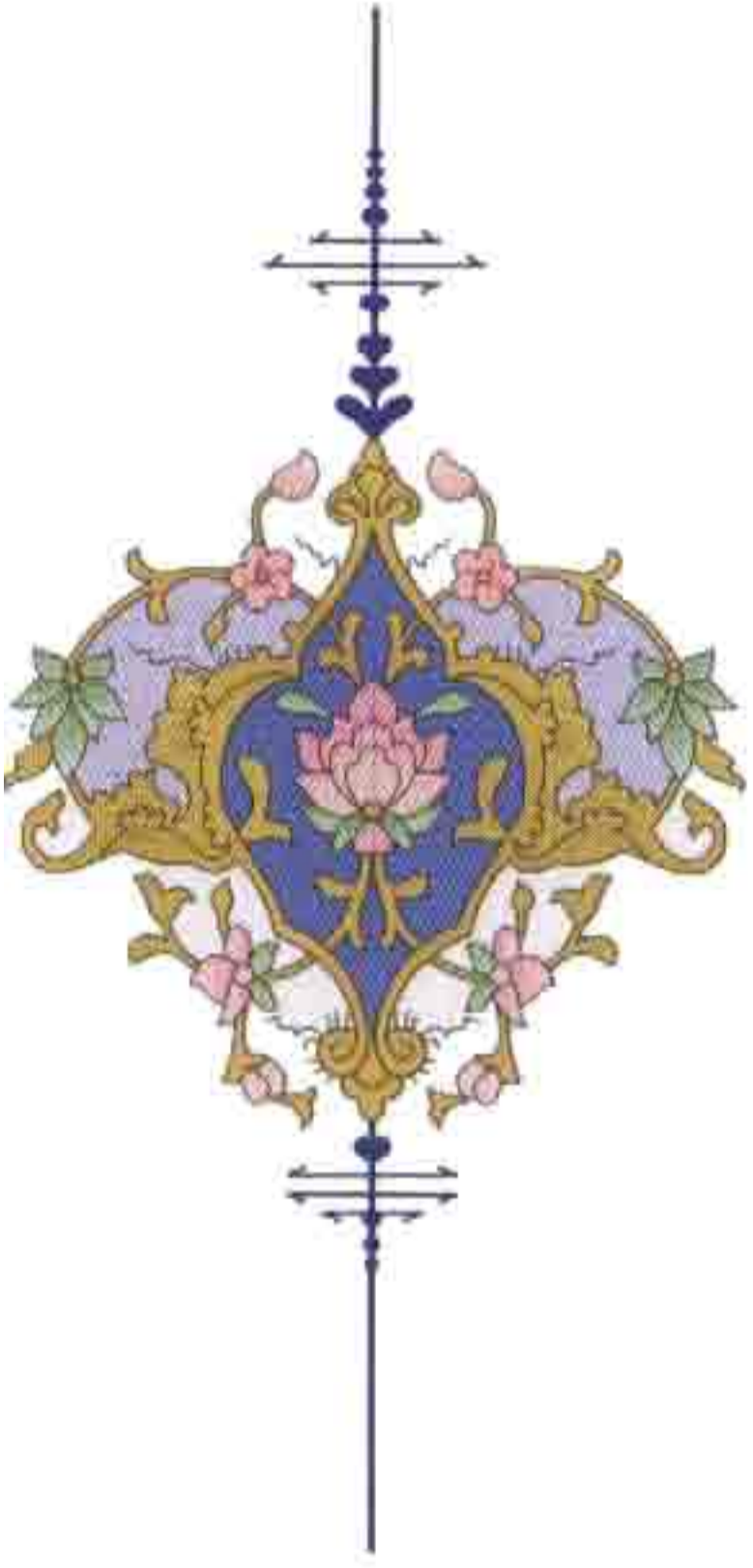


# والدۃ مرحومہ کی رحلت پر

ہاے یہ رحلتِ جاناں کا اثر، کس سے کہوں  
دردِ دل کس سے کہوں، دردِ جگر کس سے کہوں  
موت کی اُن کو تمسّیٰ تھی کہ وہ صادقہ تھیں  
اب میں یہ بات بجز اہلِ نظر، کس سے کہوں  
کیفیتِ جن کو حضوری کی رہی جیتے جی  
و اصلِ حق ہیں باندا زِ دگر، کس سے کہوں  
نسبتِ بنیٰ طمی کا فیض ہے اللہ اللہ  
کی بس زندگی بے زیور و زر، کس سے کہوں  
حیفِ صدحیف! ہوا مسکنِ مسکین ویراں  
زیست کا نظم ہوا زیر و زبر، کس سے کہوں



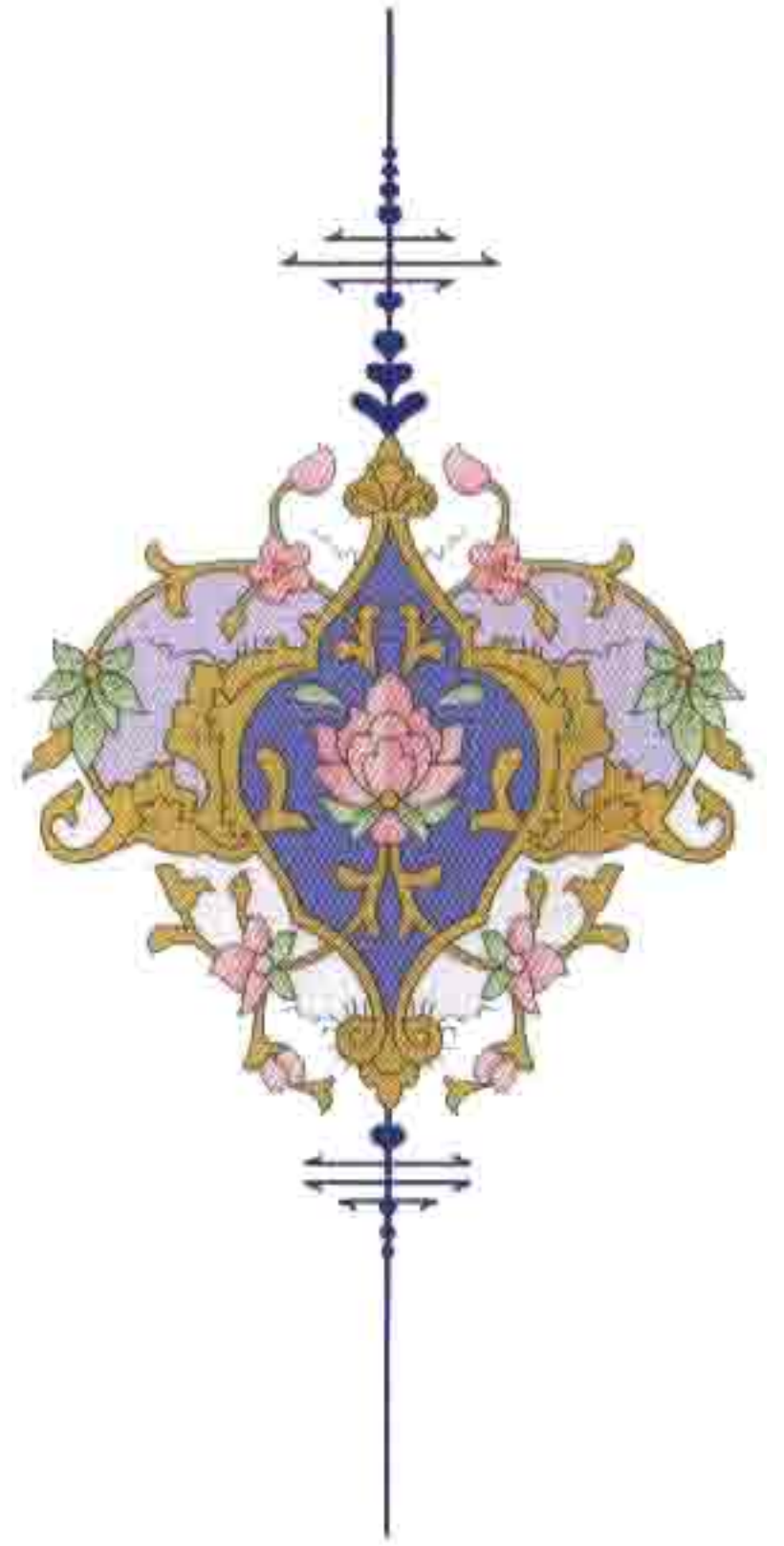
یُنْ اَنفاس سے چن کے مری منزل تھی نفیس  
 جا بے آہ وہ فردوس نگر، کس سے کہوں  
 گوشہ گوشہ تھا بس اک ذات سے جس کا معمور  
 سونا سونا نظر آتا ہے وہ گھر، کس سے کہوں  
 مامت تھی جو نگاہوں میں سمٹ آتی تھی  
 دیکھنا اُن کا وہ ہنگام سفر، کس سے کہوں  
 ایک رقت سی طبیعت میں بسی ہے ایسی  
 خشک ہوتے ہی نہیں دیدہ تر، کس سے کہوں  
 غم کا شکر ہے کہ بڑھا ہی چلا آتا ہے  
 صبر کب تک رہے گا سینہ سپر، کس سے کہوں  
 زندگی کیسے کٹے گی، یہی اب سوچتا ہوں  
 درد میں ڈوب گئے شام و سحر، کس سے کہوں





بے خبر ہیں مرے عالم سے زمانے والے  
اپنے اس عالم حیرت کی خبر، کس سے کہوں  
غم زدہ مدفنِ جاناں سے چلا آیا ہوں  
دل پہ جو بیت رہی ہے وہ مگر کس سے کہوں

اُن کی تربت پہ رہے بارشِ انوارِ مدام  
ابرِ رحمت ہو تسلسل سے گمبارِ مدام



(وفات : رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ / ۶ مئی ۱۹۸۷ء)

ۛ فَلَئِمَّا الْمَوْتِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

(البقرہ: ۹۴)

بیادِ والدِ بزرگوارم رحمۃ تعالیٰ علیہ

إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ

۱ ۶ ۱ ۵ ۴ ۱

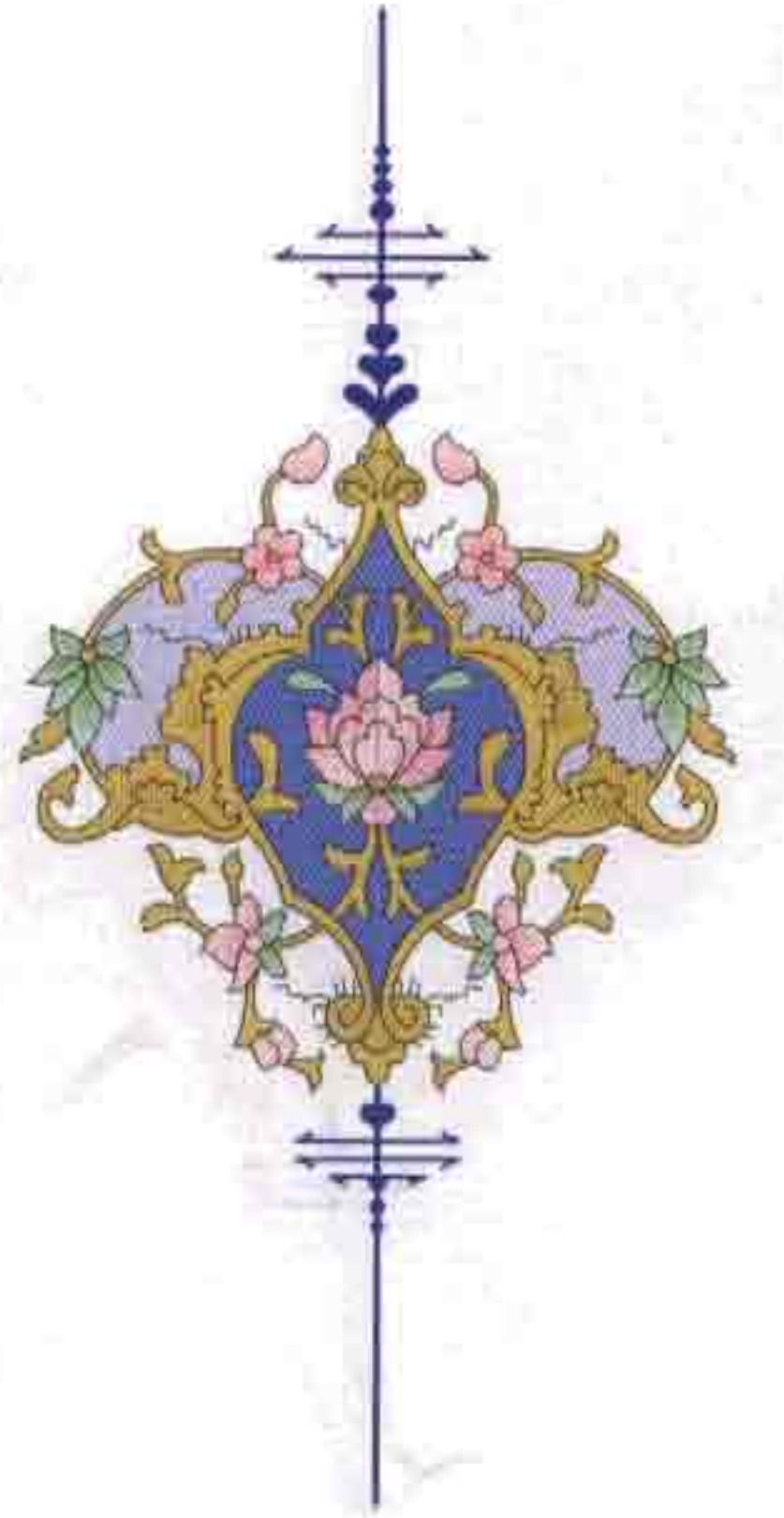
دلِ زخمِ زخمِ لوگو! کوئی ہے، جسے دکھائیں  
کوئی ہمِ نفَس نہیں ہے، غمِ جاں کسے سنائیں  
یہ ایک جو چھا گئی ہیں، غمِ و درد کی گھٹائیں  
کیا کون اس جہاں سے کہ بدل گئیں فضائیں  
اٹھا سا تبانِ شفقت، بڑی تیز دھوپ دکھی  
نہیں دور دور چھاؤں، کہاں اپنا سر چھپائیں  
رہِ زندگی کی مونس، انہی محسنوں کی یادیں!  
شبِ زلیت کے ستارے، وہ خلوص کی دعائیں

۱۰ خطاط القرآن سید محمد اشرف علی زیدی نور اللہ مرقدہ آسودہ احاطہ سادات گیسو دراز قبرستان میانی  
صاحب مزنگ لاہور۔ تاریخ وفات: ۳۰ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ / ۲۸ اگست ۱۹۹۵ء

وہ رفاقتوں کی راتیں، وہ ہر اک سے دل کی باتیں  
 گئے دور کے وہ قصے، ہمیں یاد کیوں نہ آئیں  
 وہ شجاعتوں کے پالے، بڑے صبر و شکر والے  
 وہی حوصلے حسینؑ، وہی زیدؑ کی ادائیں  
 وہ خوش نصیب، قرآن کی حسین حسین نگارش  
 زہے وہ صریر خامہ، کہ ملک بھی جھوم جائیں  
 دم مرگ تھی تسلی، سرِ قبر رہے تجلی  
 ہوں مدام عنبرِ افشاں، یہاں خلد کی ہوائیں  
 ہو نصیب جامِ کوثر، یہ نفیس کی دعا ہے  
 مگر اک حسین تمہارا حضور خود پلائیں

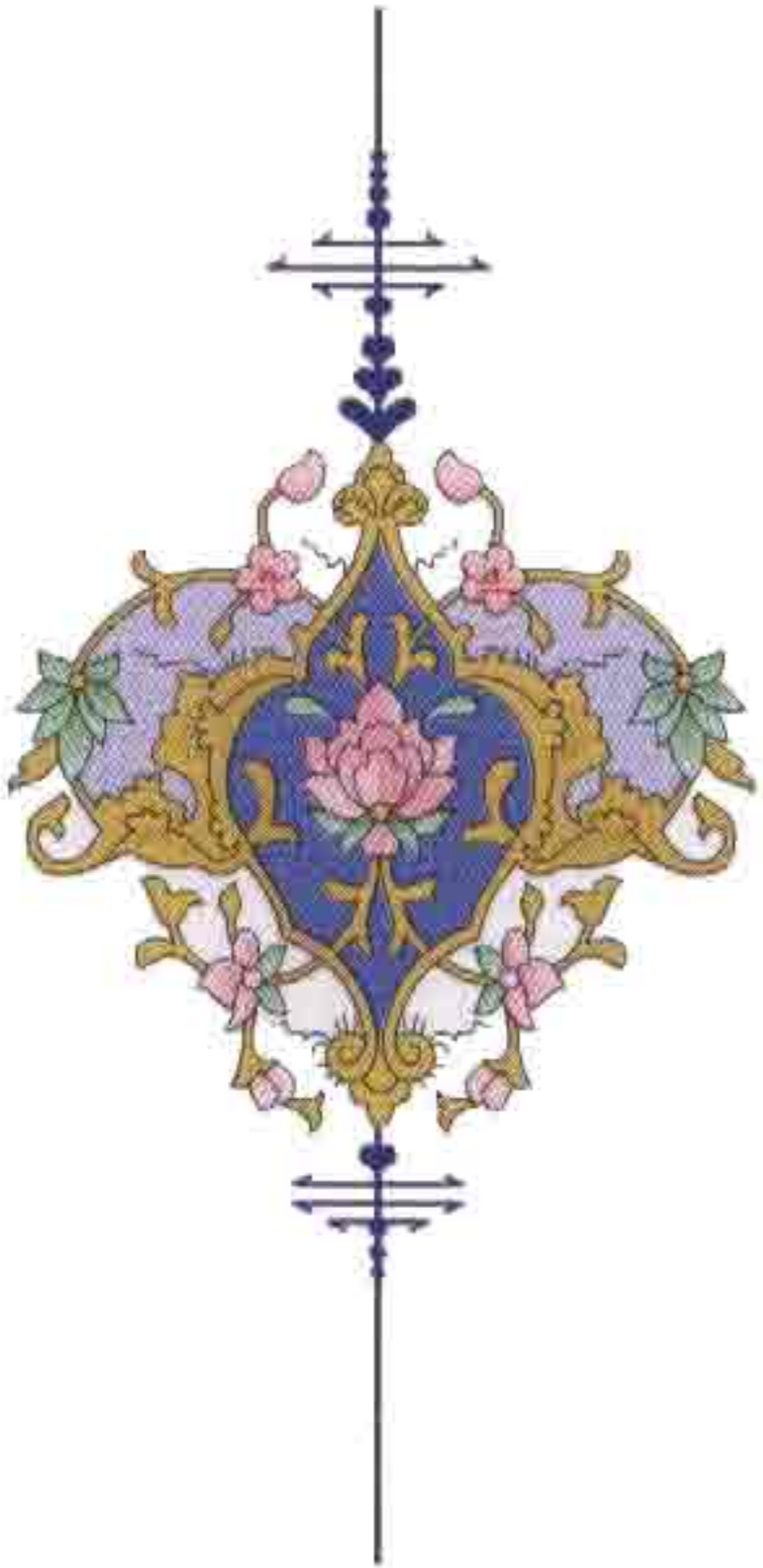
○  
(۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۵ء)

۲۔ نسبی تعلق زید بن علی زین العابدین بن سیدنا حسین رضی اللہ عنہم سے ہے۔  
 ۳۔ آپ نے اپنی عمر میں تقریباً سولہ قرآن مجید کی کتابت کا شرف حاصل کیا۔ (مرتب)



## رخصت!

رخصت اے روح و روانِ زندگی  
رخصت اے جانِ جہانِ زندگی  
جاہلیں گے ہم بھی اک دن آپ سے  
گامزن ہے کاروانِ زندگی

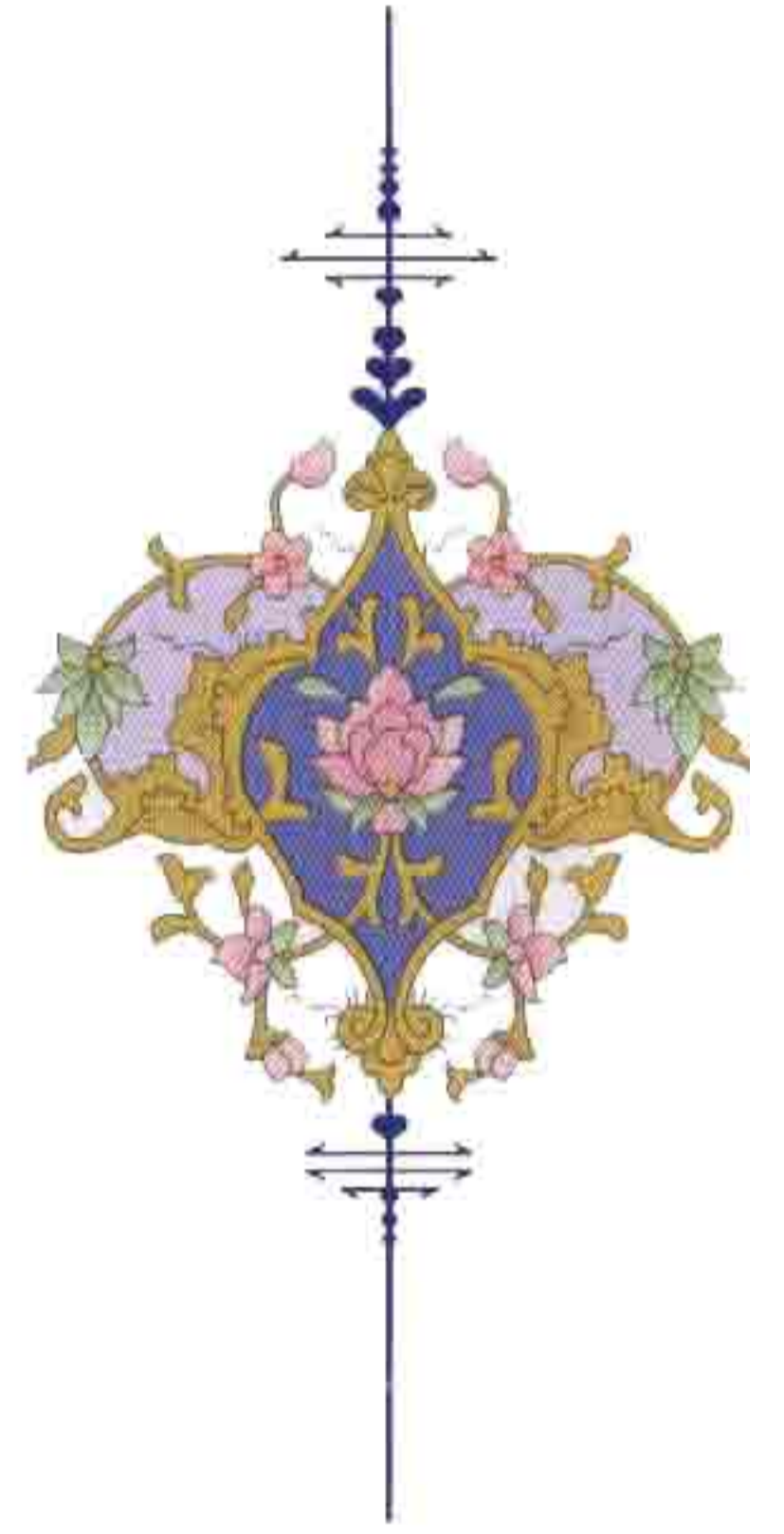


حضرت سید نفیس اُحمسی مدظلہ کی رفیقہ حیات، نہایت متشرع، زاہدہ و عابدہ، کثیر التعداد بچیوں کی قرآن پاک کی معلمہ، حد درجہ صابرہ و شاکرہ خاتون، عمر بھر سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہؓ کے اُسوہ حسنہ پر عمل پیرا رہیں۔

تاریخِ وفات: ۱۴ صفر ۱۴۲۲ھ (۹ مئی ۲۰۰۱ء)  
مدفون: احاطہ سلاوات گیو دراز قبرستان میانی صاحب لاہور۔  
تاریخِ وفات: ”فَادْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ“

۱۴۲۲ھ

یا تم سبھی پر ہو سلام اہلِ قبور  
 بخش دے اللہ ہم سب کے مقصود  
 اور بخشے تم کو بھی ربِّ مغفور  
 آگے آگے جانے والو ہم سے دُور  
 پیچھے پیچھے ہم بھی آتے ہیں ضرور



اہلِ قبور کے لیے مسنون دُعا:  
 ا لسلام علیکم یا اہلِ ا لقبور ، یغفر اللہ لنا و یغفر اللہ لکم  
 انتم سلفنا و نحن بالاتر۔

## یقین نہیں آتا

انیس جاں سے گیا ہے ، یقین نہیں آتا  
وہ اس جہاں سے گیا ہے ، یقین نہیں آتا  
شرفِ مکاں کو یقیناً مکیں سے ہوتا ہے  
مکیں مکاں سے گیا ہے، یقین نہیں آتا

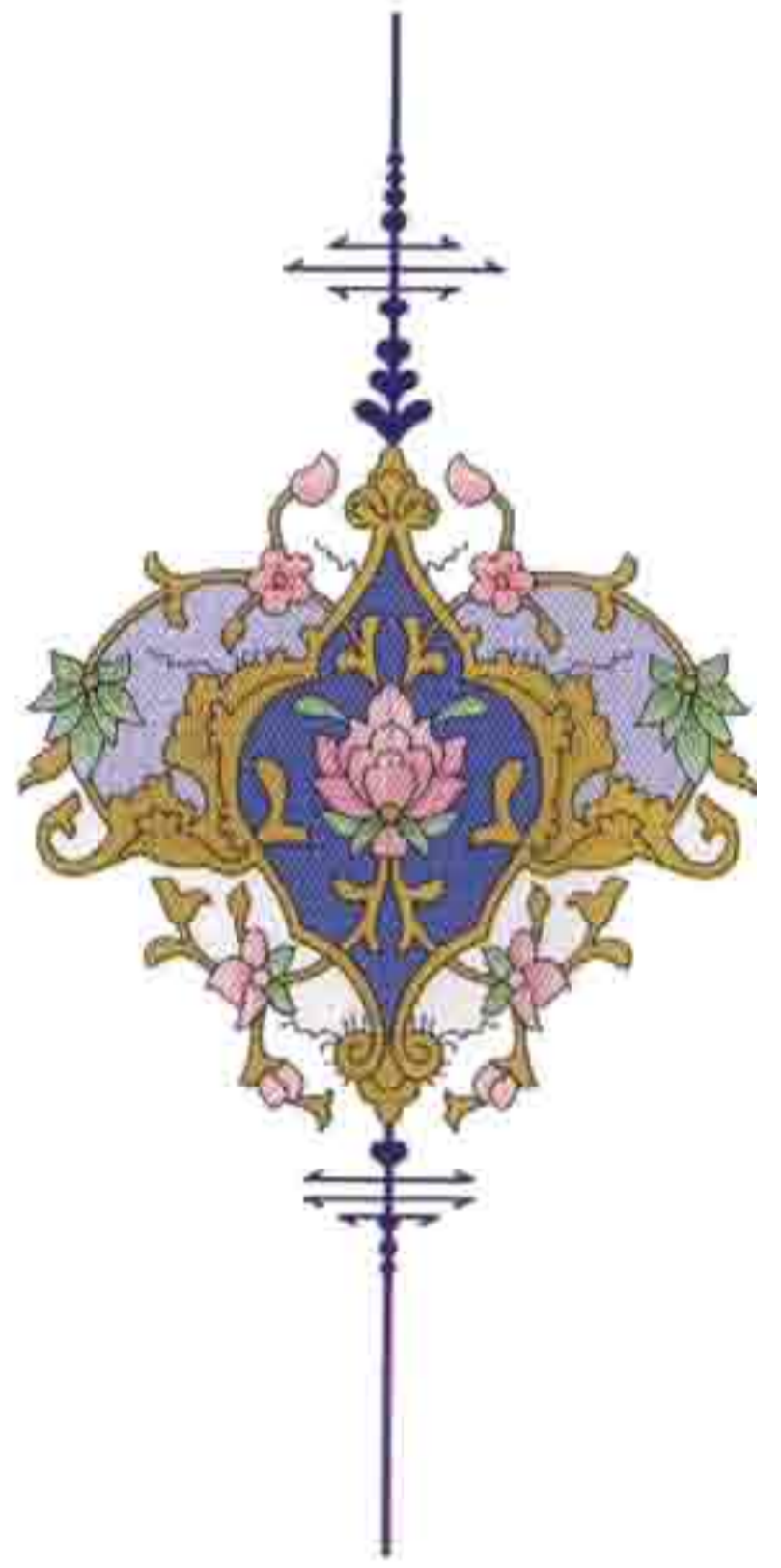
۳ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

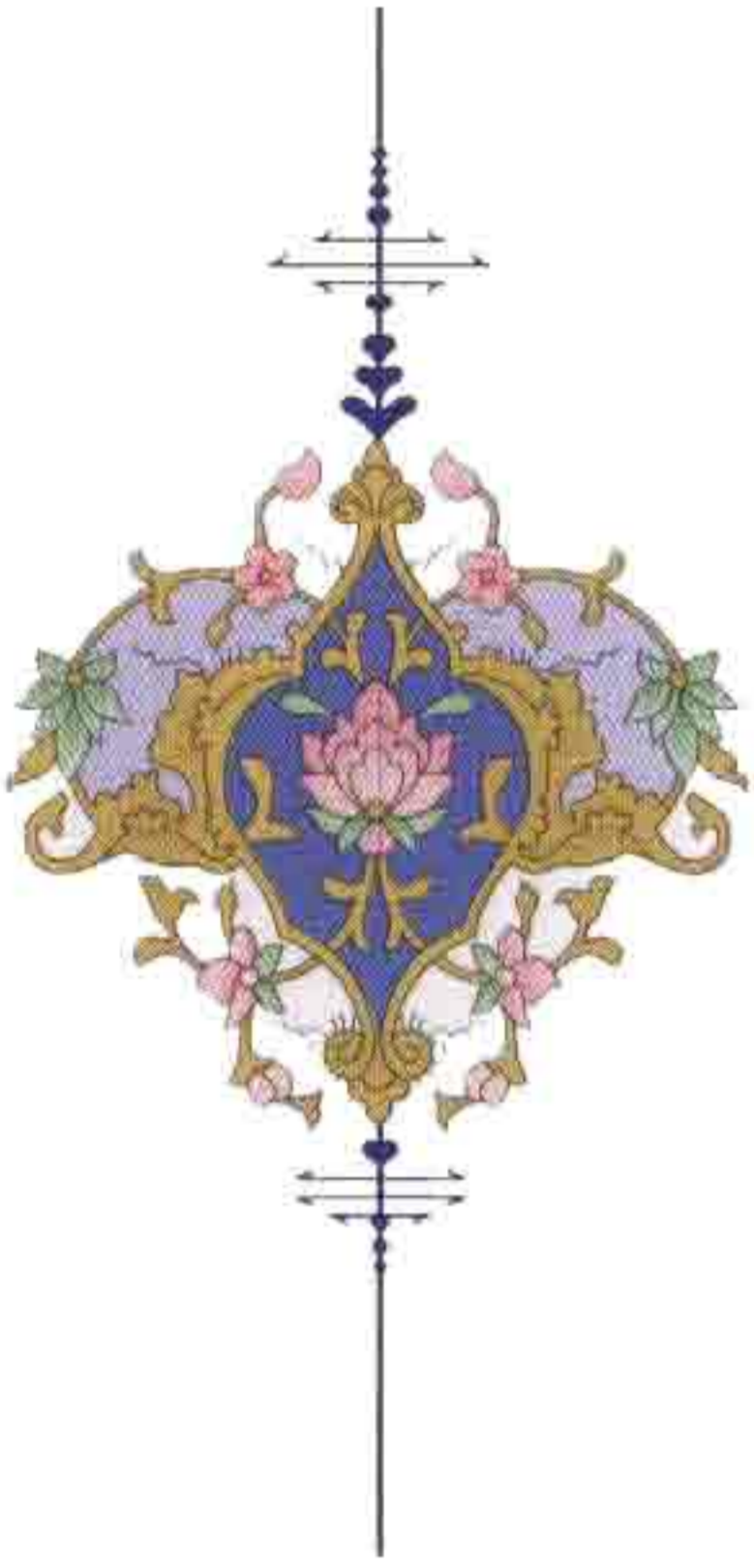
۲۱ اکتوبر ۲۰۰۱ء

حضرت سید نفیس السینی مدظلہ العالی کے اکوٹے صاحبزادے حافظ سید انیس الحسن السینی  
بتاریخ ۱۹ رجب ۱۴۲۲ھ (۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء) بروز پیر بعد از غروبِ آفتاب تین دن اتفاق  
ہسپتال میں زیرِ علاج رہنے کے بعد قضائے الہی سے وفات پا گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ انکی  
عمر تقریباً ۴۵ سال تھی۔ قرآن پاک کے حافظ، بہترین خطاط اور اپنے والدِ محترم کے اندازِ خطاطی  
کے امین و وارث تھے۔ اللہ پاک اُن کے درجات بلند فرمائے۔ اپنی والدہ محترمہ کی وفات  
کے صرف چار ماہ بعد قبرستان میانی صاحب، احاطہ سادات گیسو دراز میں اپنے  
دادا سید محمد اشرف علیؒ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ (مرتب)

## حافظ سید امین الحسن غفر اللہ

دل و دماغ پہ اب چھا گیا ہے غم تیرا  
کہ ذکر آتا ہے لب پر بچشمِ نم تیرا  
سوادِ قلب میں تیرے فراقِ آن لگا  
رہے گا دردِ محبتِ سدا علم تیرا  
میں اپنے صبر کی اس کیفیت سے واقف ہوں  
بڑا ملال ہے ، اللہ کی قسم تیرا  
غریبِ شہر کو تنہائیوں میں چھوڑ دیا  
مرے انیس ! بس اب کھل گیا بھرم تیرا  
سعادت اور انابت رہی رفیقِ سفر  
قدم اٹھا جو کبھی جانبِ حرم تیرا





گذشتہ حج میں رفاقت کبھی نہ بھولے گی  
بڑے خلوص سے احساں وہ دم بہ دم تیرا  
میرے خطوط کو ترتیب دی سلیقے سے  
اسی میں محو رہا فکرِ بیش و کم تیرا  
میری روش کا امیں تیرا خطِ نستعلیق  
کے نصیب ہوا واسطی قلم تیرا  
ترے قلم نے کھلائے سدا گلاب کے پھول  
خدا کی دین ، بہار آفریں قلم تیرا  
حدیثِ ختمِ نبوت ہے آخری شہکار  
خدا قبول کرے کلکِ خوش رقم تیرا  
قلمِ رُکا ہے ترا ”لا نبیَّ بعدی“ پر  
یہ حُسنِ خاتمہ ، اللہ رے قلم تیرا

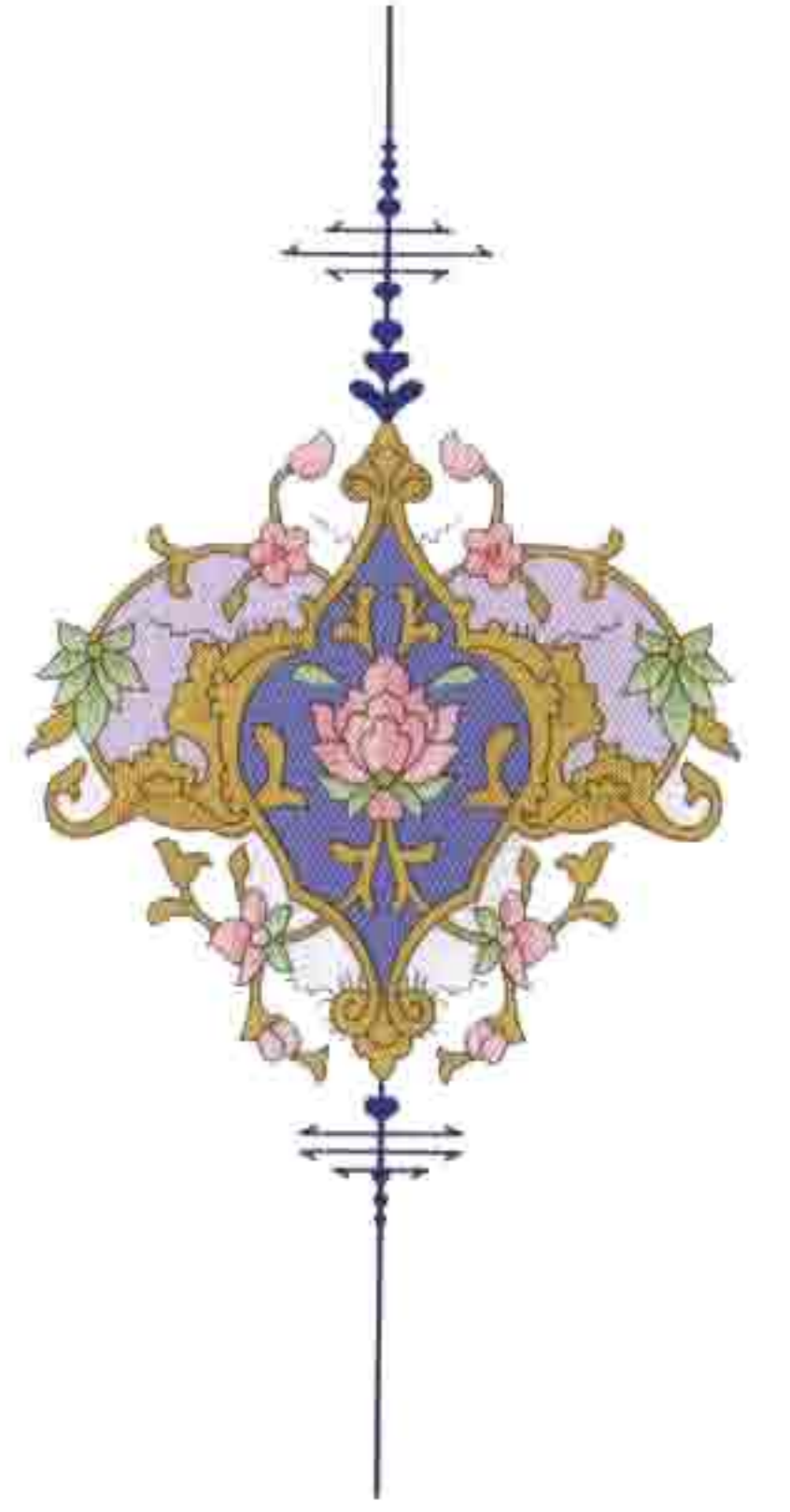
واسطی قلم : اعلیٰ درجے کی خطاطی کے لیے واسط (عراق) کا قلم بہترین مانا  
گیا ہے اور اب یہ ضرب المثل ہے۔



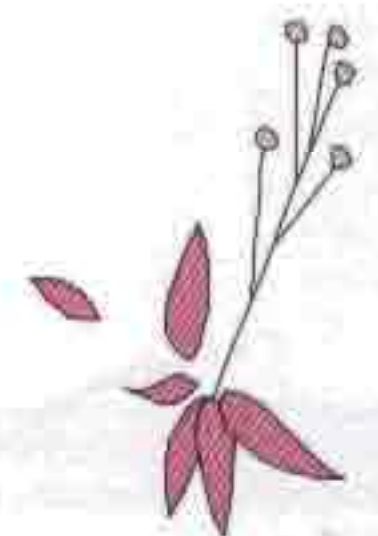
الہی میری دُعا ہے انیسِ جاں کے لیے  
ہمیشہ اُس پہ رہے سایہ کرم تیرا

۴ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

۲۲ اکتوبر ۲۰۰۱ء



# اذانِ جہاد



# ”اَنْتُمْ اَعْلَوْنَ“

شاعر ہوں میرا قلب ہے حساس و درد مند

رکھتا ہوں ایک عالمِ عبرت نظر میں بند

ماضی ہمارے حال پہ پرتو فگن نہیں

ہم عظمتِ سلف سے نہیں آج بہرہ مند

اک وقت تھا کہ ہم تھے زمانے میں سرفراز

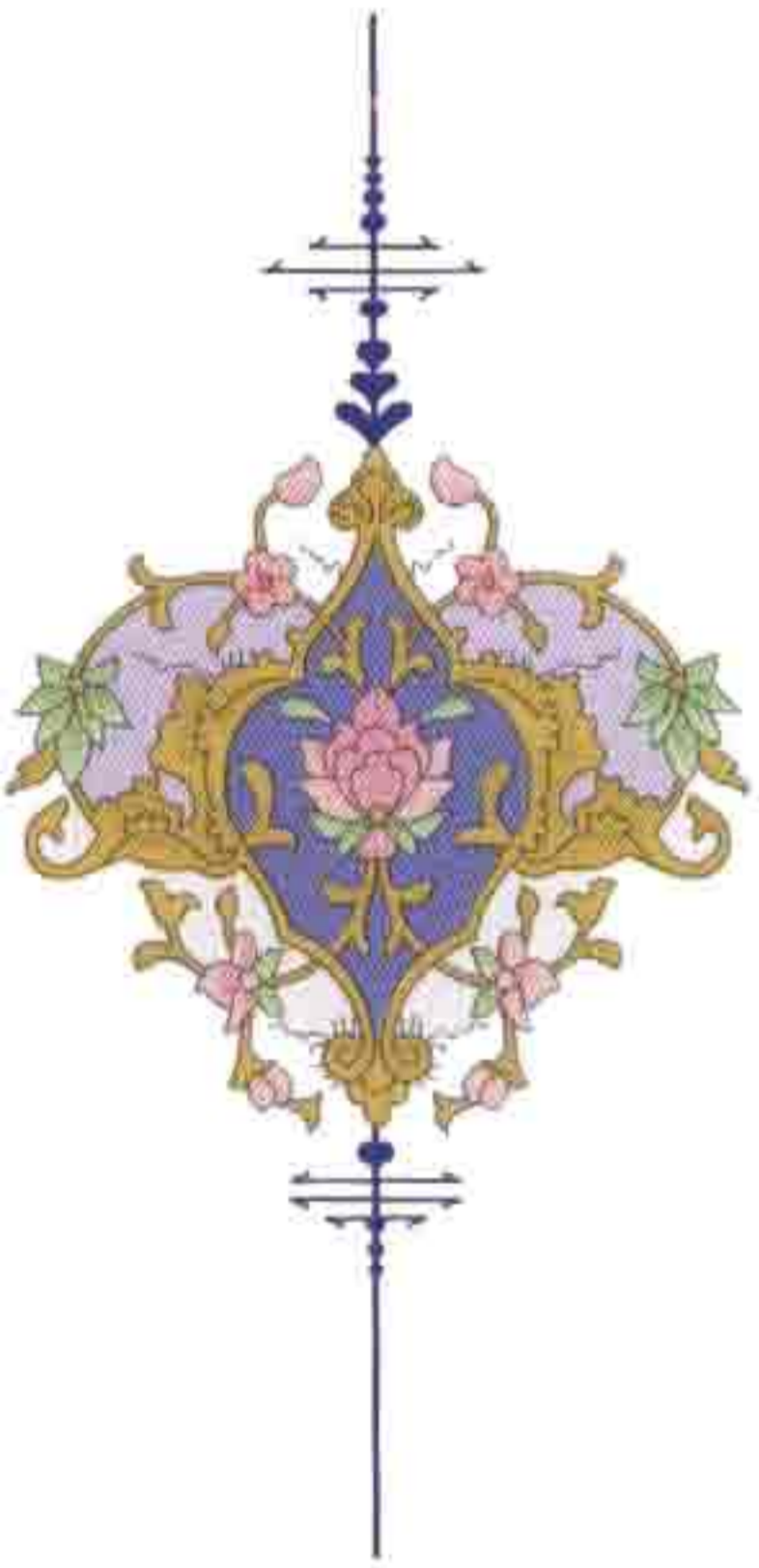
اک وقت تھا کہ ہم تھے ستاروں سے بھی بلند

ہم کو بلا تھا اَنْتُمْ اَعْلَوْنَ کا خطاب

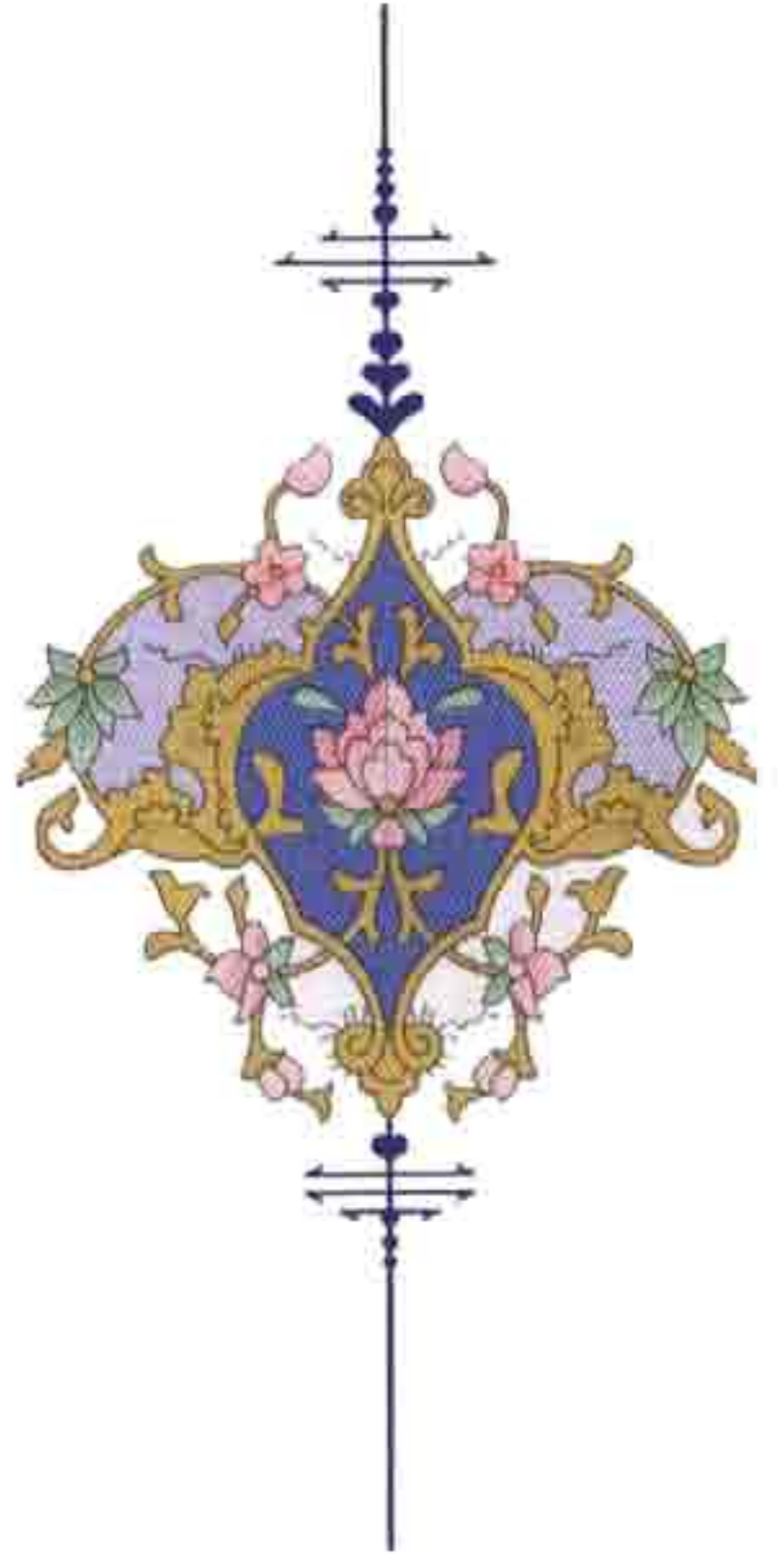
ہم تھے خدائے پاک کے نزدیک ارجمند

ہم آسنری نبی سے مشرف کیے گئے

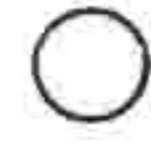
ہم ملتِ عظیم تھے اور اُمتِ بلند



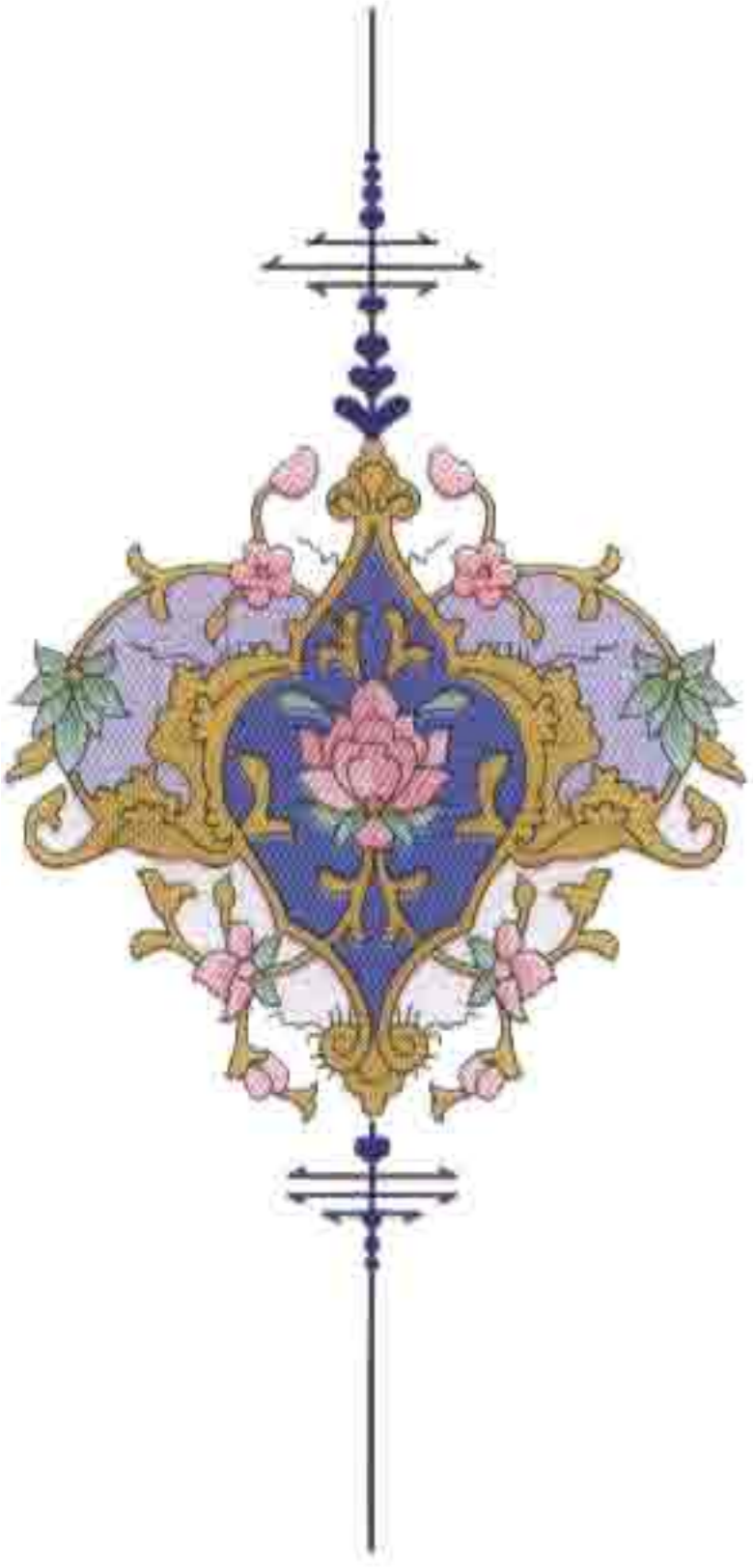
اپنے امیر عرشِ معلیٰ سے ہمکنار  
 اپنے فقیرِ قیصر و کسریٰ سے سرِ بلند  
 فرعون پر ہنسا کیے دیوانگانِ عشق  
 قاروں پہ خندہ زن رہے شرب کے زلہ بند  
 ہر فرد میں یہ جوہرِ فطرت شکار تھے  
 قلبِ سلیم و فقرِ صفا ہمتِ بلند  
 تسخیرِ بحر و بر کو کبھی پرکشا ہوتے  
 پھینکی سنرازی کا ہکشاں پر کبھی گمند  
 جھنڈے حرم کے گاڑ دیے بامِ کفر پر  
 فتح و ظفر کے چارسو دوڑا دیے سمند  
 اُس وقت بھی نظامِ شب و روز تھا یہی  
 پہنچا سکی نہ گردشِ دوراں ہمیں گزند  
 اور اب یہ حال ہے کہ زمانے کی آگ میں  
 اپنا وجود کچھ نہیں جُز دانہ سپند



بارِ گراں ہے دل پہ یہ احساسِ اے نفیس  
”ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند  
گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں“



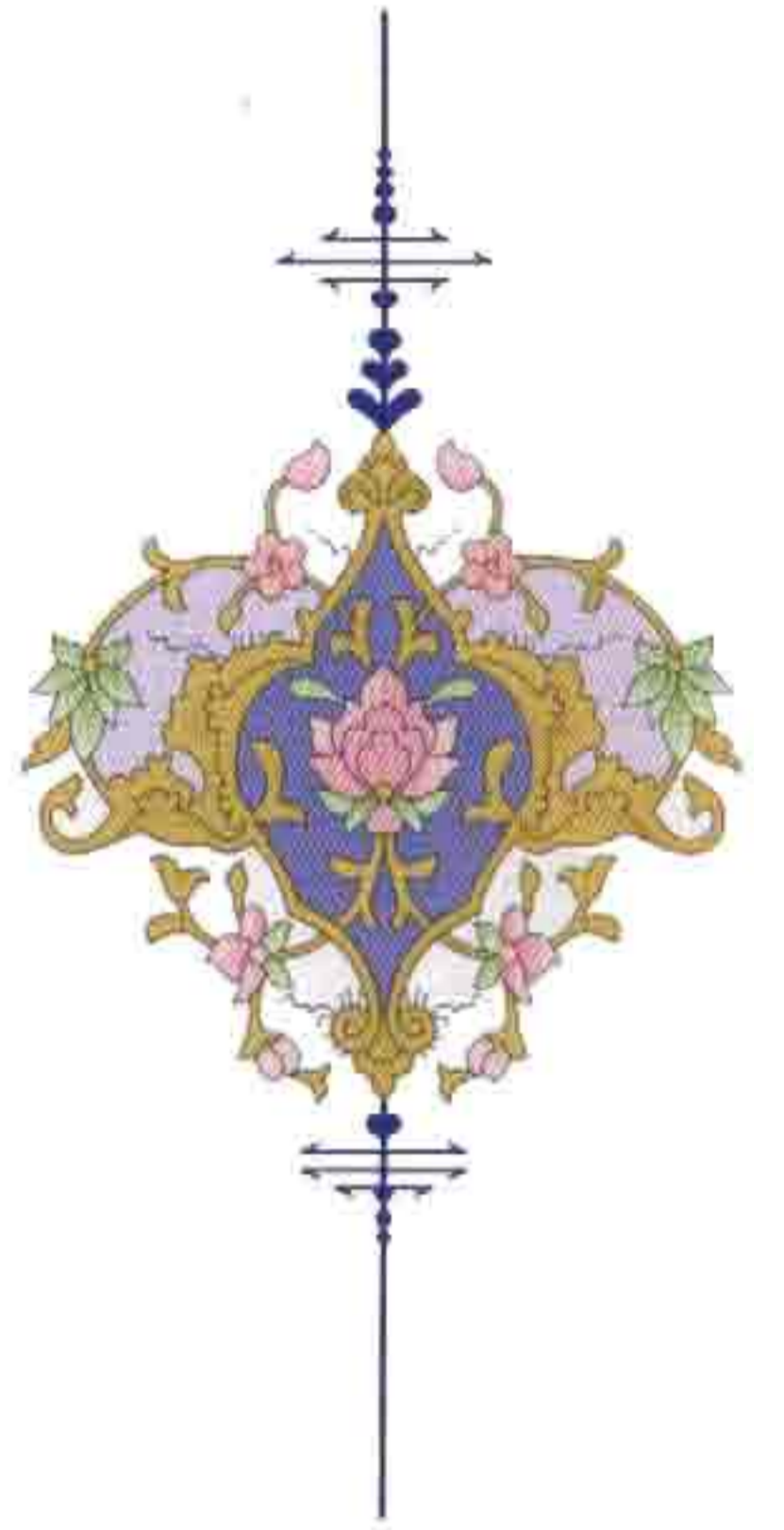
۶ ۱۹۵۷-۵۲



# شہیدانِ بالاکوٹ

شہادت گاہِ بالاکوٹ سے واپسی پر

قبائے نور سے سچ کر ، لہو سے با وضو ہو کر  
وہ پہنچے بارگاہِ حق میں کتنے سُرخرو ہو کر  
فرشتے آسماں سے اُن کے استقبال کو اترے  
چلے اُن کے جلو میں با ادب ، با آبرو ہو کر  
جہانِ رنگ و بو سے ماورا ہے منزلِ جاناں  
وہ گزرے اس جہاں سے بے نیازِ رنگ و بو ہو کر  
جہادِ فی سبیل اللہ نصبِ العین تھا اُن کا  
شہادت کو ترستے تھے سراپا آرزو ہو کر  
وہ رُہباں شگوفے ہوتے تھے تو فرساں دن میں رہتے تھے  
صحابہؓ کے چلے نقشِ قدم پر ہو ہو ہو کر

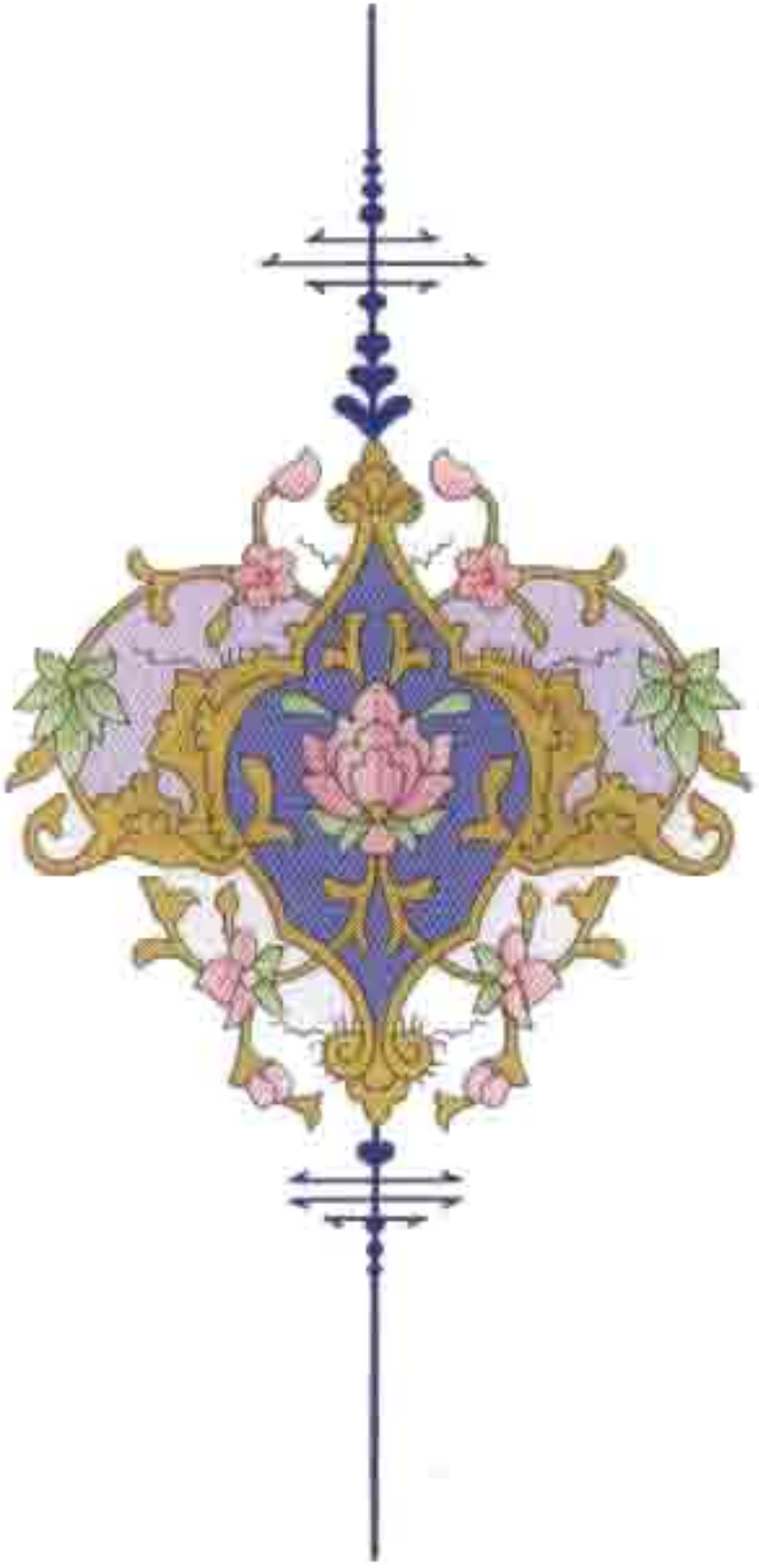


مجاہد سرکٹانے کے لیے بے چین رہتا ہے  
 کہ سر اسرارز ہوتا ہے وہ خنجر درگلو ہو کر  
 سر میدان بھی استقبالِ قبلہ وہ نہیں بھولے  
 کیا جامِ شہادت نوش انھوں نے قبلہ رو ہو کر

زمین و آسماں ایسے ہی جانبازوں پر روتے ہیں  
 سحابِ غم برستا ہے شہیدوں کا لہو ہو کر  
 شہیدوں کے لہو سے ارضِ بالا کوٹ مُشکیں ہے  
 نسیم صبح آتی ہے ادھر سے مُشکبو ہو کر  
 نفیس ان عاشقانِ پاکِ طینت کی حیات و موت  
 رہے گی نقشِ دہرا سلامیوں کی آبرو ہو کر

○  
 (۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء)

لے محاذِ جنگ میں امیر المومنین حضرت سید احمد شہید اور ان کے تمام جاں نثار ساتھی  
 قدرتی طور پر قبلہ رخ تھے۔ سید نفیس



# حق کا بول بالا ہونے والا ہے

۱۹۹۰ء میں خوست (افغانستان) کے محاذِ جنگ سے واپس آتے ہوئے

بِحکمِ اللہ، حق کا بول بالا ہونے والا ہے

سیاہی چھٹ رہی ہے اب اُجالا ہونے والا ہے

سوادِ خوست سے دشمنِ خدا کے بھاگنے کو ہیں

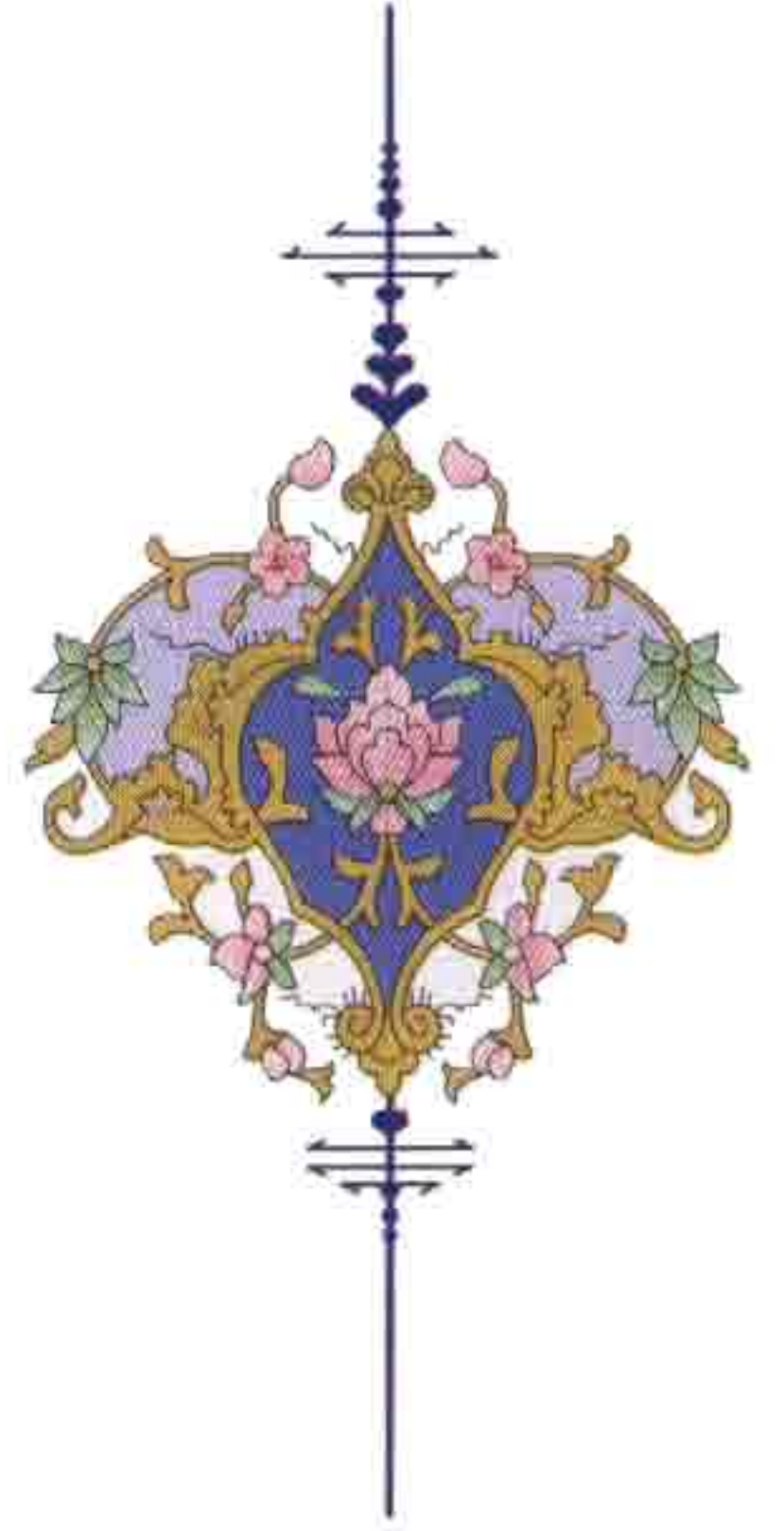
مسلمانوں کا قبضہ لا محالہ ہونے والا ہے

کوئی کابل میں جا کر یہ نجیب اللہ سے کہہ دے

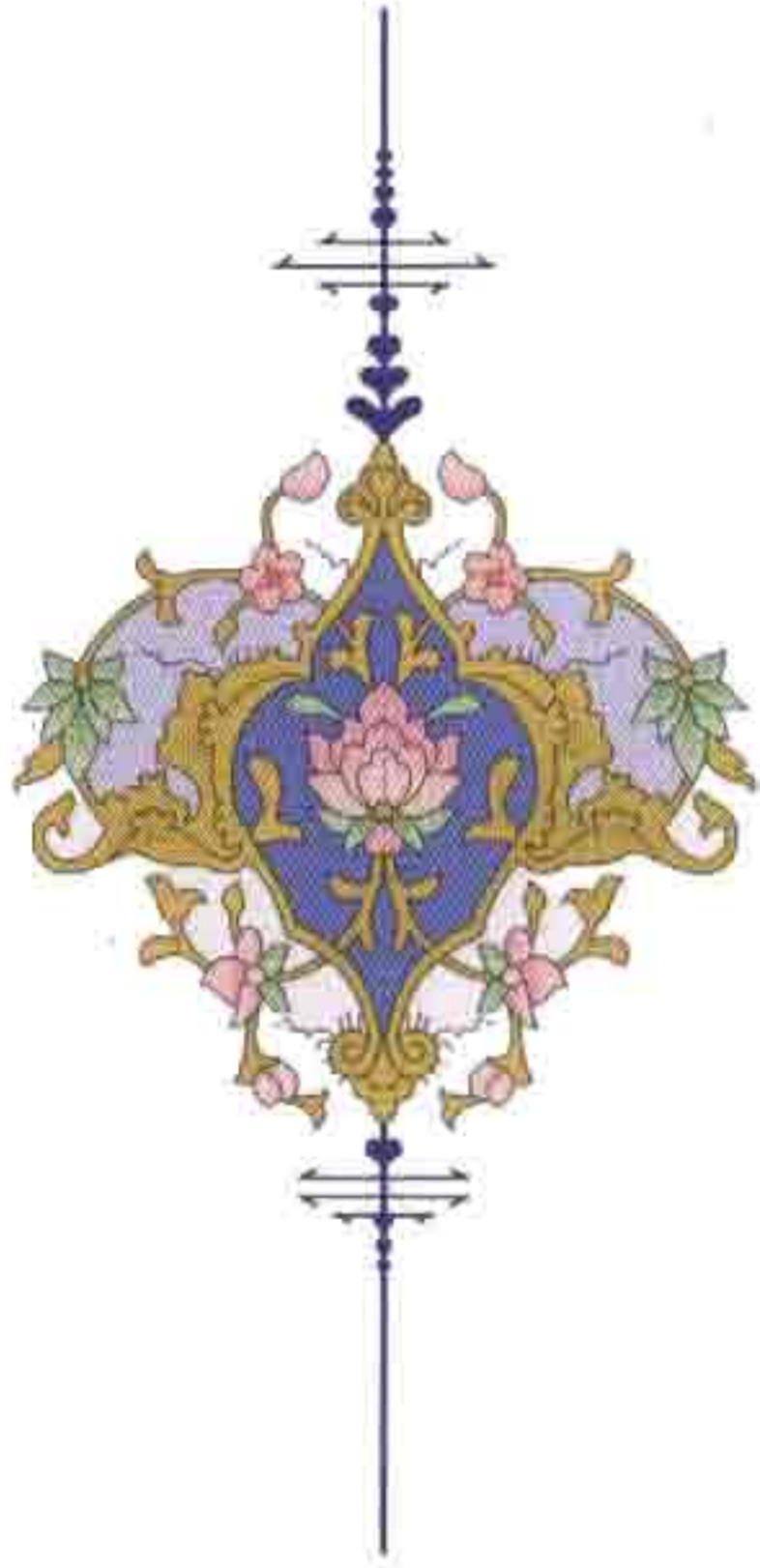
تہ و بالا ترا ایوانِ بالا ہونے والا ہے

---

۱۔ کابل کے بعد افغانستان کا دوسرا بڑا شہر اور فوجی چھاؤنی -  
۲۔ افغانستان پر روسی تسلط کے بعد کمیونسٹ لیڈر اور سربراہِ حکومت





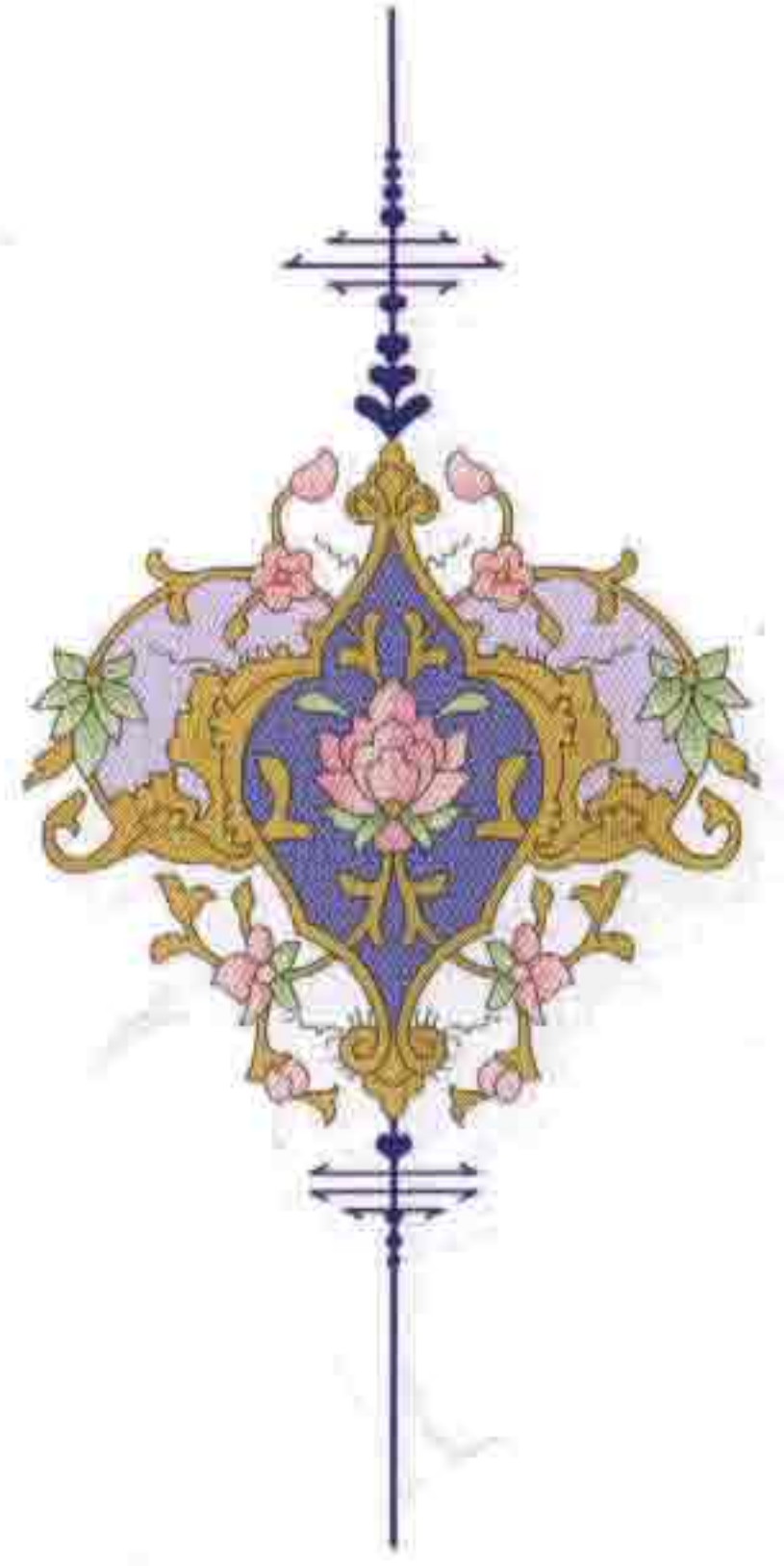


بہت اچھا، تو کر لے ظلم، جتنا ہو سکے تجھ سے  
 ترالے روسیہ! منہ اور کالا ہونے والا ہے  
 شہیدوں کے لہو سے خوست کو سیراب ہونا ہے  
 یہ خطہ آج کل میں کشتِ لالہ ہونے والا ہے  
 شہادت چاہنے والو! مبارک وقت آ پہنچا  
 تمہارا زیب تن، خلدی دو سالہ ہونے والا ہے  
 مجاہد! ناز کر اپنے مفتدر پر کہ تو کل کو  
 شہیدانِ اُحد کا ہم پیالہ ہونے والا ہے  
 امیرِ محترم سیف اللہ اختر کو مبارک ہو  
 کہ اُن سے کارنامہ اکِ نرالا ہونے والا ہے  
 یہ کام اہل جنوں کا ہے، وہی اس کو سمجھتے ہیں  
 یہ کام اہل خرد سے بالا بالا ہونے والا ہے

۳۱ اپنے وقت کی سپر پاور روس جو افغانستان میں شکست کے بعد مکمل تباہی اور روسیہ ہی سے دوچار ہوئی۔  
 ۳۲ حرکتِ الجہاد الاسلامی کے امیر اور عظیم مجاہد و کمانڈر جناب مولانا قاری سیف اللہ اختر صاحب جو  
 جہادِ افغانستان میں از اول تا آخر شریک رہے۔

نَفِيسَ اِيْمَانِ كِهْتَا هِئ ، مِرَا وَجْدَانِ كِهْتَا هِئ  
ظُهْرِ نُصْرَتِ بَارِي تَعَالٰى هُونِئ وَاللّٰهُ هِئ

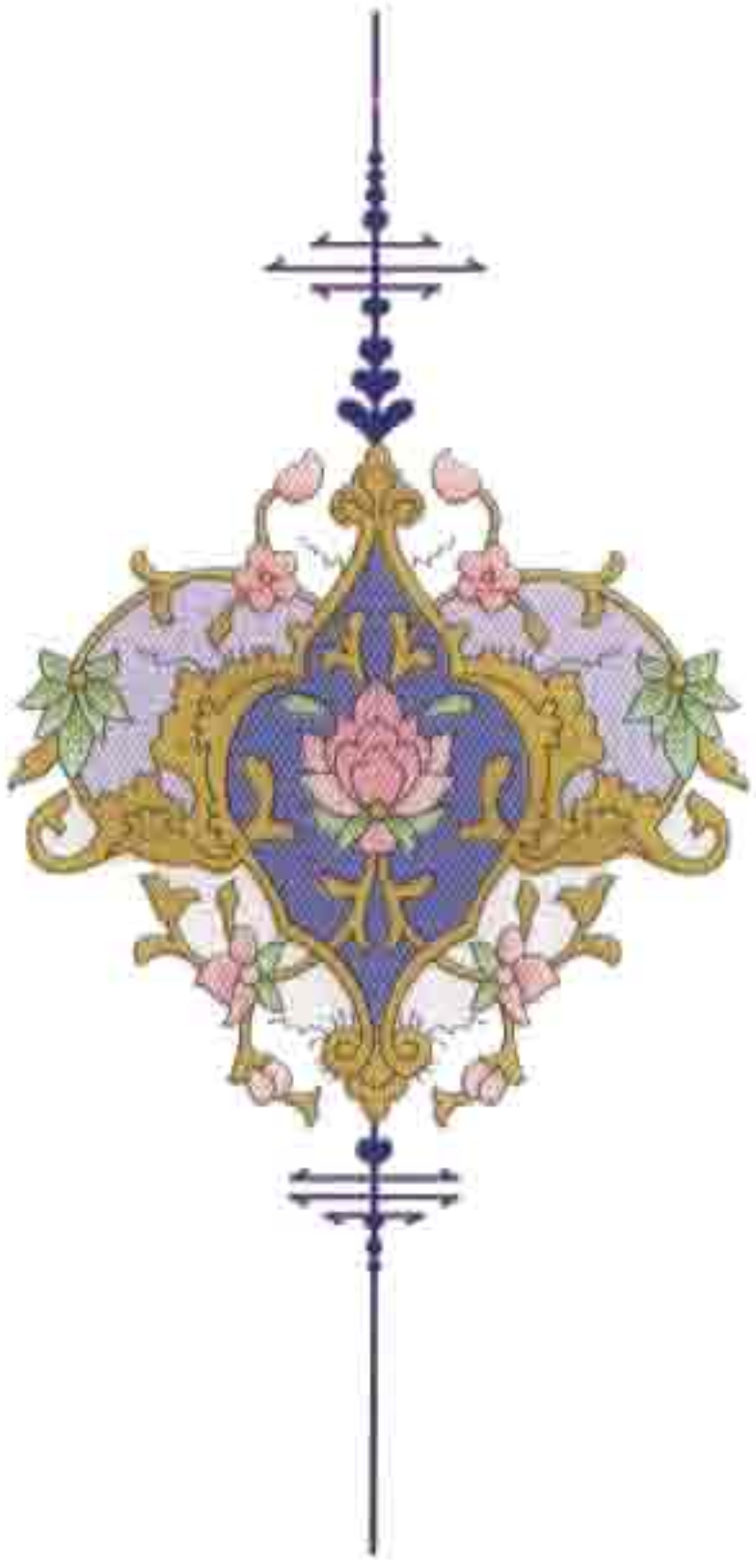
○  
(شوال ۱۴۱۰ھ / مئی ۱۹۹۰ء)



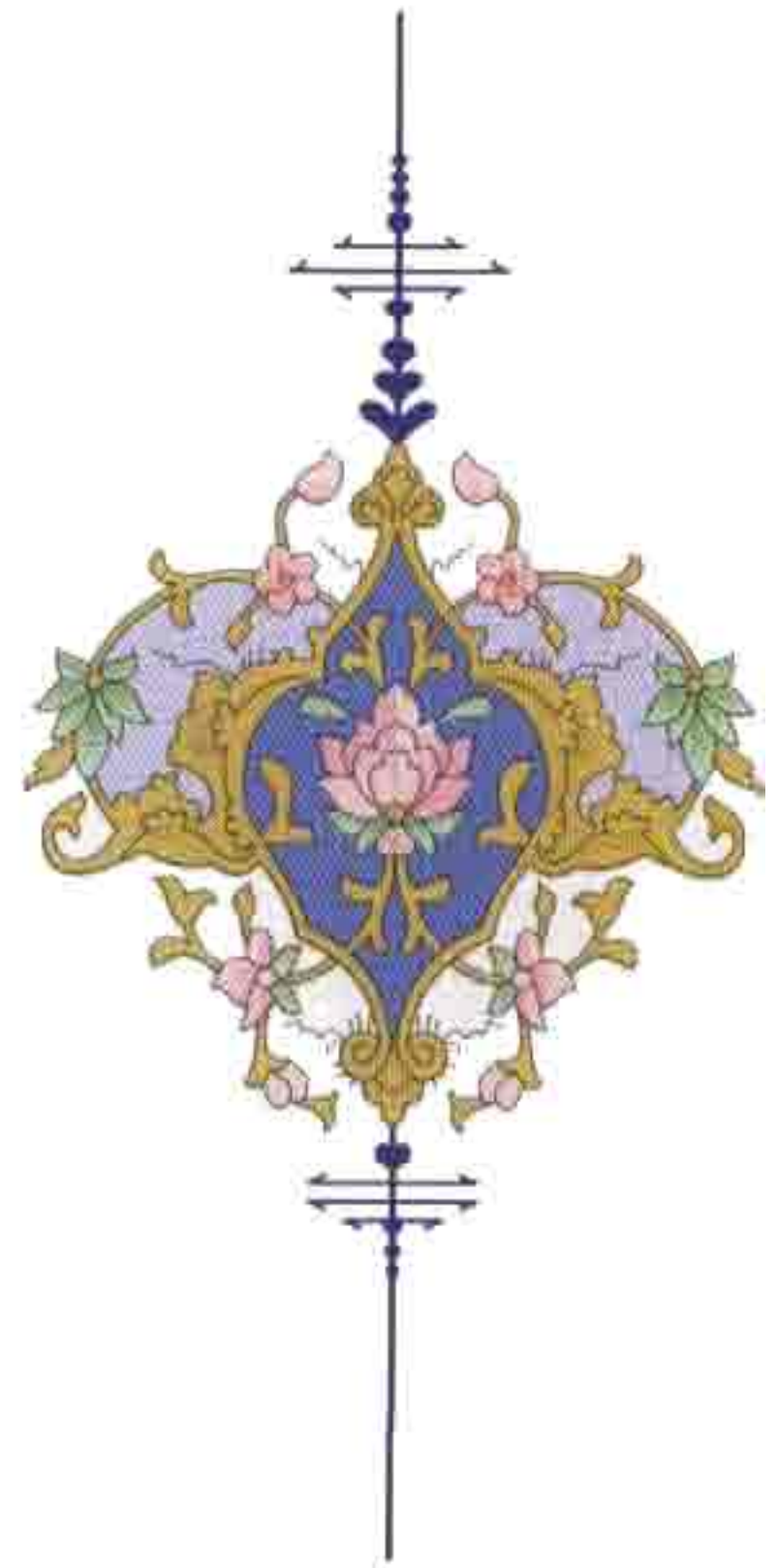
۵ بحمد اللہ یہ سب پیشین گوئیاں حرف بحرف پوری ہوئیں اور چند ماہ بعد ہی خواست اور اس کے کچھ  
عرصہ بعد کابل فتح ہو گیا اور کمیونسٹ افواج کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ (مرتب)

# تاقیامت رہے آبروئے ہرات

ایک مدت سے تھی آرزوئے ہرات  
راہ دکھلائی قسمت نے سوتے ہرات  
جب نذا! شہر عرفان و علم و ہنر  
سارے عالم میں ہے ہاؤ ہوئے ہرات  
ہے فضا اس کی پاکیزہ و خوشگوار  
زندگی بخش ہے آب جوئے ہرات  
سارا ماحول ایمان افروز ہے  
بادۂ حق سے پڑے ہوئے ہرات  
عشق ہی عشق ہے چشت کا رنگ و نور  
حسن ہی حسن ہے خلق و خوئے ہرات



اپنے آبار و اجداد کی جستجو!  
 پھر رہی ہے لیے کو بہ کوئے ہرات  
 حضرت زیدِ جُندی کا عزمِ جہاد  
 تا بہ دہلی گنتی مُشکبُوئے ہرات  
 ہند پر غزنوی اور غوری کا راج  
 آج بھی ماننا ہے عدوئے ہرات  
 اے مُبصر، ذرا چشمِ بسینا سے دیکھ  
 پڑے خونِ شہیداں سے جوئے ہرات  
 اب لو سے شہیدوں کے گلزنگ ہے  
 کس قدر خوبصورت ہے رُوئے ہرات  
 عظمتِ رفتہ تو من کو پھر ہو نصیب  
 اب یہی ہے فقط جستجوئے ہرات  
 اب بفضلِ خدا رُوس کی کیا مجال  
 ہو سکے پھر کبھی رُو بروئے ہرات

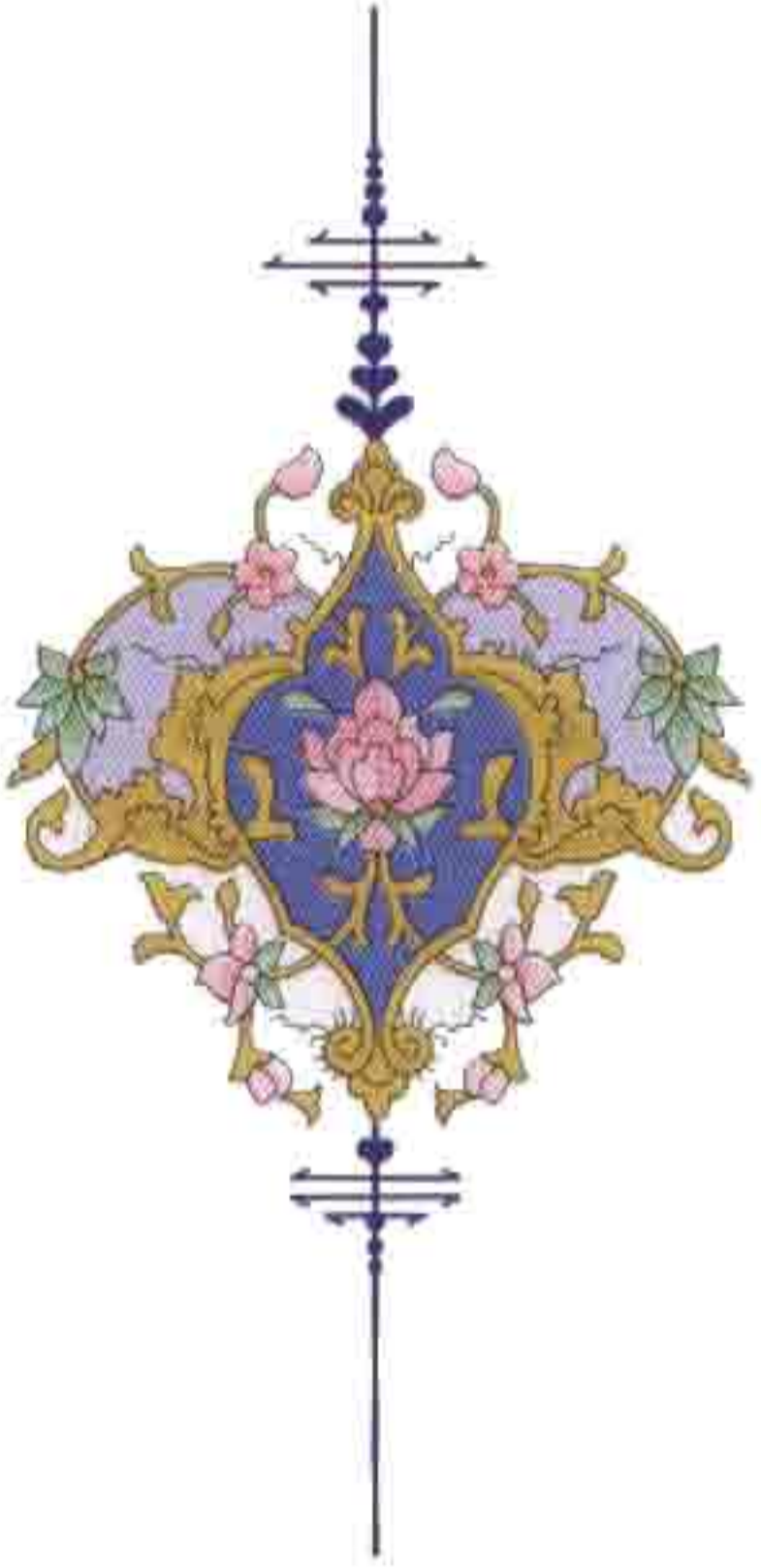


کس کی ہمت ہے مدِ مُتَابِلِ بنے  
 لے کے دکھلائے میدان میں گھوٹے ہرات  
 اے خوشا، قید سے اب تو آزاد ہے  
 چھپا، بلبیلِ خوش گلوٹے ہرات  
 نشاۃِ دینِ اسلام اب تجھ سے ہے  
 مرحباً غازی سُرخروٹے ہرات  
 دل کی گہرائیوں سے دُعا ہے نفیس  
 تا قیامت رہے آبروٹے ہرات

حضرت سید نفیس شاہ صاحب دامت برکاتہم ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ / اپریل ۱۹۹۴ء میں ہرات کے سفر پر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کا ریاست ارشادِ اسلامی ولایت ہرات میں قیام ہوا۔ اسی سفر میں مرکزِ ولایت چشت بھی جانا ہوا، قیامِ ہرات کے دوران یہ نظم موزون ہوئی۔ (مرتب)

## حاشیہ نفیس

۱۔ چشت : ہرات سے ۷۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر شمال مشرق میں پہاڑوں سے گھری ہوئی ایک مردم خیز بستی کا نام چشت ہے۔ اس بستی میں باشارہ غیبی حضرت خواجہ ممشاد دینوری رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت خواجہ



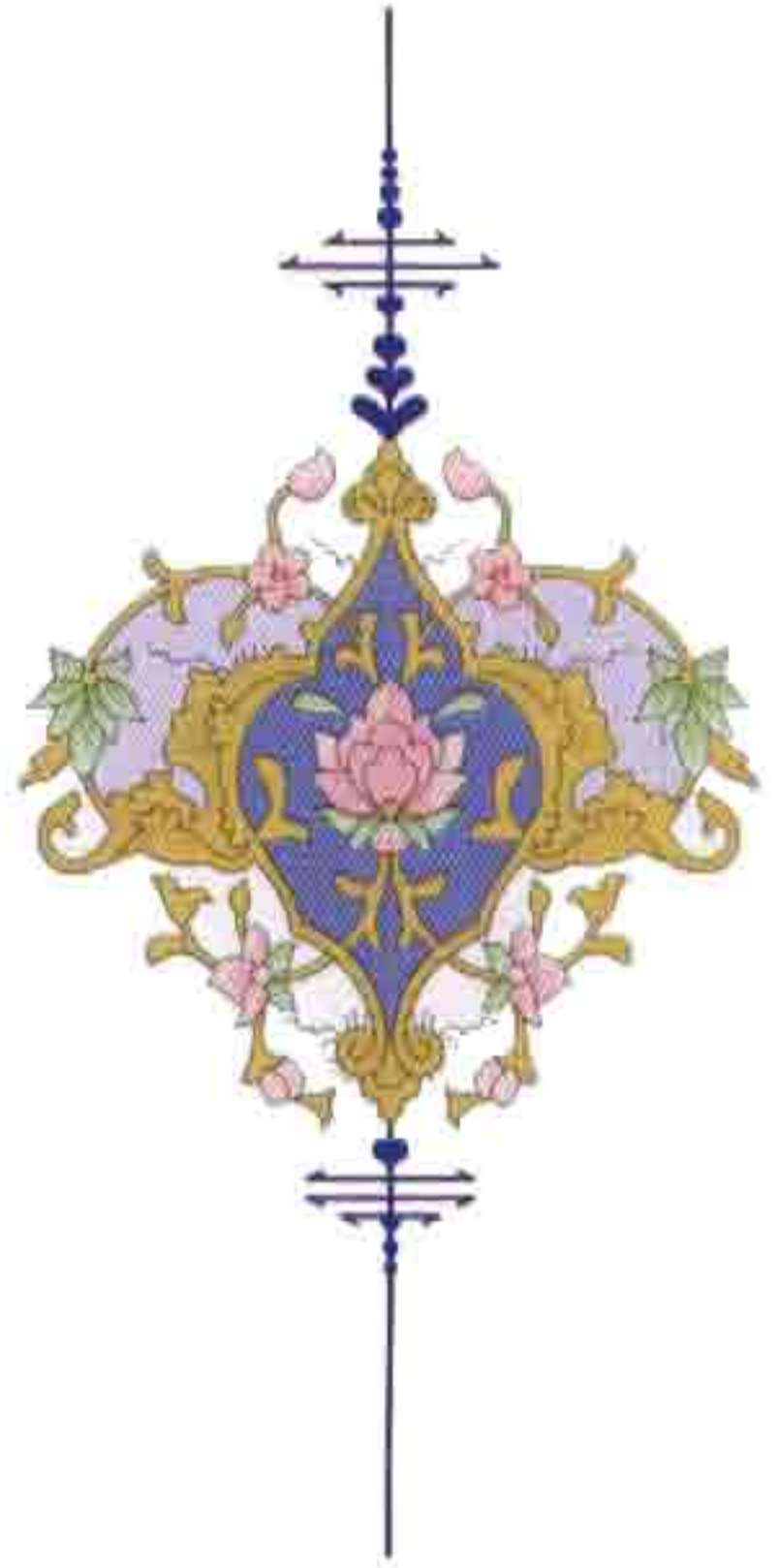
ابو اسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۲۹ھ) حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ (متوفی ۳۳۵ھ) کی تربیت کے لیے تشریف لائے اور تربیت مکمل فرما کر واپس تشریف لے گئے۔ آپ کے وجود مسعود سے جو سلسلہ یہاں چلا وہ سلسلہ چشتیہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی، آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ محمد بن احمد چشتی (متوفی ۴۱۱ھ) اُن کے خلیفہ خواجہ ناصر الدین یوسف بن سمعان چشتی (متوفی ۴۵۹ھ) اُن کے خلیفہ حضرت خواجہ مودود چشتی (متوفی ۵۲۷ھ) یہ سب سرزمین چشت ہی میں پیدا ہوئے اور چشت ہی میں ان سب کے مزارات ہیں۔  
رحمہم اللہ رحمة واسعة۔

۲ حضرت زید جندی : حضرت سید ابوالحسن زید الجندی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ سید محمد حسینی گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۲۵ھ خلیفہ عظیم حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں سے ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب اس طرح سے ہے : سید ابوالحسن زید جندی بن سید ابو عبد اللہ الحسین الفدان بن سید ابو منصور محمد لاکبر بن سید عمر الاعلیٰ بن سید ابوالحسین سجی المحدث (متوفی ۲۰۷ھ) بن سید ابو عبد اللہ الحسین ذی الدمعة (شہادت ۱۳۵ھ) بن سید ابوالحسین زید الشہید (شہادت ۱۲۲ھ) بن سید علی الاوسط امام زین العابدین (متوفی ۹۴ھ) بن یحییٰ النبی ابو عبد اللہ الحسین الشہید سبط الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (شہادت ۶۱ھ) بن امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔ (عمدة الطالب ص ۲۶۲، سیر محمدی ص ۱، تاریخ حبیبی قلمی ص ۱)

حضرت خواجہ گیسودراز رحمۃ اللہ کے آبا کرام تیسری یا چوتھی صدی ہجری میں عرب سے آکر ہرات میں آباد ہو گئے تھے۔ ان میں سے حضرت ابوالحسن زید الجندی رحمۃ اللہ علیہ پہلے بزرگ ہیں جو برصغیر پاک و ہند میں وارد ہوئے ہیں، آپ ایک لشکر کے ساتھ خراسان سے علم جہاد بلند کیے ہوئے فتح دہلی کے لیے تشریف لائے اور ایک معرکہ عظیم میں خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے، یہ ترکوں (غوریوں) کی فتح دہلی سے پہلے کا واقعہ ہے (یہ غالباً چوتھی صدی ہجری کا زمانہ ہے) قلعہ دہلی کے نیچے دروازہ شکار کے متصل آپ کا مزار پُر انوار ہے، حضرت خواجہ گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں یہ معروف تھا، البتہ آجکل اس کے صحیح آثار دریافت طلب ہیں۔ (جوامع الکلم ص ۳۱۳، تاریخ حبیبی قلمی ص ۱۴)

۳ غزنوی : فاتح سومات سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۲۱ھ

۴ غوری : سلطان شہاب الدین محمد غوری رحمۃ اللہ علیہ شہادت ۶۰۲ھ



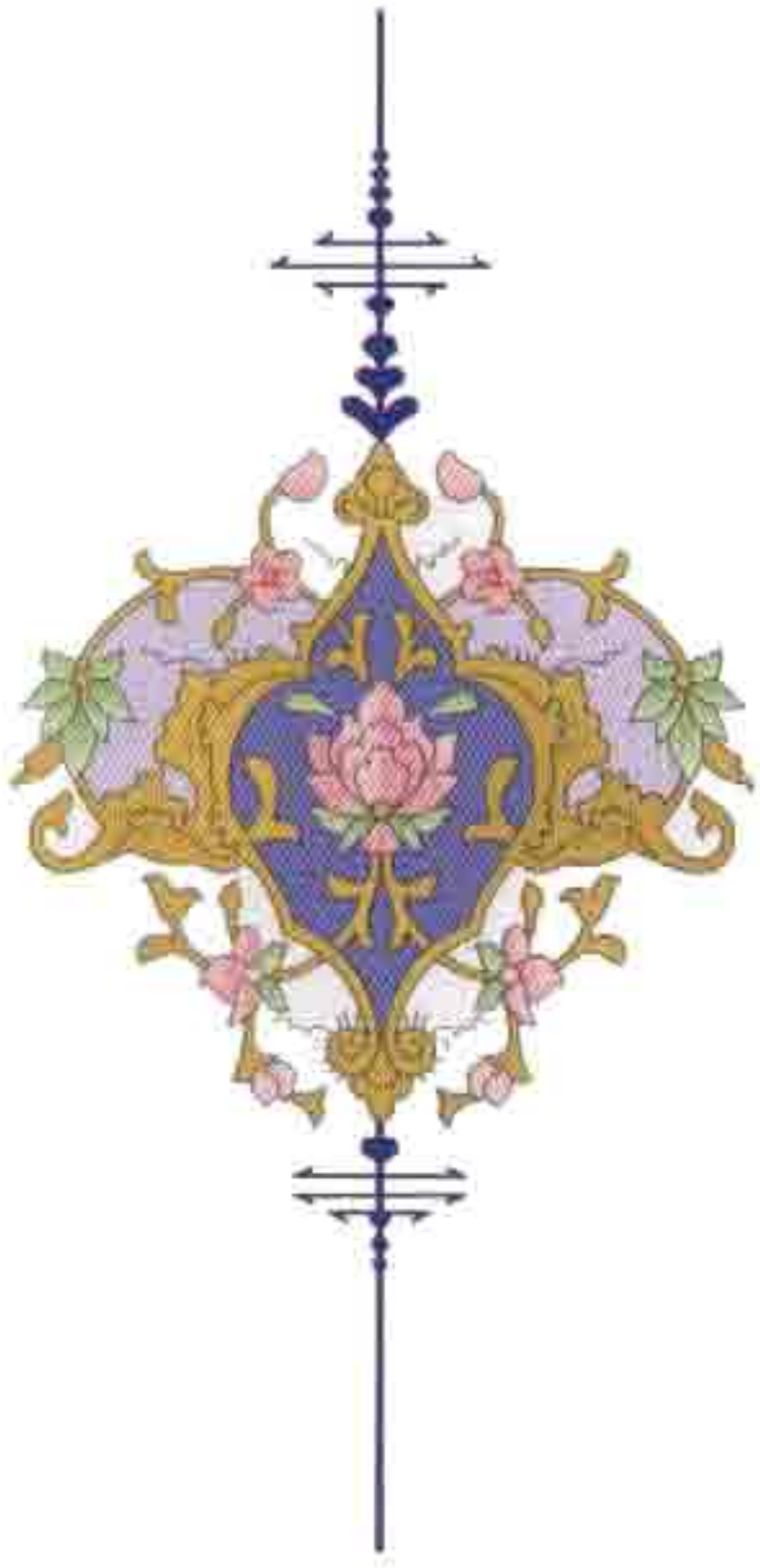
# بوتے وطن

نسیم سرو و سمن از ہرات می آید  
ہزار لطفِ چمن از ہرات می آید  
مشامِ جانست مُعطر بقیضِ چشتِ نفیس  
دگر کہ بوتے وطن از ہرات می آید

## ہرات

ہرات خطہ ز آب و گلِ خراسان است  
پشتم اہل خرد حاصلِ خراسان است  
نفیس گفت بجا شیخ تاجِ سلمانی  
”ہرات از رہِ معنی دلِ خراسان است“

یہ رباعی اپریل ۱۹۹۴ء میں ہرات سے چشت کے لیے سفر کے آغاز میں ہوئی۔



# الفراق

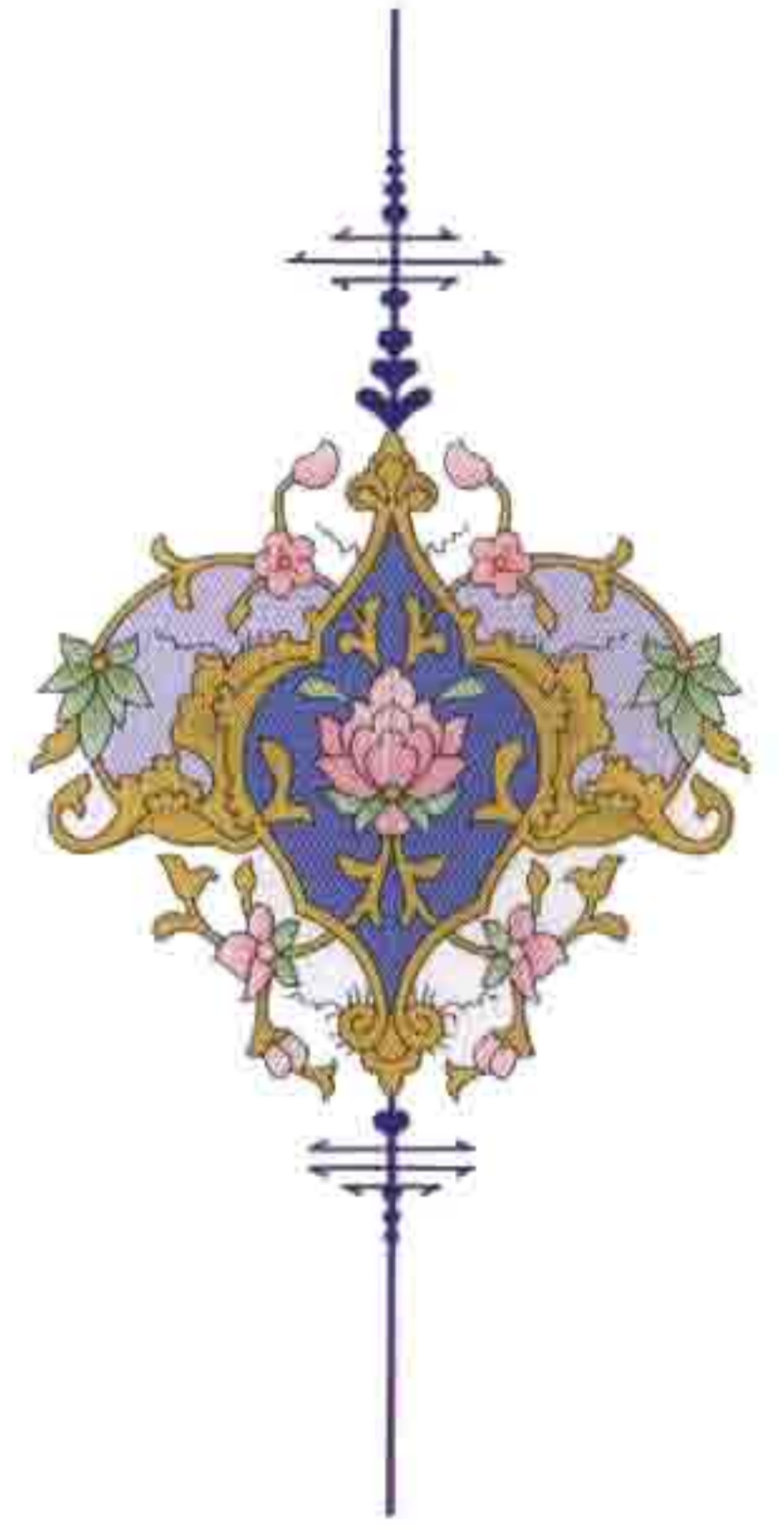
الفراق اے امیر ہرات ! الفراق

الفراق اے ضمیر ہرات ! الفراق

جامیؑ و رازیؑ و واعظؑ و خوند میرؑ

آلؑ اطہار و پیرؑ ہرات ! الفراق

(۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء میں ہرات سے واپسی پر کہی گئی)



۱۔ مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ نامور عالم دین، برگزیدہ صوفی، صاحب دیوان شاعر، (م - ۸۹۸ھ)

۲۔ مولانا فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ - صاحب تفسیر کبیر (۵۴۳ھ تا ۶۰۶ھ)

۳۔ ملا حسین واعظ کاشفی مصنف "اخلاق محسنی" (م - ۹۱۰ھ / ۱۵۰۵ء)

۴۔ حضرت خوند میرؑ، صاحب حبیب السیر یا خواند امیر، اصل نام غیاث الدین بن خواجہ ہمام الدین (م - نواح ۹۲۲ھ / ۱۵۳۵ء)

۵۔ سید عبد اللہ ابن معاویہ ابن عبد اللہ ابن حضرت جعفر طیار اور محمد بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم جن کے مزارات ہرات میں شہزادگان کے مزارات کہلاتے ہیں۔

۶۔ حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری ہروی (م - ۴۸۱ھ) معروف عالم و عارف، متکلم اور مصنف۔ (مرتب)



## جہاں میں پرچمِ اسلام لہرانے کا وقت آیا

مُسلما نو! اُٹھو، باطل سے ٹکرانے کا وقت آیا

سیرِ میداں تڑپنے اور تڑپانے کا وقت آیا

جہادِ فی سبیل اللہ، رسول اللہ کی سنت ہے

صحیباہ کی جلی تاریخ دُہرانے کا وقت آیا

اُٹھو فِنا روقِ اعظم کے جواں، شہ زور فرزندو

بساطِ جنگ پر قوت سے چھا جانے کا وقت آیا

خدا کے نیک بندو! اپنے حجروں سے نکل آؤ

کمر باندھو، محاذِ جنگ پر جانے کا وقت آیا



مُسَلِّحِ غَازِيُو، شِيَرُو، دَلِيَرُو، تَسُنْدِ طُوْفَانُو!  
عُدُو كِے مَوْرِچُوں پَرِ اَگِ بَرَسَانِے كَا وَقْتِ آيَا

مُجَاهِدِ! بَانْدِھ لِے سَرِ سِے كَفْنِ اَوْرِ سَرِ بَكْتِ هُو جَا  
شِهَادَتِ كَا مُقَدَّسِ مَرْتَبِہ پَانِے كَا وَقْتِ آيَا

تَمْتِھِيں يِه جَنْگِ كَا مَيِدَانِ هِيے گُوِيَا كَهِيَلِ كَا مَيِدَانِ  
كِه تُوپُوں كِي گَرَجِ سِے زَلِيَتِ بَهْلَانِے كَا وَقْتِ آيَا

تَمْتِھَارِے بَارُوُوں مِيں جَانِ هِيے، اِيْمَانِ كِي طَاقْتِ هِيے  
نَهْتِيے هُو كِه بَهِي دُشْمَنْ سِے بَهْطَرِ جَانِے كَا وَقْتِ آيَا

فَرَنْگِي شَاطَرُوں نِے ظَلْمَتِيں بَانْطِي هِيں دُنْيَا مِيں  
خُدَا كِي سَرِزِيں مِيں نُورِ پَهِيْلَانِے كَا وَقْتِ آيَا

نِظَامِ مُصْطَفَا نَافِذِ كَرِيں گِے، كَرِ كِے دَمِ لِيں گِے  
نِظَامِ قِصْرِ وَ كِسْرِي كُو تَهْكِرَانِے كَا وَقْتِ آيَا



نفسیٰ اب طالبان کو نصرتِ باری مبارک ہو  
جہاں میں پرچمِ اسلام لہرانے کا وقت آیا

○  
(محرم الحرام ۱۴۱۸ھ / جون ۱۹۹۷ء)



۱۰ طالبان : نوجوان علمائے دین پر مشتمل مجاہدین افغانستان جنہوں نے مختصر عرصہ میں ملک کے  
نوے فیصد علاقے پر اسلامی شریعت پر مبنی حکومت قائم کی ہے۔ (مرتب)

# شجرہ طریقت و جہاد

عصر حاضر میں جہاد فی سبیل اللہ کی روایت اللہ تعالیٰ نے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے سے دوبارہ زندہ کی جسے آپ کے سلسلہ طریقت و جہاد کے مردانِ سیف و قلم نے آج تک جاری رکھا ہے۔  
مختصر نقشہ حسب ذیل ہے :

امیر المؤمنین، امام المجاہدین حضرت **سید احمد شہید** رحمۃ اللہ علیہ  
(شہادت : بالاکوٹ ۱۲۴۶ھ)

خیریل مجاہدین  
حضرت حاجی شاہ عبدالرحیم لایٹی شہید رحمۃ اللہ  
(شہادت : تورڈ ضلع مردان)

سید العلماء، قدوة المجاہدین  
حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ  
(خلیفہ رستین حضرت سید احمد شہید)

نور الاسلام  
حضرت میانجیو نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ  
(م - ۱۲۵۹ھ)

سرطنت مجاہدین  
حضرت مولانا سید نصیر الدین دہلوی رحمۃ اللہ  
بانشین حضرت سید احمد شہید (م ۱۲۵۶ھ بمقام ستخانہ، نہراہ)

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ (م - ۱۳۱۴ھ)  
امیر المؤمنین جہاد شاہلی ۱۸۵۴ء (۱۳۴۳-۴۳ھ)

مجتہد الاسلام  
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ  
بانی دارالعلوم دیوبند (م - ۱۲۹۴ھ)

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی رحمۃ اللہ (م - ۱۳۲۳ھ)  
قاضی القضاة جہاد شاہلی ۱۸۵۴ء

شیخ الہند  
حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ  
(م - ۱۳۳۹ھ)

قطب عالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم راپوری رحمۃ اللہ (م - ۱۳۳۴ھ)  
قائم مقام امیر تحریک شیخ الحدیث (تحریک ریشمی رومال)

سید المجاہدین، شیخ الاسلام  
حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ  
(م - ۱۳۴۴ھ)

قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالمصطفیٰ راپوری رحمۃ اللہ (م - ۱۳۸۲ھ)  
مُرشد الاعراب و سرپرست تحریک شیخ الحدیث و مدارس دینیہ برصغیر

# پیمانے غزل



# تصویر

۱۹۷۰ء میں خانقاہ عالیہ راتپور (سہارنپور) میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، قلبی تاثرات نظم کی صورت میں ڈھل گئے — (نفیس)

یہ کس کا پر تو نورِ حبیبی ہے!  
یہ کس کی موجِ زلفِ عنبریں ہے  
تصویر میں کوئی پہلو نشیں ہے  
وہ فرخندہ جبیں مسند نشیں ہے  
یہ خاکِ راتپور، اللہ اکبر  
مجھے ہے ذرہ ذرہ طورِ اس کا  
بڑا قیاض ہے وہ شاہِ خوباں  
مزاجِ جانِ جاناں ہم کو معلوم  
نگاہِ عشق کا پسندار ٹوٹا  
فضا میں حُسن ہے، ہر شے حسیں ہے  
مشامِ جاں میں بوئے یاسمیں ہے  
نظر سے دور ہے دل کے قرین ہے  
دلوں کی سلطنت زیرِ نگین ہے  
مری دُنیا یہیں، عُقبیٰ یہیں ہے  
یہ میرے نازنین کی سرزمین ہے  
کُشادہ دل، کُشادہ آستین ہے  
طبیعتِ عشق کی بھی نازنین ہے  
تجھے اے حُسنِ جاناں آفرین ہے



تصوّر ہی میں گم ہو کر نہ رہ جا  
 دلِ ناداں تری منزلِ لقیں ہے  
 مجھے داغِ جدائی دینے والے  
 تری یادوں میں گم جانِ خریں ہے  
 خدا تجھ کو سدا خوش حال رکھے!  
 ترا غمِ حاصلِ دنیا و دین ہے  
 شبِ غمِ دل کی کشتی ہے بھنور میں  
 کہیں اُمید کا ساحل نہیں ہے  
 نگاہِ شوق سے اب کس کو دکھیوں  
 نظر کے سامنے کوئی نہیں ہے

نفیس اُن کے بغیر اب زندگی کیا  
 طبیعتِ سرد، دل اندوگہیں ہے



# نقشِ محبت

ملائک ساآھ ہیں دامنِ سنبھالے  
ہراسے آ رہے ہیں کھلی والے  
اُمنڈ آتے ہیں بادل کالے کالے  
مرا ایمان ساقی کے حوالے  
تجھے، اے وحشتِ دل دینے والے  
دُعائیں دے رہے ہیں دل کے چھالے  
چار آفاق مجھ پر ہو گئے تنگ  
مجھے تو اپنی کھلی میں چھپالے  
مرے ساقی، بتقریب شبِ قدر  
دیے جا آج بھر بھر کے پیالے  
زکوٰۃِ حُسنِ جاناں بٹ رہی ہے  
گداے عشقِ اِفتِمت آزمالے

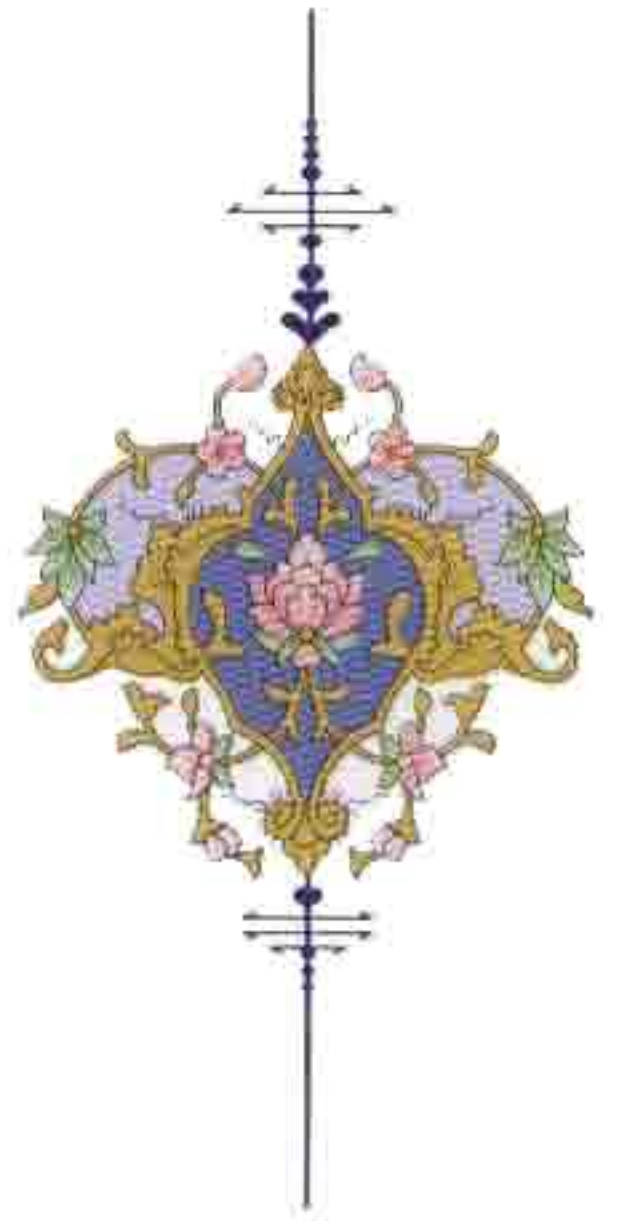




زبے چشمِ فسوں سازِ محبت  
 پرانے کو بھی جو اپنا بنا لے  
 اندھیری شب ہے، رستہ گم ہے لیکن  
 نظر آتے ہیں منزل کے اُجالے  
 بہار آئی ہے، غنچے کھل رہے ہیں  
 مرے دل! تو بھی دو دن مُسکرا لے  
 ٹھہرا لے مرگ، تھوڑی دیر دم لے  
 حیاتِ جاودانی بھی تو آ لے  
 نفیس اُن کی محبتِ نقشِ دل ہے  
 نہ بھولیں گے سہارا نپور والے



(نواح ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء)



# ارمغانِ گلبرگہ

۳۰ دسمبر ۱۹۷۵ء کو بعد نماز عصر گلبرگہ شریف سے حیدرآباد کے لیے سفر شروع کیا۔ بس سوادِ شہر سے نکلی تو فرطِ فراق سے طبیعت بھر آئی۔ بے کلی نے اشعار کی صورت اختیار کی ————— نفیس

گلبرگہ، ترے شام و سحر یاد رہیں گے  
 گزرے ہیں جو باکیف و اثر یاد رہیں گے  
 انوار، وہ تاحسدِ نظر یاد رہیں گے  
 اَسْمَارُ وَہ شب تا بہ سحر یاد رہیں گے  
 فیضانِ محسّد، وہ عنایاتِ یَدِ اللہ<sup>۳</sup>  
 کیا لطف تھے ہنگامِ سفر یاد رہیں گے

۱۔ اَسْمَارُ الْأَسْرَارِ (حدیثِ شب) حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز رحمہ اللہ کی تالیف، اُن کے وارداتِ قلبی کی آئینہ دار۔

۲۔ حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز قدس سرہ صاحبِ روضۃ بزرگ گلبرگہ شریف۔

(المتوفی ۸۲۵ھ)

۳۔ حضرت سید شاہ یَدِ اللہ حسینؒ (نبیرۃ حضرت خواجہ گیسو درازؒ) صاحبِ روضۃ خرد گلبرگہ شریف۔

(المتوفی ۸۵۲ھ)



جو کیسوتے جاناں کی حسیں چھاؤں میں گزرے  
وہ لمحے باندازِ دگر یاد رہیں گے

اے منزلِ پُر شوق تری رہ میں جو آتے  
وہ شہر، وہ قریے، وہ نگر یاد رہیں گے

ہے خاک تری سُرمۂ اربابِ بصیرت  
کنکر ہیں ترے لعل و گہر، یاد رہیں گے

اے خواجہ نگر! دیدہ و دل تجھ پہ نچھاور  
مجھ کو ترے اُجڑے ہوتے گھر یاد رہیں گے

اے جانِ وطن تجھ سے میں گو دور رہوں گا  
نقشے ترے ہر آن مگر یاد رہیں گے

تڑپائے گی لاہور میں رہ رہ کے تری یاد  
جلوے ترے با دیدۂ تر یاد رہیں گے



اے شاہدِ عشاقِ دکن ، شہرِ نگاراں  
کیا تجھ کو بھی ہم خاک بہ سرِ یاد رہیں گے؟  
بھولے ہیں نہ بھولیں گے نفیسِ اہلِ محبت  
کچھ اہلِ دل و اہلِ نظر یاد رہیں گے

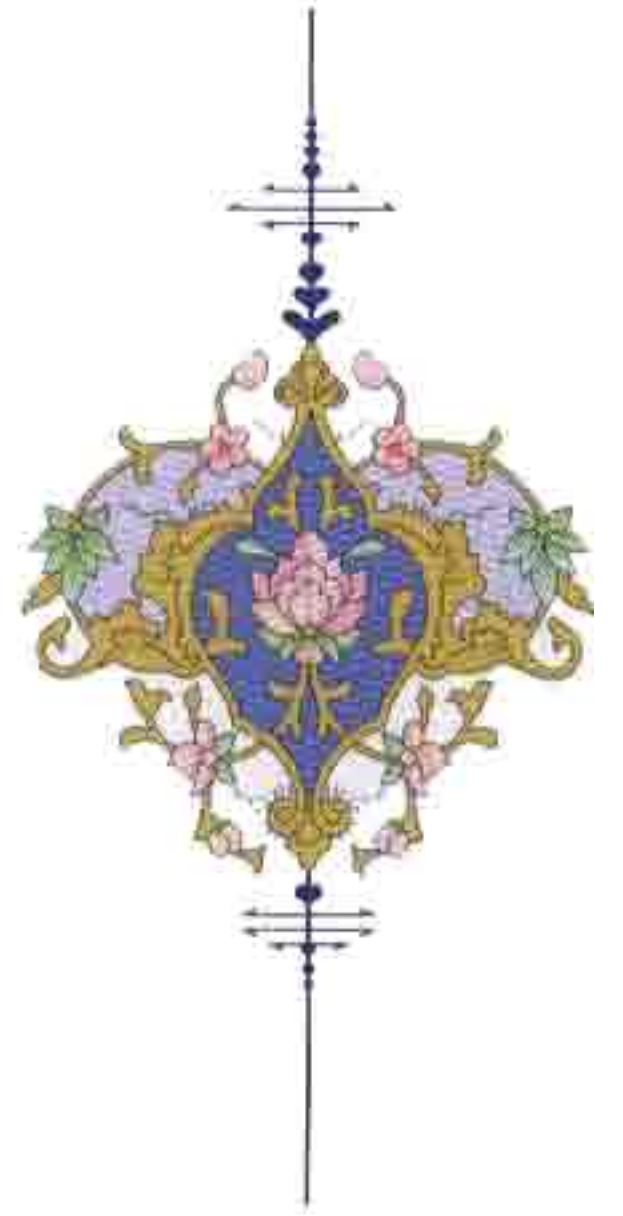


۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ





جس تصوّف میں خود نمائی ہے  
وہ عبادت نہیں حُدا تئی ہے  
وہ سزاوارِ پارِ سائی ہے  
جس کی فطرت میں بے ریائی ہے  
کچھ جو میری سمجھ میں آتی ہے  
زندگی موت کی دُہائی ہے  
آخر کار بس حُدا تئی ہے  
دوستو! زندگی پُرا تئی ہے  
قیدِ ہستی سے جو رہائی ہے  
خیرِ مہتمم کو مرگ آتی ہے



رُوزِ اَوَّلِ سے جانتا ہوں انھیں

اُن سے دیرینہ آشنائی ہے

اللہ اللہ، حَالِقِ وَمَخْلُوقِ

صِغْرِ سے نسبتِ اکائی ہے

ہمیں تیرا نشانِ ملے نہ ملے

آرزوئے سِشکتہ پائی ہے

سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی سے بھی گزرے (صلی اللہ علیہ وسلم)

اللہ اللہ کیا رسائی ہے

غم وہ تحریر ہے محبت کی

خُونِ دِلِ جِس کی روشنائی ہے

ہائے اُس بے نیاز کی دُنیا

جِس میں مُرود کی حُمدائی ہے

تنگِ اَسْلَافِ ہوں ، معاذ اللہ

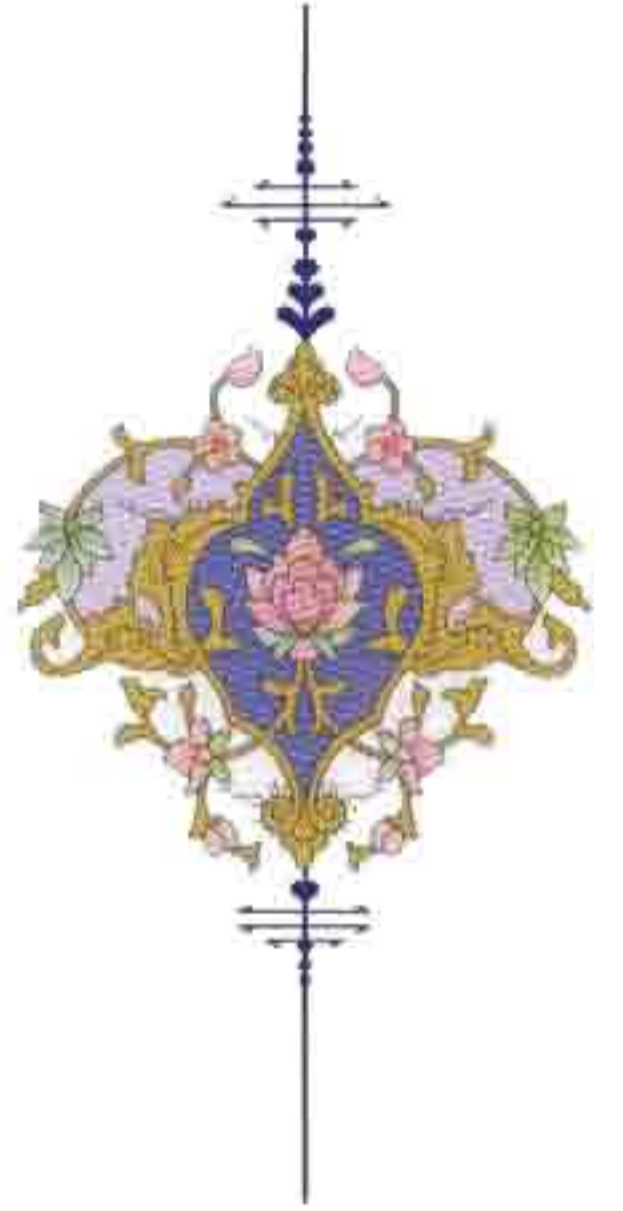
توبہ توبہ یہ بے وِثائی ہے



جو بُرائی ہے میری اپنی ہے  
اُن کا صدقہ ہے جو بھلاتی ہے

دل کے ساغر سے پی رہا ہوں نفیس  
وہ جو شرب سے کھنچ کے آتی ہے

○  
(نواح ۶۱۹۵۷)





وہ دل کہ دیر سے تھا پریشان آرزو  
آج اپنے شوق میں ہے غزلنحوان آرزو  
اللہ کے کرم سے ہے اُمید کی خلش  
اس کی نظر ہے سلسلہ جُنبان آرزو  
ہر حسرتِ حیات کو تکین مل گئی  
شکرِ خدا نکل گئے ارمان آرزو  
اے گل فروش تیری بہاروں کی خیر ہو  
جو بن پہ ہے بہارِ گلستان آرزو  
پھولوں سے لگ گئی ہیں مُقَدَّر کی ڈالیاں  
پڑ ہے گل مُراد سے دامن آرزو



اُبھرا ہے آسمانِ تمنا پہ ماہتاب  
 رقصاں ہے چاندنی میں شبستانِ آرزو  
 دل کا قرار، رُوح کی ٹھنڈک، نظر کا شوق  
 کتنے شگفتہ رنگ ہیں عنوانِ آرزو  
 اے وہ کہ تیرے دم سے ہے ہر خواہش جیتا  
 اے وہ کہ تیرا غم ہے رگِ جانِ آرزو  
 تیرا نفسِ نفس ہے دل و جان سے عزیز  
 تیری حیات ہے سروِ سامانِ آرزو  
 اب تیری آرزو کے سوا آرزو نہیں  
 تو جانِ آرزو ہے تو ایمانِ آرزو

۶۱۹۵۵-۵۲



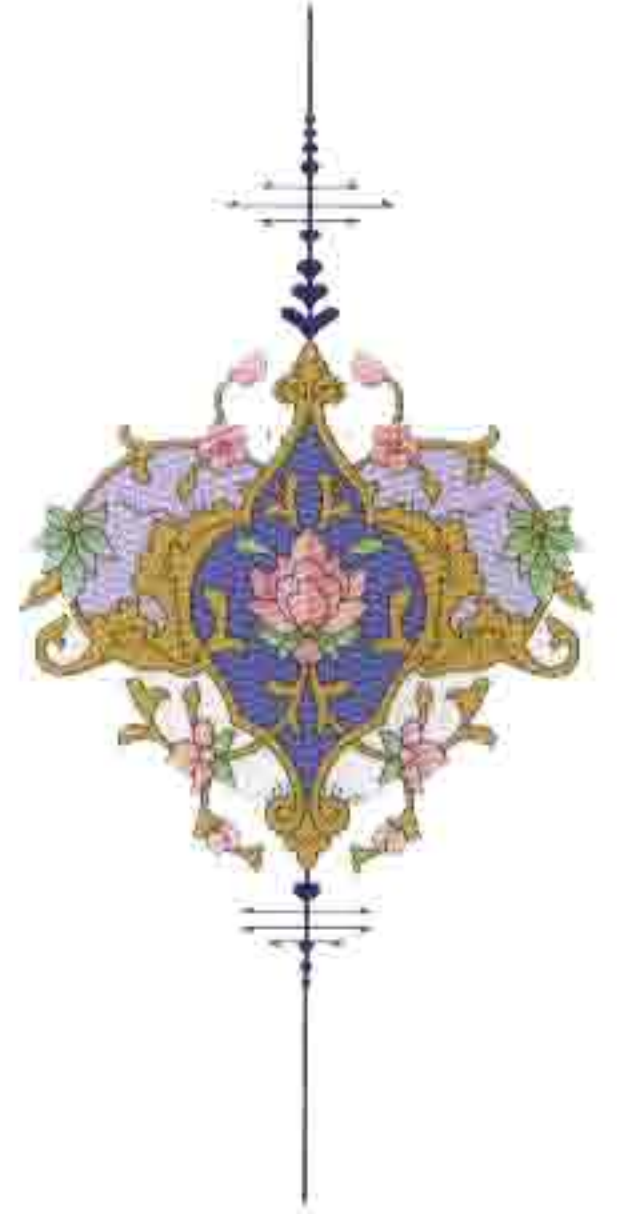


ہم ہیں اور شوقِ بزمِ آرائی  
وہ ہیں اور آرزوئے تنہائی  
موسمِ گل کا منتظر نہ کر  
اے مرے ذوقِ بادہ پیمائی  
زیست ہے اور غمِ زمانے کے  
میں ہوں اور لذتِ شکیبائی  
عبدالقادر ولی بیکتائی  
سیدی، مُرشدی و مولائی

۱۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبِ راپوری نور اللہ مرقدہ۔ قیامِ پاکستان کے بعد تقریباً ہر سال  
راتے پور (بھارت) سے متوسلین کی تربیت کے لیے پاکستان تشریف لاتے رہے اور کئی کئی ماہ  
لاہور و فیصل آباد میں مقیم رہے، ان سے لاکھوں بندگانِ خدا فیضیاب ہوتے رہے۔  
تفصیلی حالات سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی تصنیف ”سوانح حضرت عبدالقادر صاحبِ راپوری“  
میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)

دونوں عالم ہیں ایک گوشے میں  
اللہ اللہ! دل کی پہنائی  
سُن رہا ہوں بہ گوشِ ہوشِ نفیس  
قلب ہے مجھِ نغمہ پیرائی

(۶۱۹۵۹/ھ۱۳۷۹-۷۸)





○  
بیمار ہو گئے بڑے بیاب ہو گئے  
جب تم نظر پڑے تو شفا یاب ہو گئے  
ساقی! تری نظر پہ مری زندگی نثار  
تیرے فیوض رُوکش پنجاب ہو گئے  
تابِ جبیں سے بہ گئے سیلابِ نور میں  
تیری نظر سے غرقِ فتناب ہو گئے  
صحرا جو راستے میں پڑے گرد ہو گئے  
دِریا جو آتے سامنے پایاب ہو گئے

لہ ساقی : حضرت مولانا شاہ عبدالقادر راتپوری رحمہ اللہ

وہ جن کے دم سے جنسِ وفا تھی گراں بہا  
وہ لوگ بزمِ دہر سے نایاب ہو گئے  
ضربِ المثل تھیں جن کی بلا نوشیاں نفیس  
ساقی کے دردِ جام سے سیراب ہو گئے

۵۷-۱۹۶۲ء

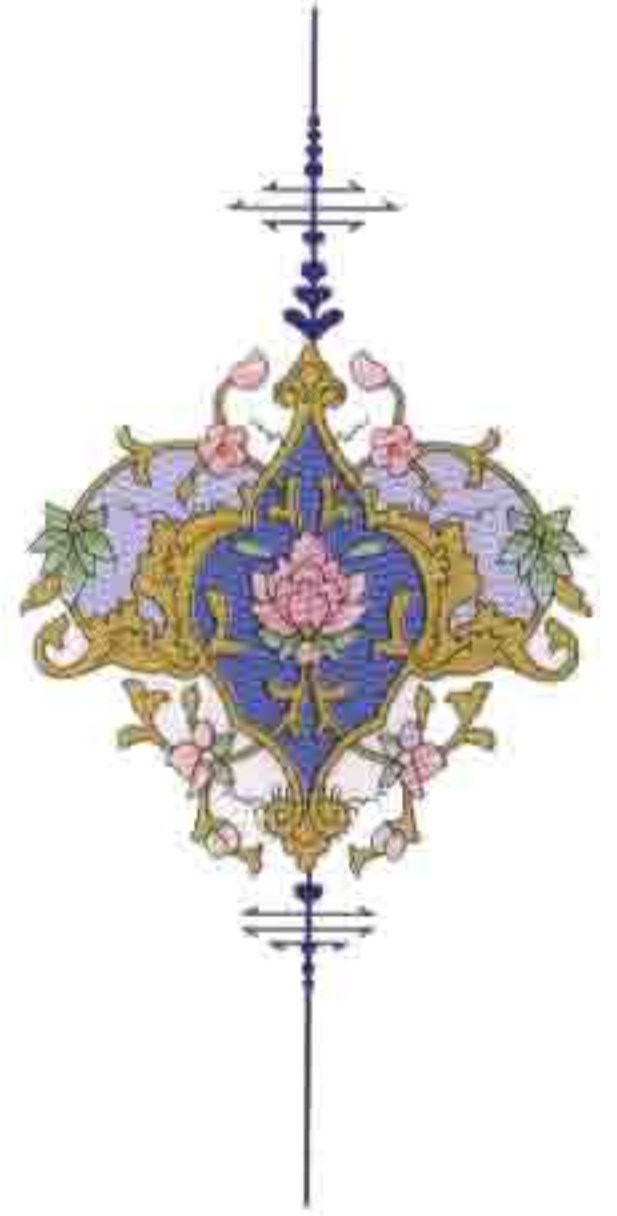




کیوں شکوہِ غم اے دلِ ناشاد کرے ہے  
اک غم ہی تو ہے جو تجھے آباد کرے ہے  
صیاد یہ کیا کیا ستم ایجاب کرے ہے  
اب سارے گلستاں ہی کو برباد کرے ہے  
کس حال میں اب ہائے وہ آزاد کرے ہے  
دلِ قید سے چھٹتے ہوئے فریاد کرے ہے  
یہ عشق تو ہر حال میں راضی برضا ہے  
اب جو بھی ترا حُسنِ خدا داد کرے ہے  
دلِ محوِ محبت ہے اسے کچھ نہیں پروا  
آباد کرے کوئی کہ برباد کرے ہے

پوے ہے وہی عشق سر اسرازمی عالم  
 جس عشق پہ وہ حُسنِ ازل صاد کرے ہے  
 ہاں ساقی کوثر سے صبا عرض یہ کرنا  
 اک زندہ سیہ مست بہت یاد کرے ہے  
 یہ عاشق بے نام ہے مشتاق زیارت  
 دن رات ترے ہجر میں فریاد کرے ہے  
 درویشِ زبوں حال ہے اے جانِ دو عالم  
 ٹوٹے ہوئے دل سے جو تجھے یاد کرے ہے  
 اے بادِ صبا راہ تری دیکھ رہا ہوں  
 اب آ کے سنا جو بھی وہ ارشاد کرے ہے  
 رہتا ہے نفیس ان دنوں اربابِ جنوں میں  
 دیوانہ ہے، رسوائی اجساد کرے ہے

(۱۳۸۹ھ / ۱۹۷۰ء)  
 سہارنپور (یوپی، بھارت)





○

اے دوست جب سے وقفِ خرابات ہو گئی  
عمر عزیز کتنی خوش اوقات ہو گئی  
ساقی نے اپنی ذات میں مجھ کو سمولیا  
میری حیاتِ مسیتِ مے ذات ہو گئی  
دل پر پڑا جو پرتوِ حُسن و جمالِ دوست  
جاری زباں پہ حمد و مناجات ہو گئی  
صبحِ ازل چلا تھا میں اُن کی تلاش میں  
شامِ ابد کے بعد ملاقات ہو گئی  
پو پھٹ رہی تھی محوِ نثارہ تھے ہم، مگر



سُورج کے اِنظنار ہی میں رات ہو گئی  
 فکرِ سلیم، ذوقِ نظر، ہمتِ بلند  
 ہر چیز نذرِ گردشِ حالات ہو گئی  
 اربابِ ہوش اپنا سامنہ لے کے رہ گئے  
 جوشِ جنوں میں مجھ سے کوئی بات ہو گئی  
 شعر و سخن میں اب وہ کہاں منکر و آگہی  
 اب شاعری ہجومِ خیالات ہو گئی  
 جب بھی نفیس آتی ہے اُس جانِ جاں کی یاد  
 روئی کچھ ایسے آنکھ کہ برسات ہو گئی

۱۶ ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ  
 سہارنپور (بھارت)  
 ۱۲ جنوری ۱۹۷۱ء





○

آج رُوزِ سعید ہے ساقی  
لاصبوحی، کہ عید ہے ساقی  
دوستوں کا فِراق لاتی ہے  
عید، عنم کی نوید ہے ساقی  
رُوتے جاناں کو ڈھونڈتی ہے نگاہ  
حسرتِ باز دید ہے ساقی  
نا اُمیدی سے کیا ہمیں نسبت  
تُو ہماری اُمید ہے ساقی  
زاہدِ خود پسند کیا جانے  
وقت کا با یزید ہے ساقی

اللہ اللہ! فریدِ ثانی ہے  
 یعنی سردِ فرید ہے ساقی  
 وہ میرے قلب میں فروکش ہیں  
 اُن سے گفت و شنید ہے ساقی  
 میکشانِ السّت وجد میں ہیں  
 شورِ ہلّ منّ فرید ہے ساقی  
 نحن اقرب الیہ کی دُھن پر  
 رقصِ حبّیل الوریڈ ہے ساقی  
 عشق کی دسترس سے دُور نہیں  
 عقل سے جو بعید ہے ساقی  
 عہدِ حاضر میں اہل حق کا امام  
 سید احمد شہید ہے ساقی



صُبحِ نو کی شَفَق کو غور سے دیکھ  
رنگِ خُونِ شہید ہے ساقی  
سوچ ، کیا وقت کا تقاضا ہے  
دیکھ دُورِ جَدید ہے ساقی  
لوگ کہتے ہیں جس کو شاہِ نَفِیس  
تیرا ادنیٰ مُرید ہے ساقی

(محرم ۱۳۹۳ھ / ۶۱۹۷۳ء)



○  
 آرزو ہے کہ خاک ہو جاؤں  
 خاک میں مل کے پاک ہو جاؤں  
 یوں ترے لطف کی نسیم چلے  
 مثل گل چاک چاک ہو جاؤں

۶۱۹۵۵-۵۰

سکر دو کے دشت و جبال اللہ اللہ!  
 زہے قدرتِ ذوالجلال اللہ اللہ!  
 زباں پر ہے بے اختیار اسے نفیس  
 حدیث ”یحبُّ الجمال“ اللہ اللہ!

○  
 صفر المنظر ۱۴۱۷ھ / جولائی ۱۹۹۶ء  
 سکر دو، وادی شکر بلتستان

# تکملہ شجرۂ قادریہ قمیصیہ رحمۃ امدادیہ

بمولا رشید احمد محدث      نگر دو قلب باعصیاں ملوث  
 بنام آنکہ او عبد الرحیم است      مرا امید جناتِ نعیم است  
 بہ عبد القادر قطبِ زمانہ      مرا وہ درد و سوزِ عاشقانہ

نفیسِ بے نوا محو دعا ہست  
 ہم اظہارِ احمدِ مسکینِ ادا ہست  
 رضائے خویش یا مولا عطا کن  
 زدامِ نفس ہر دورا رہا کن

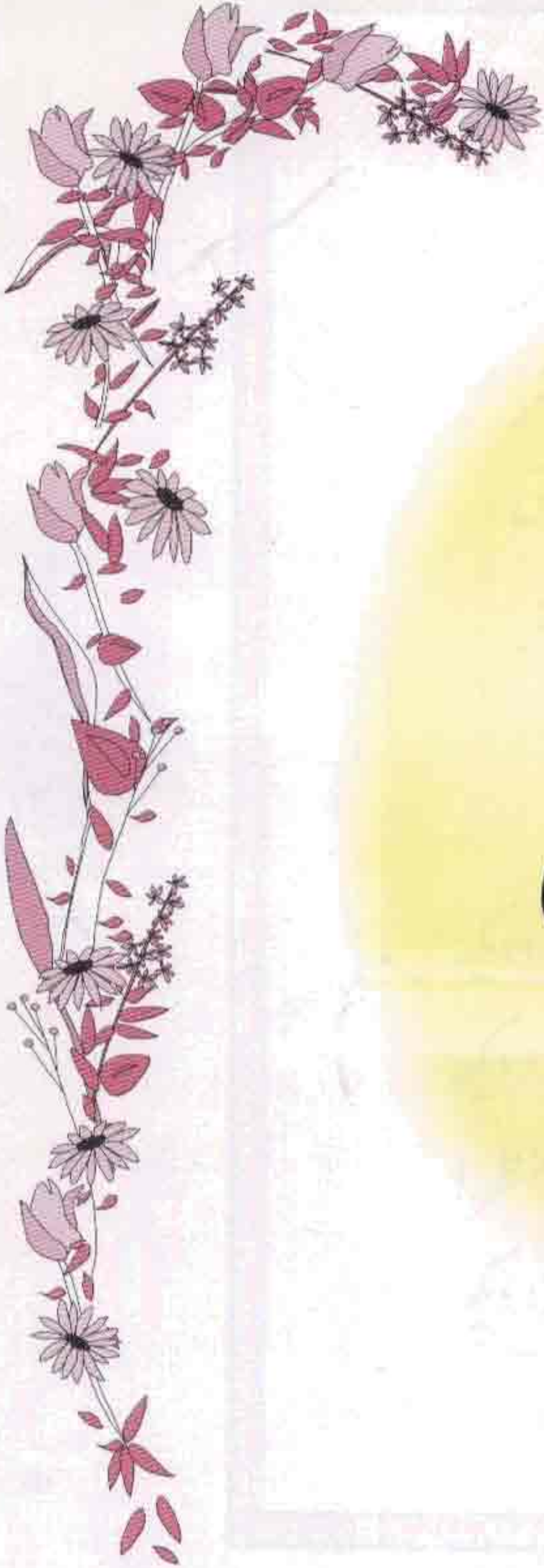
۲۱ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

۲۰ مارچ ۱۹۷۹ء

اے شیخ العرب و العجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کے تالیف کردہ منظوم شجرۂ قادریہ قمیصیہ (مشمولہ "کلیاتِ امدادیہ") میں مرتب کترین کی درخواست پر حضرت اقدس تید نفیسِ محسنی مدظلہ العالی نے ان اشعار کا اضافہ فرمایا اور کرم بالائے کرم اپنے اس حقیر خادم کا نام بھی شجرہ کے تتمہ میں منظوم فرمایا۔ (مرتب)



سیر





برطانیہ اچھا نہ فرنگی بہتر  
لندن سے کراچی کا کونگی بہتر  
واللہ میرا اس پہ یقین ہے کہ نفیس  
گورے سے مرے ملک کا بھنگی بہتر

کراچی ۱۹۹۷ء



”مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ“  
پھر سر سے گزرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ  
ہر روز سبق دیتا ہے عبرت کا یہ منظر!  
مغرب میں اُترتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

۱۹۹۸ء (گلاسگو سے برنگم کی طرف آتے ہوئے کھی)

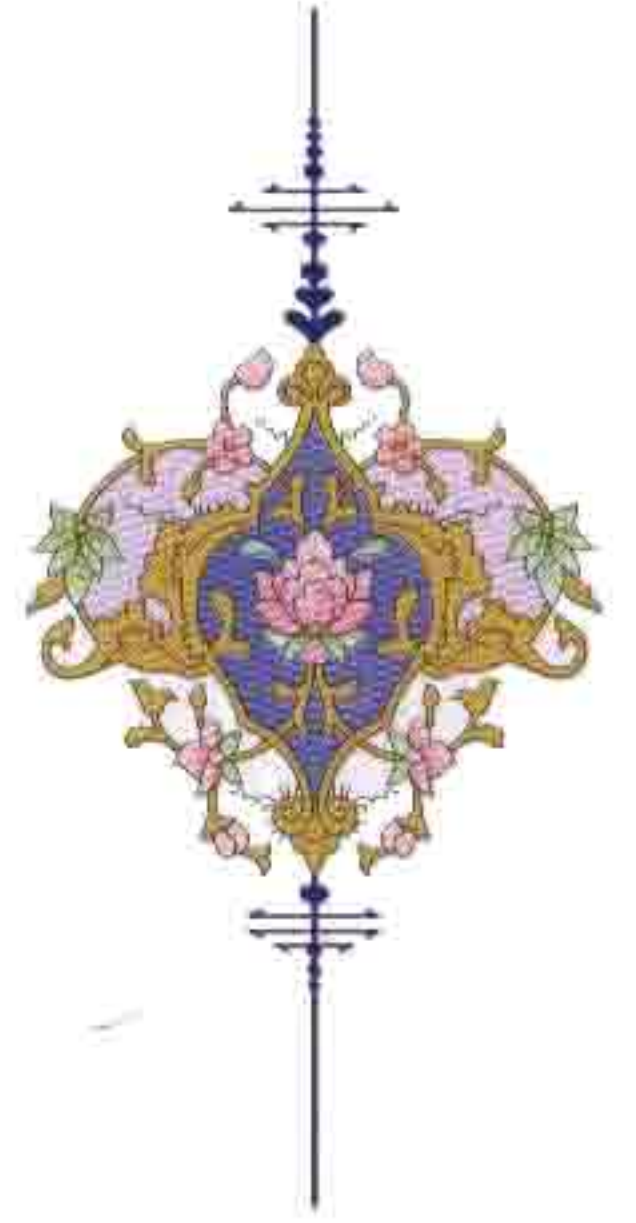




# ظالم بُش

بُش فرنگی ، وہ صدرِ امریکہ  
ظالم و بدقماش ، مسلمِ گمش  
اس قدر ڈھائے اُس نے ظلم و ستم  
پڑ گیا نام اُس کا ”ظالم بُش“

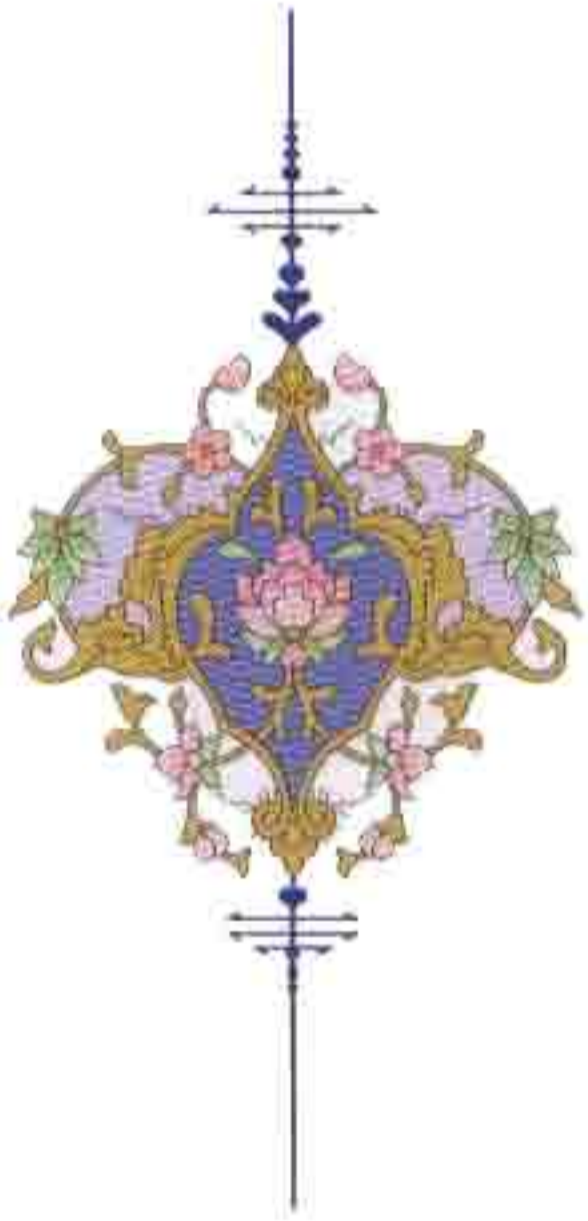
ظالم بُش، صدرِ امریکہ، دیگر سامراجی قوتوں کے ہمراہ افغانستان کی اسلامی امارت پر ستمبر ۲۰۰۱ء میں حملہ آور ہوا اور بربریت کی انتہا کر دی، ظلم و ستم میں بلاکوں کو مات کر دیا۔ امیر المؤمنین ملا محمد عمر حفظہ اللہ تعالیٰ، سربراہ اسلامی امارت افغانستان اور مجاہد اسلام اسامہ بن لادن کو کچلنے کے لئے ظالمانہ بمباری میں ”ڈیزیز کٹر“ اور ”کلسٹر“ جیسے خطرناک بم استعمال کئے جس سے ہزاروں معصوم افغان سہجے، خواتین اور مرد شہید ہو گئے۔



## بُشِ دَرِنْدَه

بُشِ دَرِنْدَه ہے ، یہ حقیقت ہے  
بُشِ عَشِنْدَه ہے ، یہ حقیقت ہے  
حملہ آور ہوا ، مگر مَلا  
پھر بھی زندہ ہے ، یہ حقیقت ہے

(۸ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ / ۲۴ نومبر ۲۰۰۱ء)



نمی دارند جُز ذوقِ مَحَبَّتِ عاشقانِ دَرِ دِل  
 جفائے دُشمنانِ بَرَسَر، وفائے دوستانِ دَرِ دِل  
 دِل و جانمِ خریدی، شکرِ تو، قیمتِ مِپُرسِ از مَن  
 دِل و جانمِ فدائے تو، حسابِ دوستانِ دَرِ دِل

(نوارح ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء)



کہاں دُنیا کے فرزانے گئے ہیں  
 جہاں تک دیں کے دیوانے گئے ہیں  
 یہ دورِ ابتلا استغفر اللہ!  
 بہت سے دوست پہچانے گئے ہیں

جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ / ستمبر ۲۰۰۱ء



# کبھی نہ بھولیں گی

منیٰ کی چاندنی راتیں کبھی نہ بھولیں گی  
وہ تانگاہِ قناتیں کبھی نہ بھولیں گی  
بوادیِ عرفات و سوادِ مُزدلفہ  
نیاز و راز کی باتیں کبھی نہ بھولیں گی



(منیٰ : ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ / مارچ ۲۰۰۰ء)



شہ بغداد اور محمد اللہ تعالیٰ

زبدہ آلِ نبیؐ حضرت عبد القادرؒ

فخر اولادِ علیؑ حضرت عبد القادرؒ

اولیا باجگزارِ شہ بغداد سہمہ

تاجدارِ حسنی حضرت عبد القادرؒ

سید مجبور محمد اللہ تعالیٰ

سید مجبور از آلِ رسول ﷺ

نورِ چشمِ مرنقیضیؒ، نعتِ بتولؑ

قطبِ لاہور و امامِ اہلِ ہند

روشن از وے صبح و شامِ اہلِ ہند

۱۳ ذیقعد ۱۳۲۲ھ

۲۸ جنوری ۲۰۰۲ء

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ



# مُجَدِّدِ الْفِ ثَانِي رَحْمَةُ اللهِ الْعَالَمَاتِ

مُجَدِّدِ الْفِ ثَانِي، قَلْبِ آفَاقِ

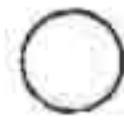
زَبِي مَسَدِ نَشِينِ بَزْمِ عَشَاقِ

اَزُو تَجْدِيدِ دِينِ مَصْطَلَحِ كَثْتِ

جِهَانِ تِيرِه رُوشَنِ بَرْمَلَا كَثْتِ

۱۳ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

۲۸ جنوری ۲۰۰۲ء



## ارمغانِ نفیس

دیدہ و قلب و روح و جانِ نفیس  
ہست ہر چیزِ زیبِ خوانِ نفیس  
اے عزیزانِ من ! قبولِ کنید  
”برگِ گل“ بہت ارمغانِ نفیس



۷ رجب ۱۳۲۲ھ

۲۵ ستمبر ۲۰۰۱ء

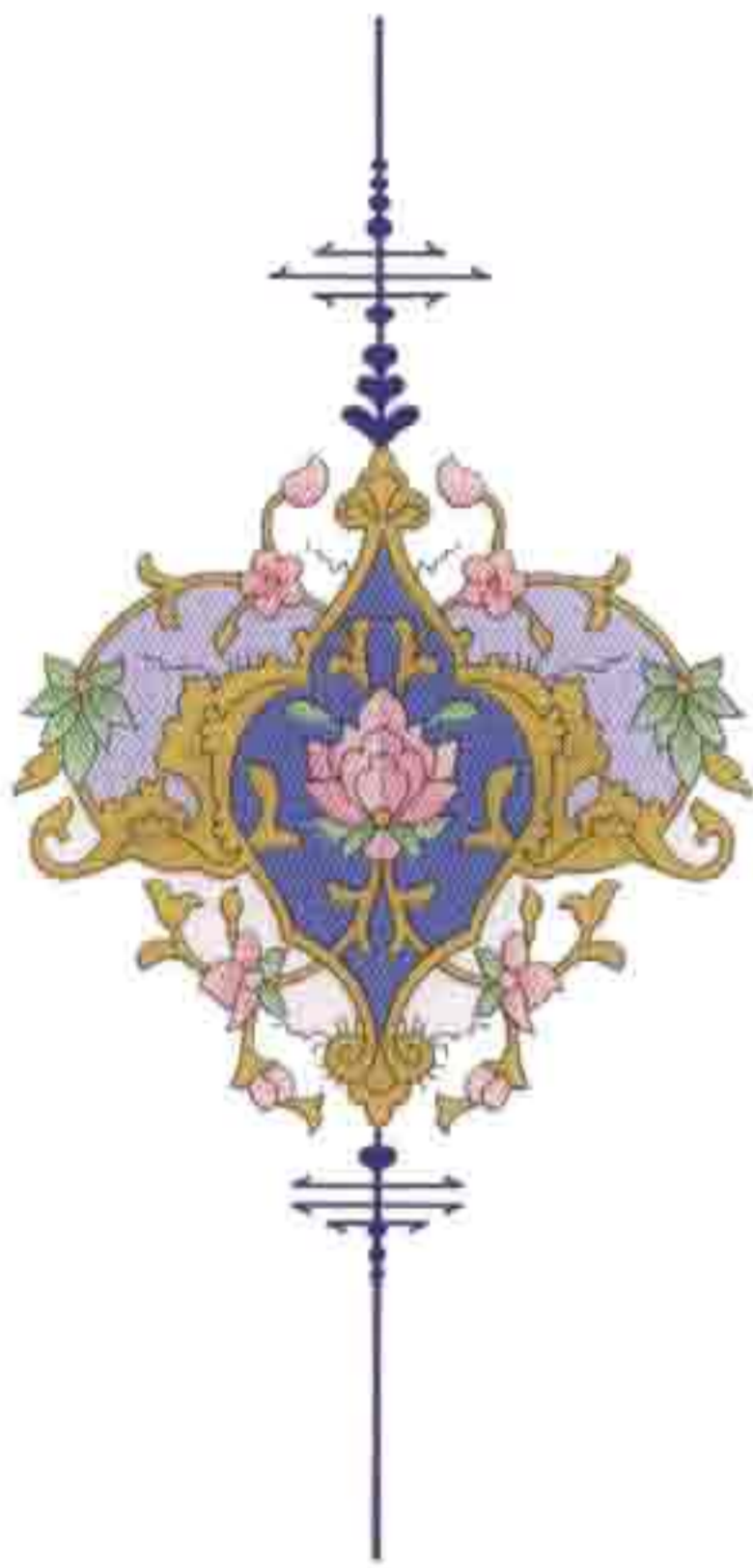




صبر و تقویٰ







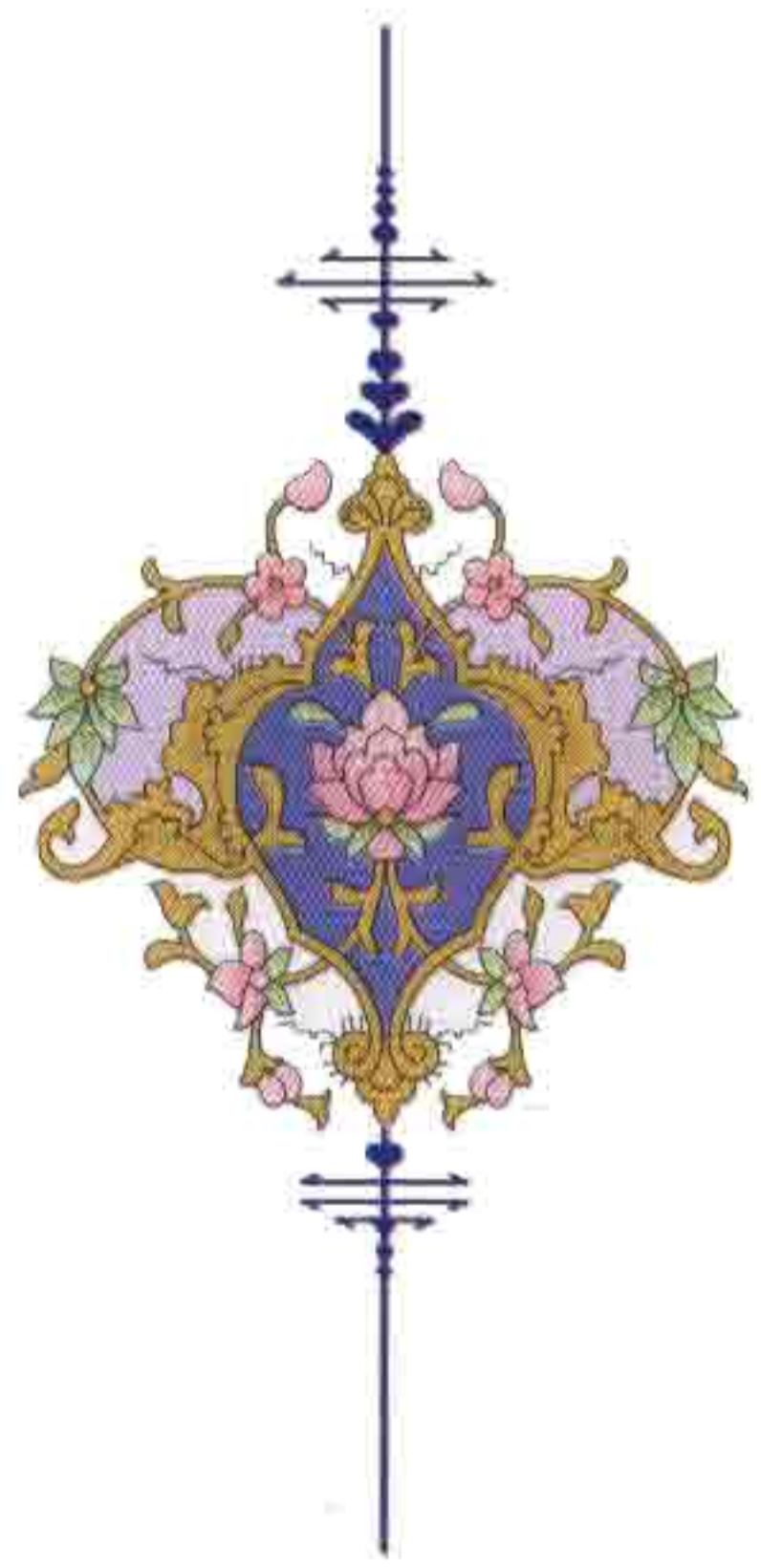
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

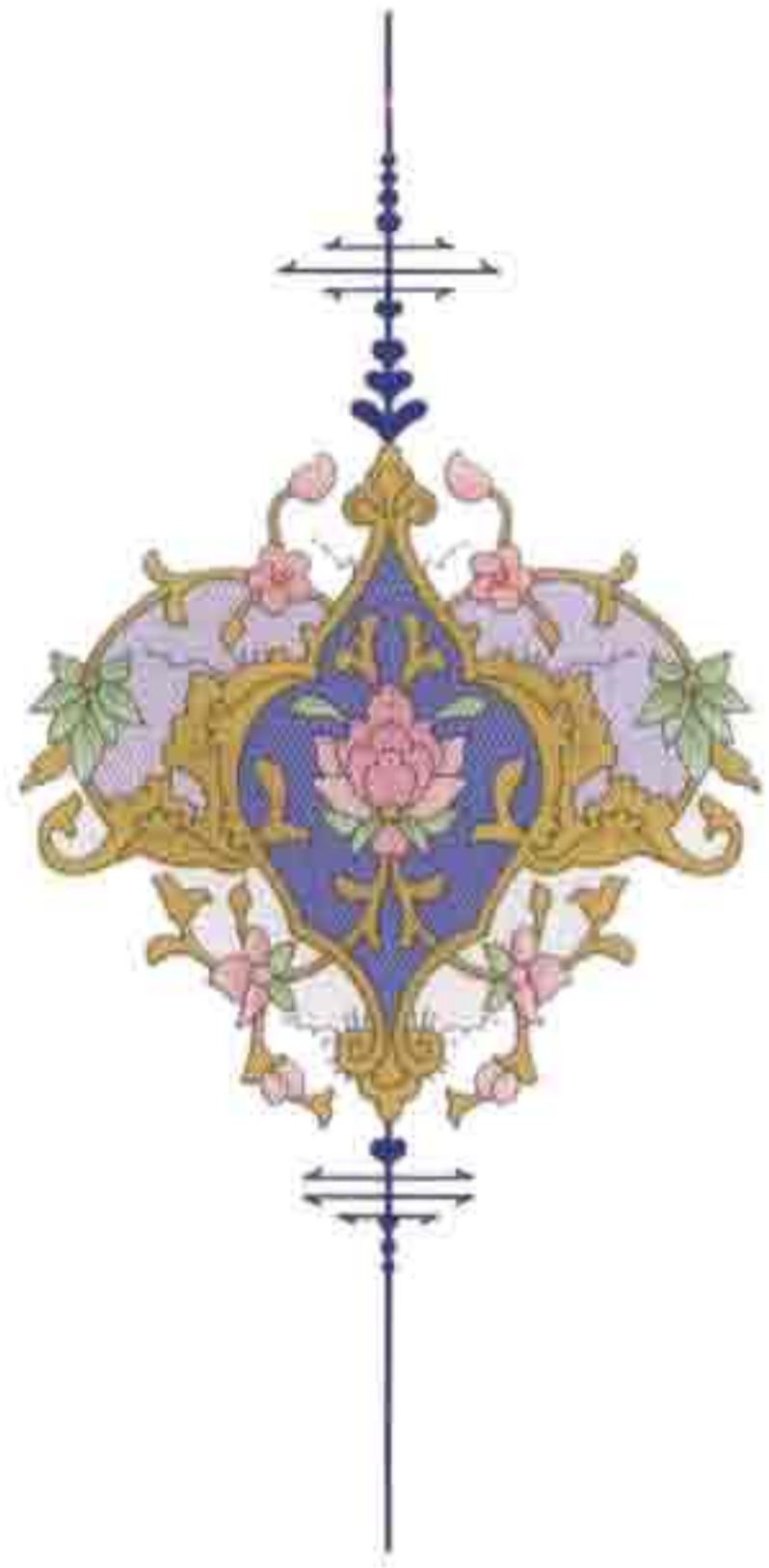
حَدِيث : ۱۲ اسوال اللام

سُورَةُ الْفَاتِحَةِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
 الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ  
 إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ  
 اهْدِنَا  
 الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ  
 صِرَاطَ الَّذِينَ  
 أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ  
 غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ  
 وَلَا الضَّالِّينَ

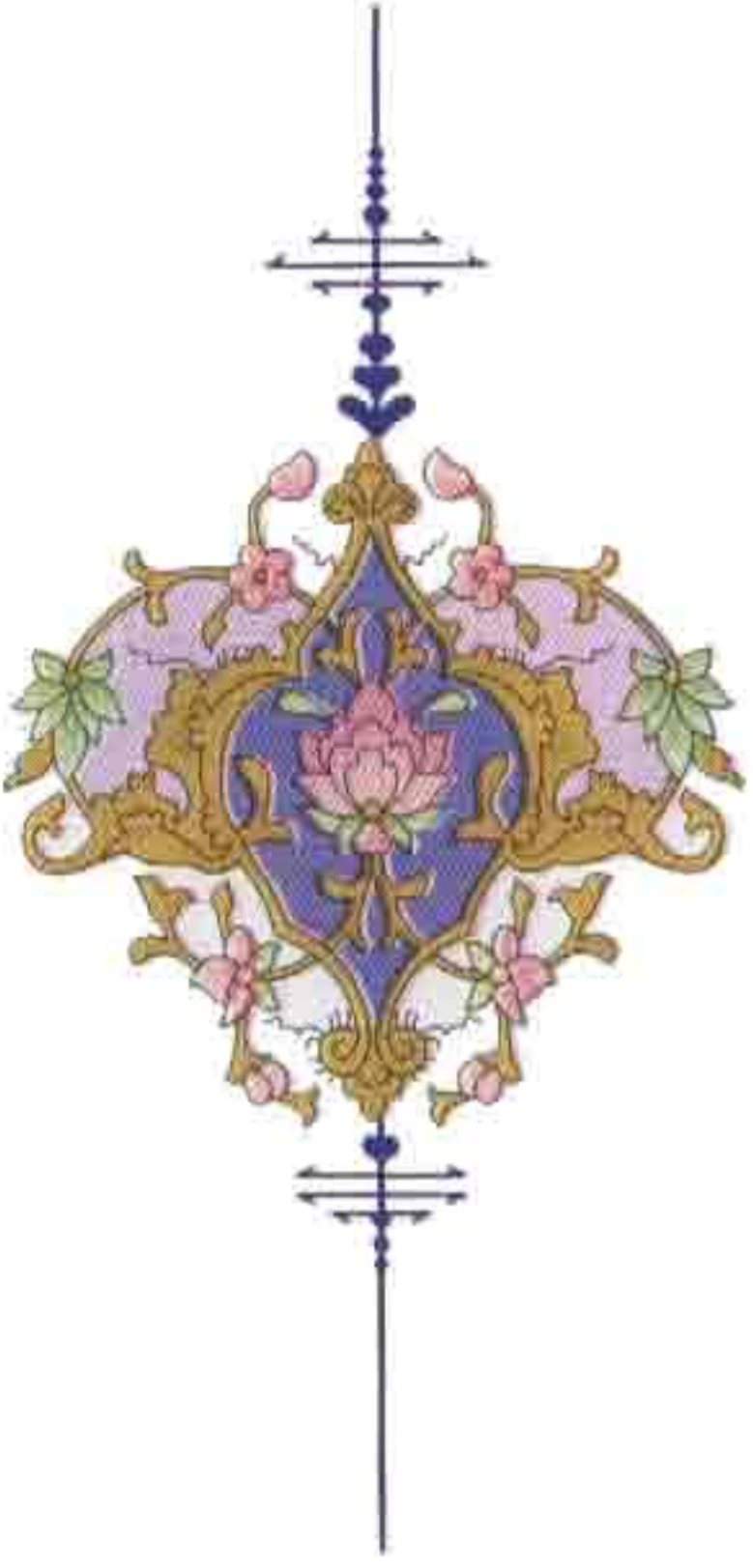
كُتِبَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فِي رَجَبِ سَنَةِ ١٤٠٩  
 ٢٢ شَوَّالِ ١٤٠٩





وَقَدْ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ  
وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهِمْ وَاقْتِرَابَتِهِمْ أَعْيَنَ  
وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهِمْ وَاقْتِرَابَتِهِمْ أَعْيَنَ  
وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهِمْ وَاقْتِرَابَتِهِمْ أَعْيَنَ





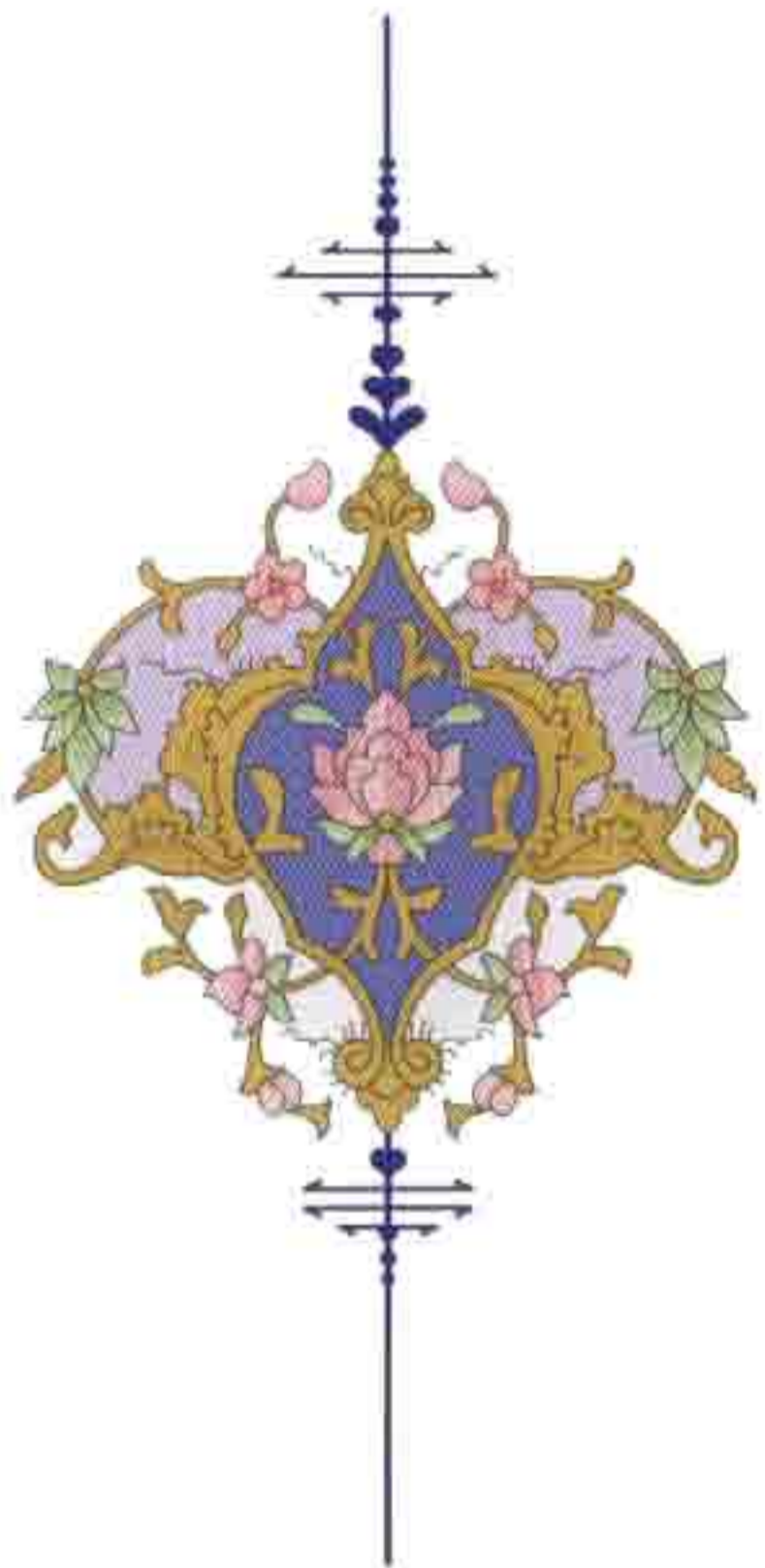
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَقَدْ عَلِمْتُمُ أَنَّ  
 الْفِتْرَةَ لَكُمْ كَمَا  
 كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ  
 فَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي  
 تَعْلَمُونَ أَنَّكُمْ  
 عَلَيْهِ كُنْتُمْ  
 مَعْلُومِينَ

۷۔ اللہ کے نام سے پڑھو اور تم کو پتہ ہے کہ تم پر کیا کیا گیا۔

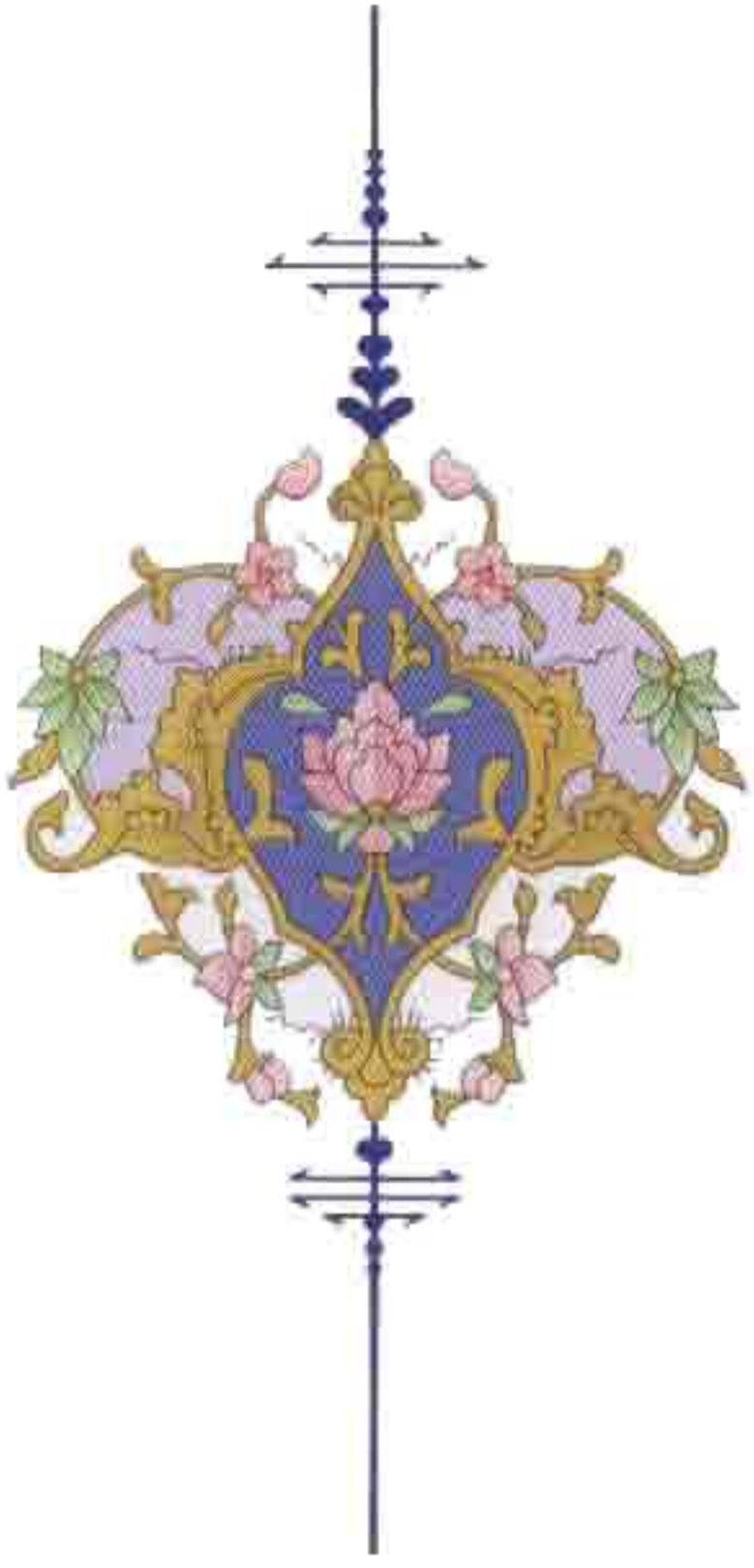
القرآن الحکیم العملہ: ۱۲۳

ترجمہ: اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ نے تم کو پتہ کیا کہ تم پر کیا کیا گیا۔



وَالْبَقِيَّةُ الصَّالِحَاتِ وَخَيْرُ عُقَدٍ وَرَحْمَةٌ  
وَكَرَامَةٌ ۝

۱۴۱ھ  
وَالْبَقِيَّةُ الصَّالِحَاتِ وَخَيْرُ عُقَدٍ وَرَحْمَةٌ  
وَكَرَامَةٌ ۝



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَلَا يَرْجُوا  
وَاللَّهِ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مِنْ مَلَأَ الْوَسْطَانَ  
مِنْ الْفَرَاقِ

كتاب الفقه في تفسير الكافي عن الأئمة الزهراء

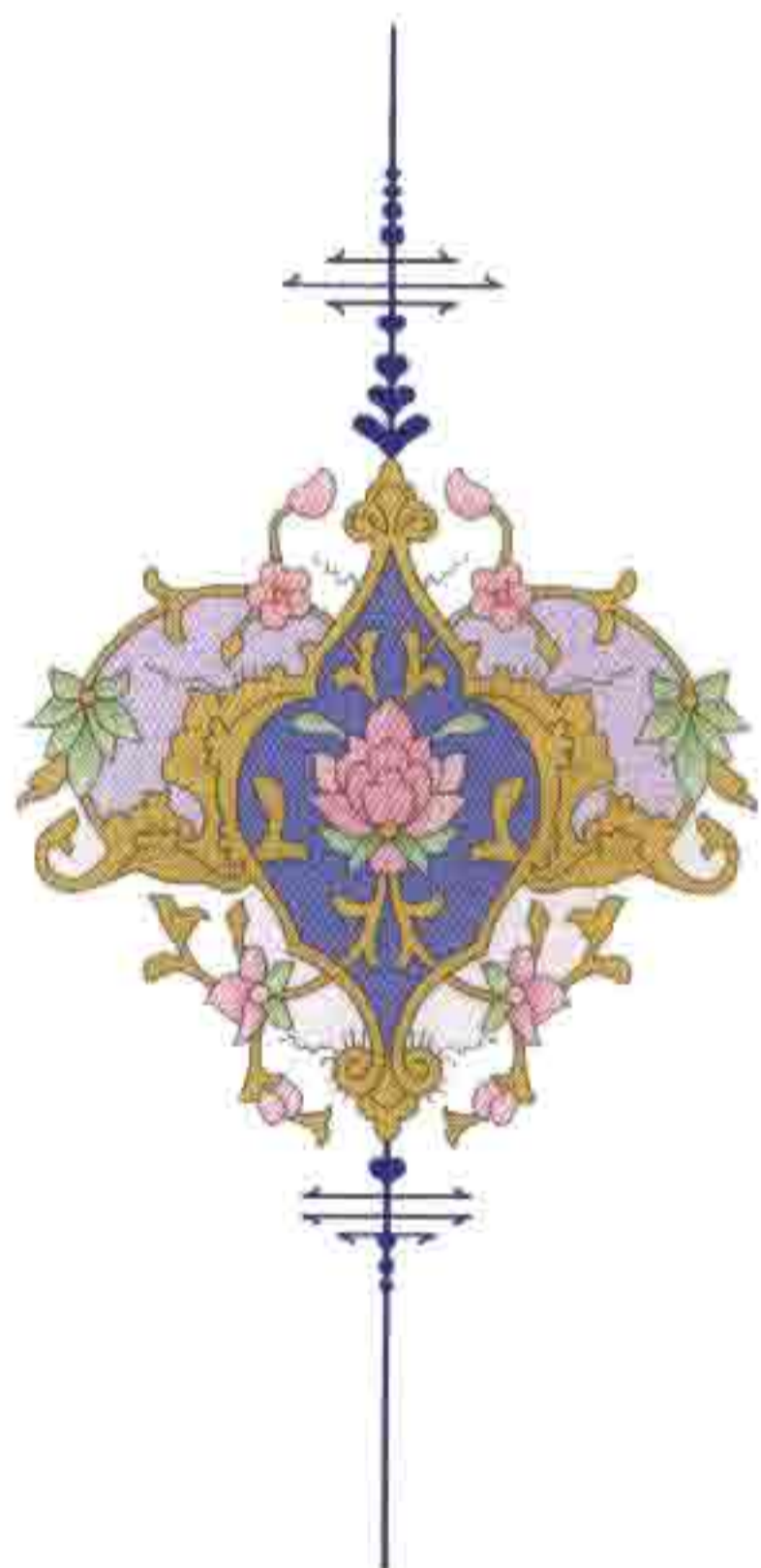




بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

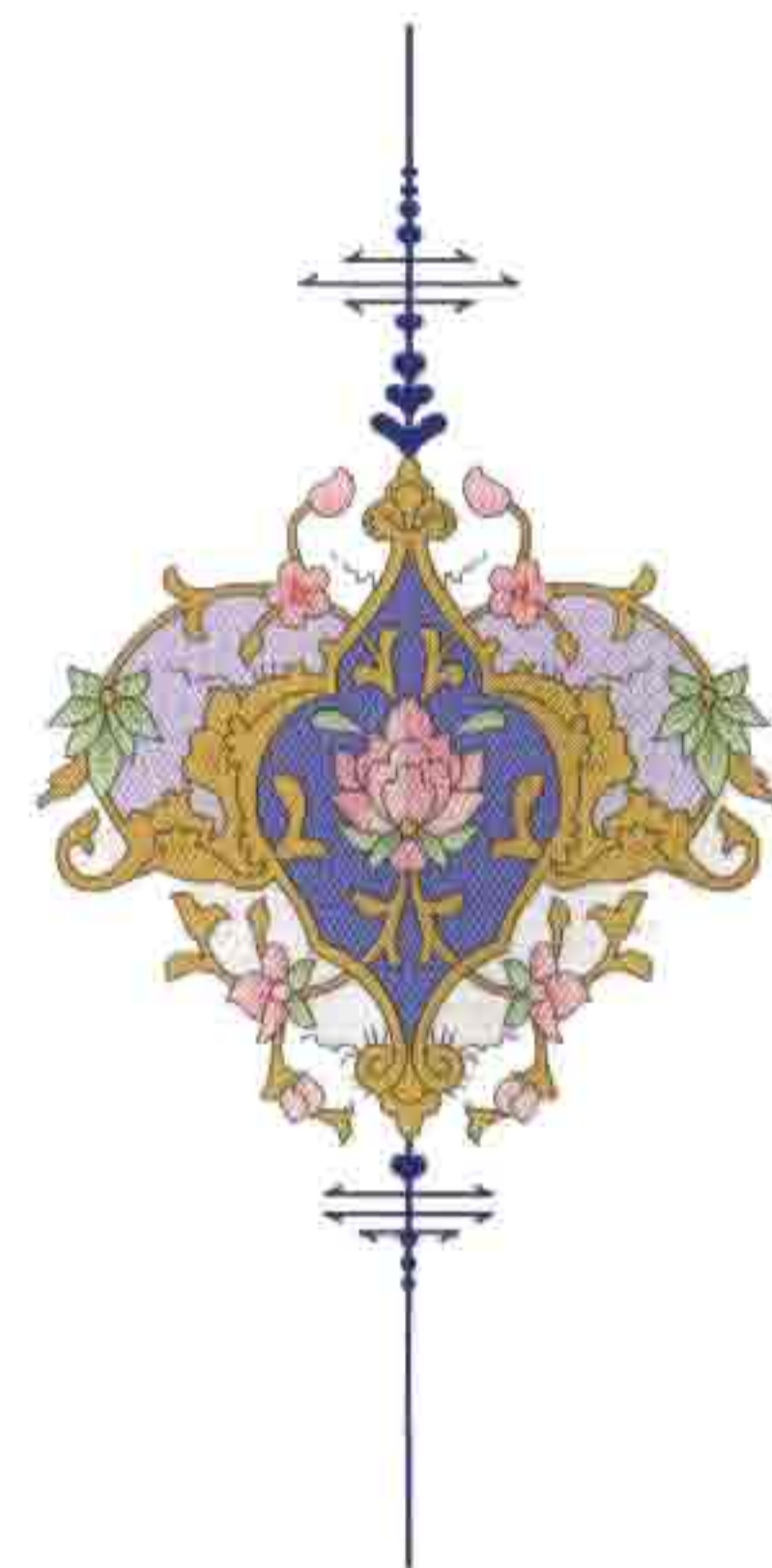
وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ الْكِتَابَ بِالْحِكْمَةِ وَعَلَيْكَ

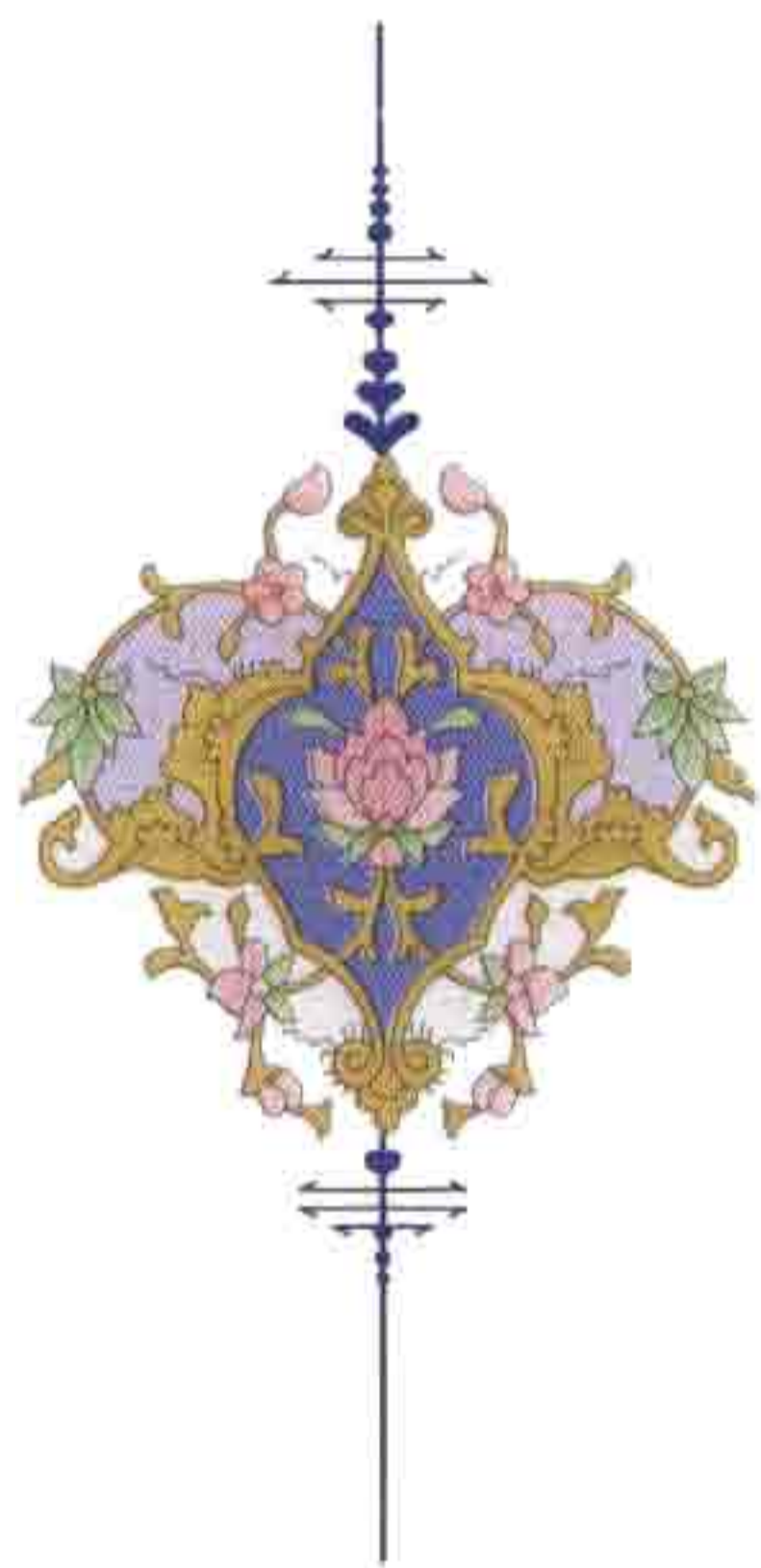
وَالْآخِرَةُ حَتَّىٰ تُرِيدَ مِنْ أَتَقَىٰ صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمَ





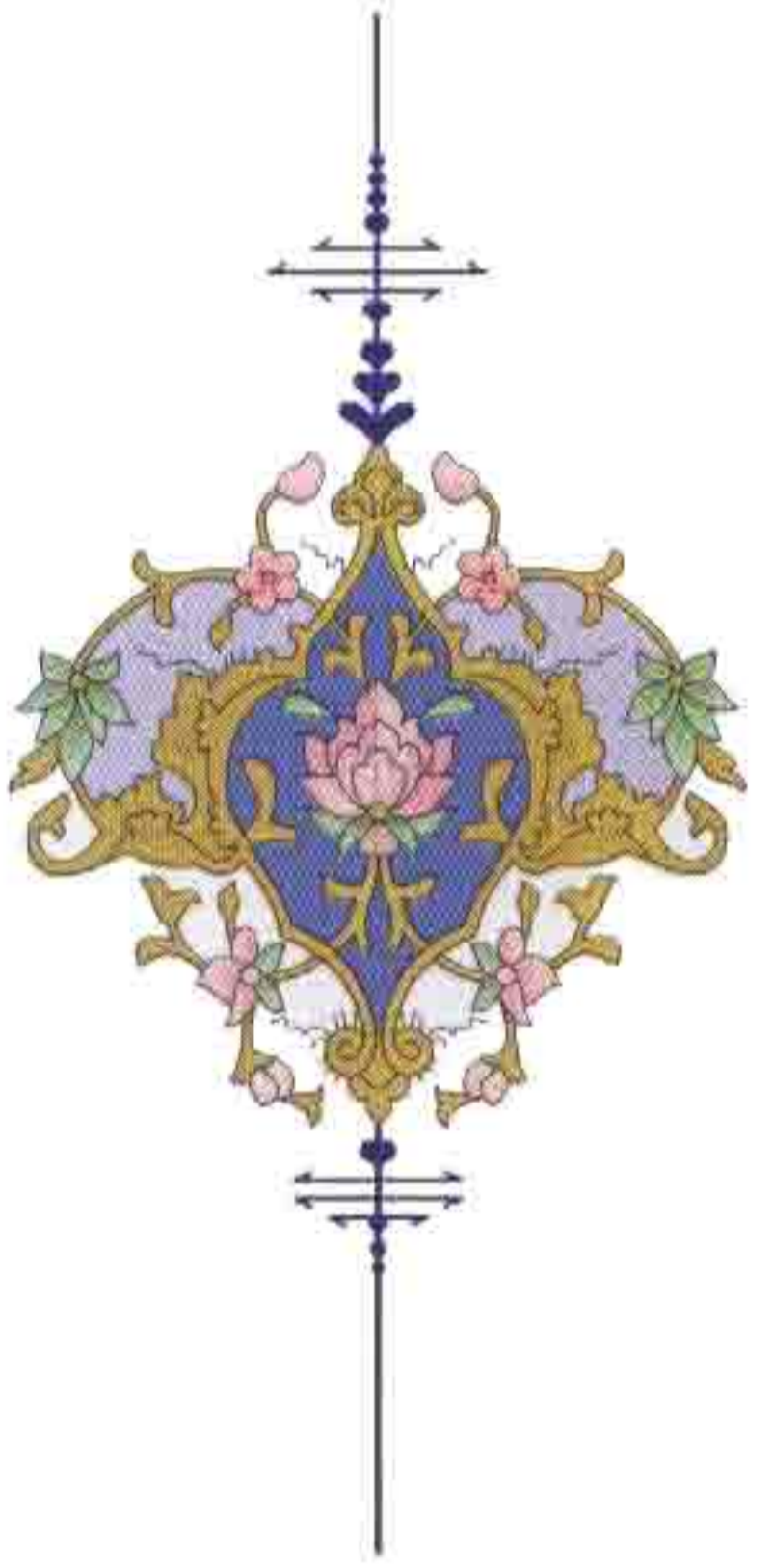
حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ  
وَالْأَخْبَارُ فِيهِ  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ مَنْ قَالَ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
مِائَةَ مَرَّةٍ  
كَفَّرَ اللَّهُ عَنْهُ  
كُلَّ ذَنْبٍ  
عَمِلَ فِي حَيَاتِهِ  
إِلَّا مَا كَانَتْ  
عَنْهُ  
مِائَةَ مَرَّةٍ  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ مَنْ قَالَ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
مِائَةَ مَرَّةٍ  
كَفَّرَ اللَّهُ عَنْهُ  
كُلَّ ذَنْبٍ  
عَمِلَ فِي حَيَاتِهِ  
إِلَّا مَا كَانَتْ  
عَنْهُ  
مِائَةَ مَرَّةٍ





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَلَكِنْ رَسُولِ اللَّهِ وَتَأْتُمُّ الْبَيْتِ  
مَكَانِ مُحَمَّدٍ أَبَا الْحَدِيثِ رَبِّكُمْ



# ان لیلۃ القدر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
انجلا لای فی الیوم منتصر فی لیلۃ القدر  
کتابت فی لیلۃ القدر فی لیلۃ القدر  
۱۳ رجب الثانی ۱۴۰۵ھ  
کریم پورک ، لاہور ، پاکستان  
۱۷۷/۳

# وَأَنَا لَكَ حَاطِبٌ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتبہ نعیمیہ فیضیہ محمدیہ غفر لذنوبہ وشرعیوبہ فی بلدہ سکدو، بلتستان  
الجامعۃ الاسلامیۃ، ۷ ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ  
بحضرت بابرکت مصلح ملتستان حضرت مولانا محمد شہید صاحب  
رحمۃ اللہ علیہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
صَلُّوا عَلَیْ رِوَالِہِ

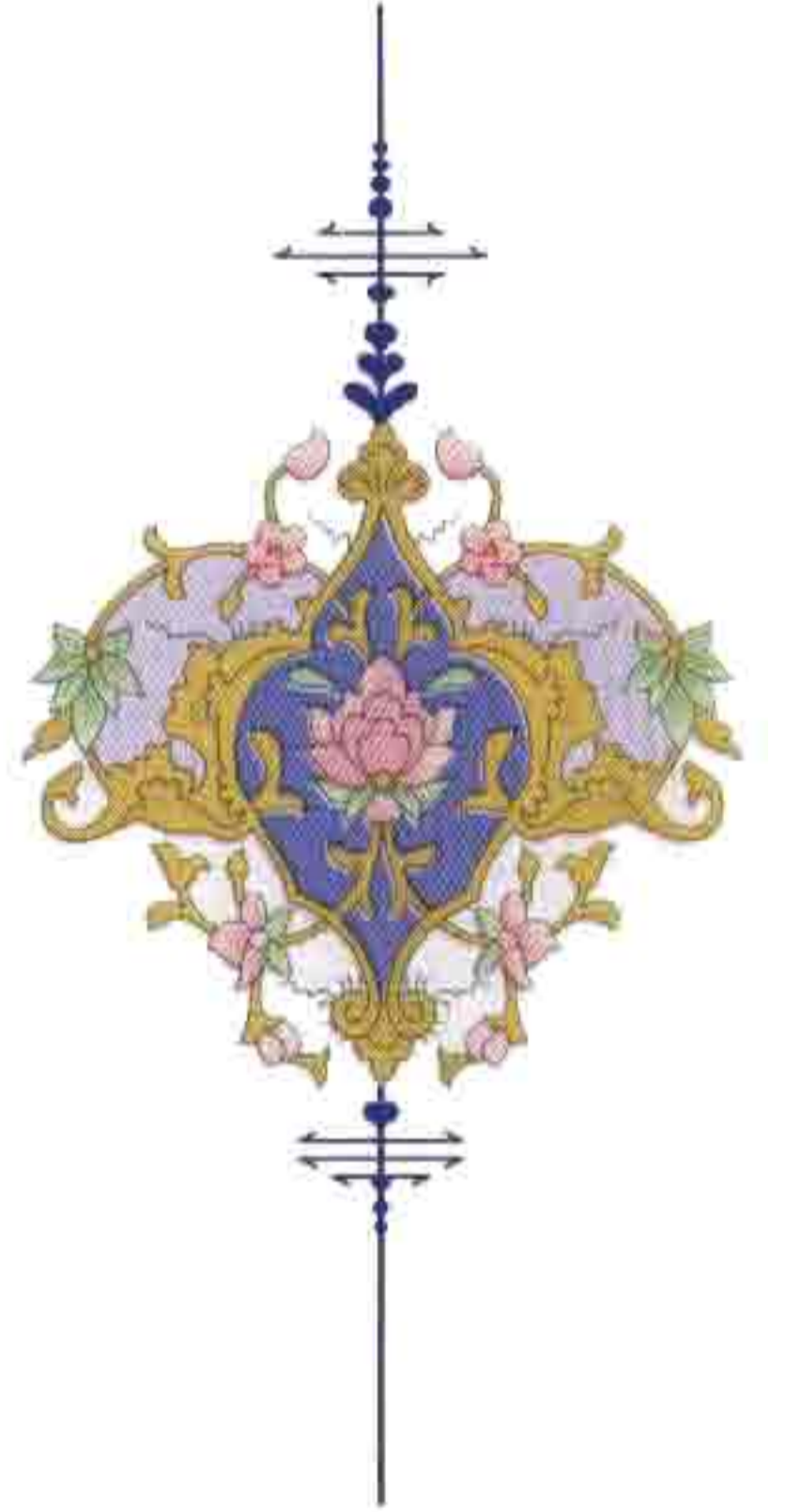
امیدیں لاکھوں میں لیکن رُبی امید ہے یہ  
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار  
بیچوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھول  
مروں تو کھائیں مینے کے مجھ کو مور مار  
اڑا کے باد مری مُشتِ خاک کو پس مرگ  
کمرے حُضُور کے روضے کے آس پاس

اقتباس قصیدہ بہاریہ تجہ الإسلام ناوٹو

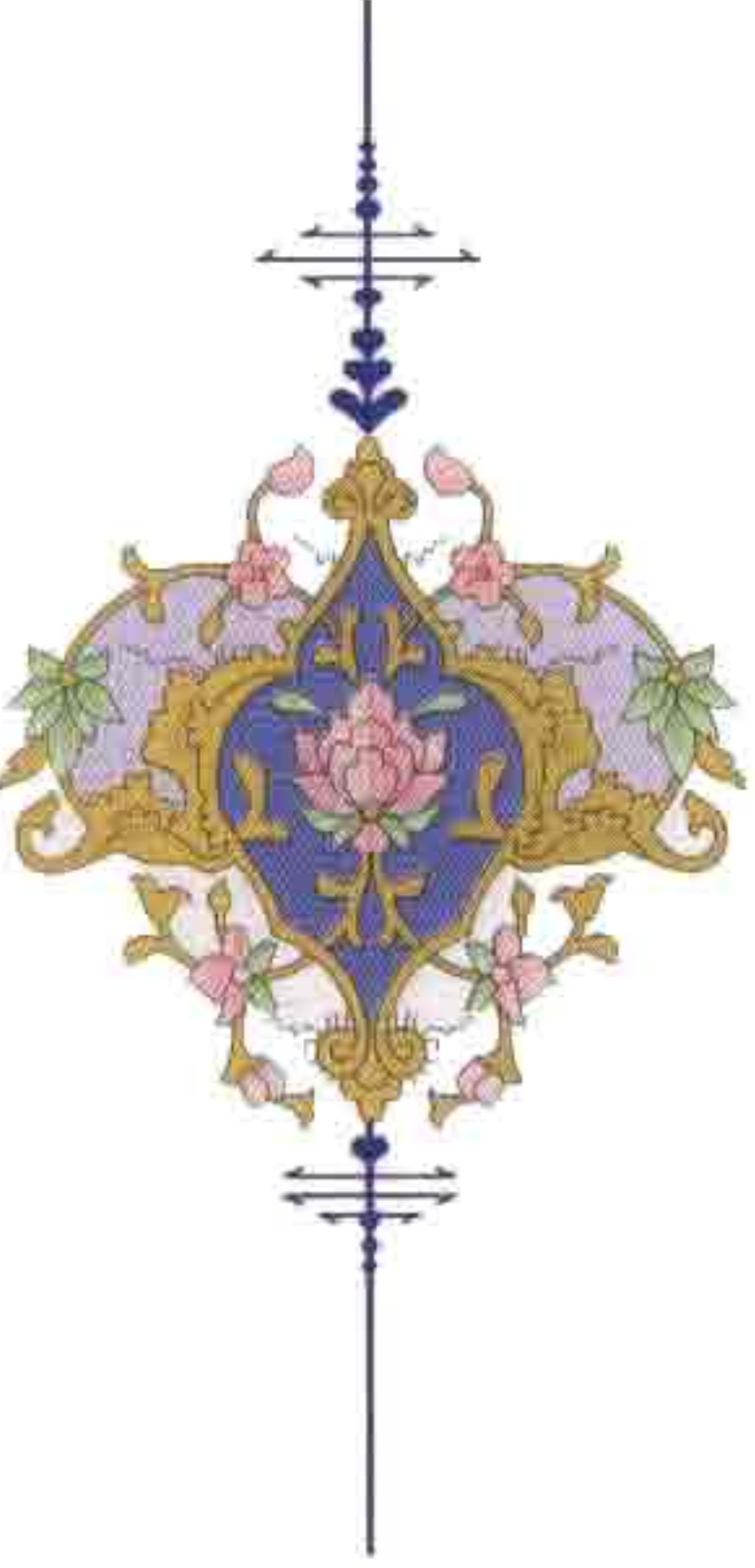
ماخوذ فضائلِ درود شریف از شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

مدون جنّت البقیع، بمبئی ۲۹ جب الربیع الثانی ۱۴۰۲ھ مئی ۱۹۸۲ء بمبئی

کتبہ الفقیر نفیس الحینی ۱۴۰۲ھ







مؤلف شاد  
زاد خود پند کیا جانے  
تو کجا با پند ساقی  
منگ خواب فرید ساقی  
یعنی فرود پند ساقی  
لاہور  
کلام نظمیں  
نظمیں: ۱  
۱۳۹۱ھ

# دعوتِ عمل

سید انور زبیدی

دلوں میں حکمتِ قرآن لئے ہوئے اٹھو  
وہ ہند دعوتِ اثیارے رہا ہے تمہیں  
پکارتی ہے تمہیں آج وادھی شہیرا  
تمہارے مد مقابل ہیں کفر کے لشکر!  
زمانہ خود تمہیں کہتا ہے "اپنے ہاتھوں میں  
تمہارے دین کی حرمت چورٹ کھائے ہوئے  
کلابیاں کہ جو ہیں بیچہ ستم میں اسیرا  
ابھی تمہارا افسانہ بے عیب نواں ہے!  
جلال بوزد و رسماں لئے ہوئے اٹھو  
رگوں میں خونِ شہیداں لئے ہوئے اٹھو  
دلوں میں جوشِ کا طوفاں لئے ہوئے اٹھو  
علیؑ کی قوتِ مہیاں لئے ہوئے اٹھو  
زبانِ گردشِ دوراں لئے ہوئے اٹھو  
جگر پہ درِ غنایاں لئے ہوئے اٹھو  
انہیں چھڑانے کا ارماں لئے ہوئے اٹھو  
اٹھو فسانے کا عنوان لئے ہوئے اٹھو

اٹھو اور اٹھ کے زمانے کو اپنے زیرِ کمر و

یہ بات ایسی نہیں ہے کہ اس میں دیر کرو

۱۸ اکتوبر ۱۹۵۱ء

